حفظ الرحمٰن لمذہب النعمان

مجاہد ملت حضرت مولانا
محمد حفظ الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ سیوہاروی

مکتبہ دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انا فتحنا لک فتحا مبینا

یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون

قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

حفظ الرحمان لمذہب النعمان

از

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحبؒ سیوہاروی

ناشر

مکتبہ دارالعلوم دیوبند

نام کتاب : حفظ الرحمان لمذہب النعمان

نام مصنف : مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

سن اشاعت : اپریل 2013ء

صفحات : دوسوبارہ (212)

تعداد : 2100

قیمت :

ناشر

مکتبہ دارالعلوم دیوبند

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله الذي خلق الانسان وعلمه البيان ونصر عبده باعجاز القرآن الذي هو فارق بين الحق والباطل لذي الايقان وهزم الاباطيل والطغيان بتنزيل التبيان ، والصلوٰة والسلام على سيد الانام الذي كان هداية عامة للانس والجان ، وكان خلقه القرآن وعلى آله وصحبه الذين جاهدوا بالحق في مرضاة الرحمان ، وعلوا بمراتب اليقين بهداية المنان ، وباسمك ابتدي وبنور قدسك اهتدي وبمحمد نبيك اقتدي ،

اما بعد ، الحمد للہ کہ تقریری مناظرہ سے فرار اور پے در پے تین شکست اٹہانیکے بعد آج مولوی محمد اسمٰعیل صاحب امام غیر مقلدین کی وہ مایۂ ناز تحریر چہپکر آگئی جسپر اونکو بہت ناز تہا اور جسکی طباعت کی وہ مجہکو دہمکیاں دے رہے تہے مینے اوسکو دیکہا تو دیکہکر مجہے مصنف صاحب کی بیباکی چالاکی اور دروغ بیانی پر بیحد تعجب ہوا لیکن پہر مصنف کے اصل مطلب کو سمجہکر ہنسی بہی آئی یہہ رسالہ جو بعض غلط بیانیوں اور کچہہ نامکمل اقتباسات کا مجموعہ ہے پیارم پیٹ کے مجتہد صاحب کا لکہا ہوا ہے جسکی سرخی ہی سے جناب کی شرافت تہذیب قابلیت کا پتہ ناظرین اچہی طرح سے کرسکتے ہین رسالہ کیا ہے گالیوں کا پولندہ یا دوسرون کے چرائے ہوے ناقص مضامین کا گورکہ دہندہ ہے جسکے طرز بیان طریق استدلال نقل اقتباسات غرض ہر ہر جملہ اور ایک ایک کلمہ سے مصنف کی کجفہمی

صاف پتہ چلتا ہے علم کا یہہ حال ہے کہ دعویٰ بہت سے لیکن دلیل ایک کی بہی نہین
علمار کے مضامین کے اقتباسات اکثر لیکن مسائل متنازع فیہا سے قطعاً جدا .
مگر اس ناداری اور بے علمی پر دعوی اجتہاد رکہتے ہین - اس سے بڑہکر یہہ کہ کذب صریح
اور بہتان لگانے مین بہی یدطولیٰ حاصل ہے بلکہ اپنا شعار سمجہتے ہین جس کا پول انشاءاللہ
آگے چلکر کہولینگے -

اہل پیارم پیٹ مقلدین وغیر مقلدین اس بات سے اچہی طرح واقف ہین کہ اس بستی مین آج سے
تقریباً بیس پچیس سال پہلے کوئی تفریق مذہبی نہ تہی لیکن مولوی فقیر اللہ صاحب مرحوم غیر مقلد نے
اپنی جماعت کے بنیادی اصول کیمطابق اس بستی کو بہی تفریق بین المسلمین سے پاک نہ رہنے
دیا۔ اور مقلدین غیر مقلدین کا ایک اچہا خاصہ اکہاڑہ قایم کر دیا۔ تاہم دونون جماعتون مین
پہر بہی ایک حد تک اتفاق قایم رہا اور ظاہرداری باقی رہی۔ لیکن یہہ ظاہری اتفاق
بہی غیر مقلدین کے ایمہ کو نہ بہایا اور مسلمانون کے اس جڑے ہوئے زمانہ اور روحانی
افلاس مین بہی یہہ معمولی رواداری پسند نہ آئی چنانچہ ماہ محرم الحرام مین ایک مولوی صاحب
احمد بن محمد نامی جو اپنے کو دہلوی کہلاتے تہے اس قصبہ مین تشریف لائے اور قرآن کریم کے
حکم واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا - کو پس پشت ڈالکر اور باوجود ادعای
عامل بالحدیث ہونیکے صحیح حدیث المسلم اخو المسلم لا یسلمہ ولا یظلمہ سے منہ
موڑکر بستی کے مسلمانون مین اپنی تقریرون سے پہوٹ ڈالدی - اور احناف کو کافر
ومشرک کا خطاب دیکر دونون فریقون کو جدا کر دیا۔ باہمی ربط وضبط ختم کرا دیا سلام
وکلام ترک وباہمی میل وجول بند کرا دیا - نمازون مین مقلدین پر قنوت نازلہ پڑہی
جانے لگی اور صرف اتنی سی بات پر ایک شافعی امام کو اپنی مسجد سے جدا کر دیا کہ انہون نے
مسلمانون پر نمازمین لعنت پڑہنے سے انکار کر دیا تہا فقہ حنفی اور اسکے مسائل کی دل کہولکر
توہین وتذلیل کیگئی - تقلید شخصی کو شرک اور کفر ثابت کیا گیا رفع یدین نہ کرنے والے کی

نماز جمل ساقط کی طرح بتائی گئی اور رفع یدین مین فرشتون ونیز انبیا علیہم السلام کو
شامل کیا گیا۔ اور اسکے لئے احادیث موضوعہ بیان کیگئی اسیطرح آمین بالجہر کے تارک پر
فساد صلوٰۃ کا حکم لگایا گیا اور اوس کا تارک جہنمی قرار دیا گیا وضع الیدین علی الصدر کی
سنیت کا صحیح احادیث مصرحہ سے بنص قطعی ثبوت بتایا گیا اور تحت السرۃ ہاتھہ باندھنے
والا مورد لعنت قرار دیا گیا۔ قرأۃ فاتحہ خلف الامام مقتدی پر بنص صریح قطعی الدلالہ
فرض بتاکر اوسکے تارک کو بہی جہنمی اور لعنتی ٹہیرایا گیا۔ محارم کے ساتھ عقد کرلینے کو حنفیہ کے
یہان جائز بتایا گیا اور اوسکی مذاق اڑائی گئی۔ یہہ وہ چند نمونہ ہین جو غیر مقلدین کے
پیشوا مولوی احمد بن محمد صاحب کے یہان آنے سے پیدا ہوے جب مقلدین کو اسطرح مورد طعن
وتشنیع بنایا گیا اور اونپر خوب دل کہولکر تبرابازی کی گئی تب مجبوراً اون لوگون نے بہی
مولانا مولوی عبد المجید خان صاحب مدرس مدرسہ امنباڑی کو اور دوسری جگہ سے مولوی عبد اللہ صاحب کشمیری کو
اس فتنہ کے انسداد کیلئے دعوت دی یہہ حضرات مولوی احمد صاحب کے آمد سے تقریباً دس
بارہ روز بعد یکے بعد دیگرے بلائے گئے ہین ان بزرگون نے باتباع قرآن مجید،
الفتنۃ اشد من القتل اور ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا دہلوی مولوی صاحب
کے دعوون کی قرآن کریم واحادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اچہی طرح تردید کی
لیکن یہہ حضرات بھی دو تین روز کے بعد اپنے اپنے مقام کو روانہ ہوگئے مگر دہلوی
مولوی صاحب برابر اپنے مسلک کے اتباع مین فساد ذات البین اور تفرق بین المسلمین کے
ساعی رہے اور خوب اشتعال انگیز تقاریر کرتے رہے دہلوی مولوی صاحب کا یہ سلسلۂ
تقاریر تقریباً چار ماہ جاری رہا اتفاقاً یہان کے مقلدین حضرات نے ترجمہ کلام مجید
اور تبلیغ اسلام واصلاح مسلمین کے لئے خاکسار کو دعوت دی اور مین ابتدائی
جمادی الاولیٰ مین پیارم پیٹ پہنچگیا اسوقت دہلوی مولوی صاحب یہان سے چند روز
قبل روانہ ہوچکے تہے مین جب یہان پہنچا ہون تو اسوقت دونون جماعتون مین

قطعاً بائیکاٹ تہا۔ اور حضرات مقلدین دہلوی مولویصاحب کی تقاریر سے نہایت رنجیدہ
تہے مین نے یہان آتے ہی پہلے ہی تقریر مین جسمین کہ غیر مقلدین بہی موجود تہے یہہ بیان
کردیا تہا کہ ہم مسلمان ہین اور ہمارا دین قرآن کریم کی تعلیم ہے قرآن کریم جبکہ ہمکو
یہہ تعلیم دیتا ہے کہ تم کفار سے بہی بد تہذیبی اور بداخلاقی سے گفتگو نہ کرو جیسا کہ
آیہ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ الآیۃ سے ظاہر ہے تو میرا فرض ہے کہ مین
اپنے اون مسلمانون سے بہی جو اپنی غلطی اور اپنے پیشواؤن کی گمراہ کن تقریرون سے
ہمکو کافر ومشرک سمجہتے ہین خوش اخلاقی اور عمدہ نصایح کے ذریعہ سے ہی گفتگو کرون
اور یہی ہمارا مسلک ہے ہم گالیان دینا پسند نہین کرتے اور نہ مسلمانون کو
کافر ومشرک بنانا ہمارا شیوہ ہے چنانچہ مین نے تمام اُن دلائل کو جو دہلوی مولوی
صاحب نے اپنی تقریرون مین بیان کئے تہے قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم سے رد کرنا اور عام اسلامی احکامات کی طرف پبلک کو متوجہ کرنا شروع کردیا
چند ہی روز بعد ہمارے حریف مجتہد اور اس رسالہ کے مصنف جو برعکس نام نہند
زنگی کافور کا مصداق ہین یعنے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب حیدرآباد سے تشریف
لے آئے غیر مقلدین نے جمع ہوکر گریہ وبکا فرمایا اور آپنے امام کی خدمت مین عرض کیا
کہ جو قلعہ فساد اور بنیاد تفریق وتفسیق آپکے استاد اور رہنوئی یعنے مولوی فقیر اللہ
صاحب مرحوم نے اس بستی مین قایم کئے تہے اور جسکا استحکام اور جسکی پختگی ایک
زمانہ بعد دہلوی مولوی صاحب کے ذریعہ سے ہوی تہی وہ گرائی جارہی ہے اور
وہ قلعہ مسمار کیا جارہا ہے اور جس اختلاف کو ہمنے کفر واسلام کا مدار بنا رکہا تہا اونکو
آج ایک دیوبندی فروعی اختلاف بتا رہا ہے اور کہتا ہے کہ اس طرح مسلمانون مین
تفریق پیدا کرنا سخت گمراہی ہے اسپر امام غیر مقلدین سے نہ رہا گیا اور خوب دل
کہولکر دہلوی مولوی صاحب کی تقریرون کی اپنے بیان مین تصویب کی اور لوگونکو

سمجھایا کہ بیشک تقلید شخصی شرک و کفر ہے وغیرہ وغیرہ غرض مولویصاحب مذکور نے مریدین کو خوش کرنے اور اپنے وقار کو قایم رکھنے کے لئے نیز بہنوی کے بنے بنائے قلعہ کو گرتے ہوے دیکھکر مولوی احمد صاحب کی تائید کرنی شروع کردی حتی کہ ایکدن دوران تقریر مین اگر فرمانے لگے کہ ہدایہ مین جس قدر احادیث ہین وہ کوڑی مین بھی کوئی نہین قبول کرسکتا مین نے جب یہ سنا تب مجبوراً یہہ ضروری سمجھا کہ اب جابنین کا جھگڑا اور باہمی کشمکش کا دُور ہونا بغیر اسکے ممکن نہین کہ مین اور امام غیر مقلدین یعنے مولوے محمد اسمٰعیل صاحب فریقین کے سامنے مسائل متنازعہ فیہا مین زبانی گفتگو کرلین تاکہ یہہ معاملہ ایک جانب ہوکر ختم ہوجائے یہہ سوچکر مین نے ایک شب کو تقریباً پانچسو آدمیون کے مجمع مین جسمین کہ بہت سے غیر مقلدین بھی موجود تھے مولوی صاحب کو چیلنج دیا کہ اب یہہ علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے مجمع مین ایک دوسرے کی تردید مناسب نہین عوام کو اسمین سخت بیچینی ہے اگر جناب کو حوصلہ ہے اور آپ کچھہ ہمت رکھتے ہین توصبحکو مجھہ سے پبلک کے روبرو ان مسائل مین مناظرہ کرلین اور جو مسائل جناب لوگون کے سامنے دعوی سے بیان کرتے ہین وہ میرے سامنے بھی بیان کردین اور غیر مقلدین کی طرف خطاب کرکے مین نے کہا کہ آپ میرا پیغام مولوی صاحب تک پہنچا دین جسکی گواہی اگر بحلف لیجاے تو مین امید کرتا ہون کہ وہ غیر مقلدین بھی دینگے جو وہان موجود تھے۔ مگر مولوی صاحب ایسے کہان تھے کہ اسطرح معاملہ کو صاف کرکے لوگون کی اصلاح کردیتے انہون نے تو وہی عیارانہ اور شاطرانہ چالین چلنا شروع کین جو ایسے لوگون کا ہمیشہ میدان سے بھاگنے کے وقت طریقہ رہا ہے۔ غیر مقلدین نے ہرچند مجتہد صاحب پر زور دیا کہ میدان مین نکلکر فریق مخالف سے گفتگو کرلیجئے۔ مگر مجتہد صاحب باوجود چیلنج منظور کرلینے کے بھی میدان مین نہ آئے۔ اور اپنے سے ادبیر الزام دور کرنے اور ندامت رفع کرنیکے لئے یہہ طریقہ خلاف ضابطہ مناظرہ جیسا کہ ہم

آگے چلکر انشاء اللہ ثابت کرینگے اختیار کیا کہ مین ایک فیصلہ کن تحریر لکھہ رہا ہون
آپ اوسے دیکھہ لین ۔ مین نے جواب مین لکھہ بہیجا کہ جناب اگر تقریری مناظرہ کرین تو
فبہا ورنہ ان تحریرون سے عوام مین جو بیچینی پہیلی ہوی ہے دور نہین ہوسکتی
اور ہماری غرض مناظرہ سے بجز اسکے کچہہ نہین کہ معاملہ یکسو ہوکر عوام کی بیچینی دور ہوجائے
مگر مجتہد صاحب کسی طرح اسپر راضی نہین ہوئے ہان جیساکہ گریز کا قاعدہ ہوتا ہے
اور جسے شاندار شکست کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اوسیطرح مجتہد صاحب یہی
دل خوش کن دلاسے دیتے رہے کہ مین مناظرہ کے لئے تیار ہون لیکن افسوس کہ
آجتک باوجود تین مرتبہ علی الاعلان دعوت دینے کے بہی میدان مین تشریف نہ لائے
اور حق وباطل کا فیصلہ کرنیسے جان چراتے رہے اب اس تحریر کو جوکہ بعض نامکمل
اقتباسات کا مجموعہ اور بعض اشتہارون کی نقل اور کچہہ دوسرونکی مدد کا طفیل ہے
چہپوایا ہے اور ساتہہ ہی اسمین کچہہ ہنر لیات بہی بہرے ہین تاکہ تحریر کا حجم بڑہ جائے
اور بمصداق ہم بہی ہین پانچوین سوارون مین، کے مصنف کہلانے لگین لہذا ہم مناسب
سمجہتے ہین کہ اگرچہ مولوی صاحب تقریری مناظرہ مین توپشت دکہا چکے لیکن جس تحریر کا بہت
زور کے ساتہہ دعوے کر رہے تہے پبلک کو اوسکی بہی حقیقت اچہی طرح معلوم ہوجائے
کہ مصنف نے کہانتک اسمین دروغ بے فروغ سے کام لیا ہے ہم پہر عرض کر دینا ضروری
سمجہتے ہین کہ اس کشمکش اور تفریق بین المسلمین کے اصل باعث ائمہ غیر مقلدین ہی ہین
اور ہم کسی وقت بہی مسلمانون مین اس تفریق کو پسند نہین کرتے بلکہ ہمیشہ اتحاد واتفاق
ہی کی تعلیم دیتے رہتے ہین اور اب مجبوراً ہمکو صرف اصلاح ذات البین کے لئے ہی
اس صورت کو اختیار کرنا پڑا ۔ پس ہم نے جو کچہہ اس تمہید مین لکہا ہے وہ بحمد اللہ ہر
طرح جہوٹ سے پاک ہے اور ہمارے پاس امور مذکورۃ الصدر کے لئے کافی شہادتین
زبانی وتحریری موجود ہین جو بوقت ضرورت انشاء اللہ پیش کی جاسکتی ہین آپ آپ

مجتہد صاحب کے بے دلیل دعوون اور ہمارے جوابات کو بغور ملاحظہ فرمائین،
انشاء اللہ ہر دو تحریر سے حق و باطل کا فیصلہ خود بخود ہو جائیگا۔ (**قال**) سچون کا بول
بالا جہوٹون کا منہہ کالا (**قلتُ**) مجتہد صاحب ہمارا بہی اسی پر صاد ہے اسی وجہ سے
توجناب میرے سامنے میدان مناظرہ مین تشریف نہ لائے اور مکان ہی مین منہہ چہپائے
بیٹھے رہے اب آگے دیکھئے تحریر مین ہی کس کا جہوٹ ثابت ہوتا ہے (**قال**) مولوی
حفظ الرحمٰن صاحب کی شکست پر شکست (**قلتُ**) اگر فتح کا نام ہی جناب کے نزدیک شکست ہے تو مجہے اس
شکست پر ہزار بار ناز کرنا چاہئیے اور اگر یہہ الفاظ میرے اوس اعلان کی نقل ہیں
جسکو خاکسار نے بعنوان (مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی شکست پر شکست اور
تقریری مناظرہ سے فرار) چہاپکر شایع کیا تہا جس کا جواب آجتک آپ دیسکے تو بہی
مین آپکو اس نقالی کی اگرچہ وہ خلاف واقعہ ہی سہی داد دیتا ہون اور آپکو اس
لفظی تقلید پر مبارکباد پیش کرتا ہون یا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجتہد صاحب نے کہین
ان راتون مین جنمین کہ انہین مناظرہ کی خوف سے نیند بہی مشکل سے آتی تہی یہہ
دل خوش کن خواب دیکہہ لیا ہے ورنہ عالم بیداری مین تو آپ کو بحمد للہ یہ حوصلہ ہوا
ہنین یہہ تو خدائے قدوس نے آپ کے مقابلہ مین اس خاکسار کو ہی عطا کیا ہے کہ فتح و
نصرت کے خوشیان مناتا ہون۔ ذالك فضل اللہ یوتیه من یشاء (**قال**) مخفی نرہے کہ جب فقیر حقیر
محمد اسمٰعیل کسی ضرورت پر مکان آیا تو مولوی حفظ الرحمٰن صاحب دیوبندی وارد حال ایام ہیٹ کی نسبت سنا گیا کہ وہ اپنی مواعظ
مین اہل حدیث پر بیجا طعن و تشنیع کرتے ہین الخ (قلت) اسکا جواب میری تمہید مین کافی و شافی گذر چکا
لیکن مین مولوی صاحب سے دریافت کرتا ہون کہ اگر جناب نے میری مواعظ کے
متعلق سنا تہا تو آپ نے کسی سے یہہ بہی سنا تہا یا نہین کہہ شخص مولوی احمد صاحب کی
خرافات اور ہزلیات کا رد اور دعاوی باطلہ کی تردید کر رہا ہے مولوی صاحب اگر
جناب نے یہہ سنا تہا اور ضرور سنا ہوگا اسلئے کہ وہ بات جو ہر شخص کی زبان پر ہو اور

جس کا گھر گھر چرچا ہو اوسکو آپ نہ سنین - یہہ کیونکر ممکن ہے اور اگر جناب سے
حلفیہ دریافت کیا جائے تو آپ خود ہی اقرار کرلین کہ بیشک اوس نے غلط اور گمراہ
کن طریق سے حنفیہ کی مذاق اوڑائی پر یہہ جناب کی کونسی دیانتداری اور راہانداری ہے
کہ آپ اوسی الزام کو جو آپ ہی کی جماعت کے ایک امام پر عائد ہوتا ہے میرے سر لگاتے ہین
آپ کو تو یہہ چاہیے تہا کہ میری تردید کی بجاے انکی ہفوات کی تردید کرتے تاکہ حید الناس عن الحق کتب ثلث شیطان
اخوانکی و عیب سن سے چہپاتے مولویصاحب آپ تو اسقدر ناواقف ہین کہ یہہ بہی نہین جانتے کہ دفاع
کرنے والا اگر حملہ آور کا اسیکے طرز پر جواب دے تو بہی بحکم آیۃ جزاء سیئۃ سیئۃ
مثلہا کے مورد الزام نہین ہوتا مگر آپ جیسے مجتہد کی عقل پر رونا آتا ہے کہ اس
معمولی بات کو بہی نہ سمجھ سکے اور دعوئ اجتہاد کرنیکو تیار رہین - مولویصاحب
میری تو آپ ایک تقریر سے بہی بحمداللہ طعن تشنیع اور ناانصافانہ الفاظ نہین
ثابت کرسکتے خواہ مخواہ لوگون کو کیون دہوکے مین ڈالتے ہو (قال) اور بزور
شور دعاوی مندرجہ ذیل کرتے ہین (۱) تقلید امام واحد از ائمہ اربعہ فی جمیع
المسائل واجب ہے اوس کا تارک گمراہ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے (۲)
رفع الیدین مکروہ ہے (۳) جہر بآمین مکروہ ہے (۴) قرأۃ فاتحہ خلف الامام
ممنوع ہے وغیرہ وغیرہ (قلت) واہ مولویصاحب خوب جان بچانے کا حیلہ نکالا
گویا اب مجتہد صاحب اسکی کوشش فرمارہے ہین کہ کسی طرح انکو ان پانچ دعوون کے
ثابت کرنے سے نجات ملجائے جنکے متعلق مین نے بارہا تقریرون اور اشتہارون کے
ذریعہ سے اون سے سوال کئے ہین اور جنکو وہ خود دلائل سے ثابت کرنیکے اپنی تقریرون مین
مدعی رہے ہین لیکن ہنوز روز اول جواب سے سکوت ہے - میرے سوالون کو خود
میری تحریر ہی کے ساتھ مولویصاحب اپنے رسالے مین نقل کرچکے ہین اسلئے یہان اونکے
اعادہ کی ضرورت نہین ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند) اب آپ

چاہتے ہین کہ عوام فریبی اور لوگون کو مغالطہ مین ڈالنے کیلئے مجھے مدعی بناکے اپنے دعوون
سے جنکو بزور وشور کے ساتھ اپنے وعظون مین بیان کیا کرتے تھے اور ہر دعوی کے لئے
حدیث صحیح صریح قطعی الدلالۃ کا دعوی فرمایا کرتے تھے گریز کرلین بات بھی بنی رہے اور
پول بھی نہ کھلنے پائے مولویصاحب آپ کو اتنا بھی معلوم نہین کہ مقلد کا اپنا دعوی کچھ
بھی نہین ہوتا۔ وہ تو جو کچھ بھی کہتا ہے اپنے امام کی تقلید کے ماتحت کہتا ہے اس لئے مسایل
مذکورہ بالا مین بوجہ حنفی ہونیکے میرا وہی مسلک ہے جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ان مسایل مین
فرماتے ہین ہان دعوی تو آپ کے ہین اس لئے کہ آپ مجتہد ہونے کے مدعی ہین اور تمام مسایل
مین اپنی تحقیق پر ہی عمل کرتے ہین پھر نہ معلوم کہ میدان مناظرہ مین آپ کا وہ اجتہاد کیا ہوا
جو ایک بیچاری مقلد کو جو کہ جدید مجتہدین کے نئے نئے دعوون کا رد کر رہا ہے مدعی بناکر
اپنے اجتہاد کو بٹہ لگاتے ہین۔ نیز آپکو معلوم ہے کہ جسوقت مین نے دہلوی مولوی صاحب کی
تردید مین تقریرین شروع کی تہین اوسیوقت آپ کی جماعت کے چند لوگون نے ان ہی
دعوون کو میری طرف منسوب کیا تہا جنکو اب آپ بہی انہین کی تقلید مین اپنی جان چرانے
کیلئے میری طرف منسوب کرنیکی ناکام کوشش فرما رہے ہین اور اسطرح اپنے دعوون
کے اثبات سے گریز کرکے صاف نکلجانا چاہتے ہین۔ الغرض کارکنان اہلحدیث یہ چاہتے
تہے کہ اپنے دہلوی امام کی بیعلمی اور جہالت پر پردہ ڈالکر اور اون کے دعوون کو
چھپاکر الٹا مجھ ہی کو مدعی بنادین تو اوسیوقت کارکنان مسجد نواب دریا خان نے
اصل حقیقت کو ظاہر کردیا تہا۔ اور اس مکروفریب کے پردے کو چاک کرکے ثابت کردیا
تہا کہ مدعی ہم نہین ہین مدعی وہ ہین جنھون نے اپنی اجتہاد کی بنا رکھکر جسکا دوسرا
نام تقلید نفس یا غیر مقلدیت ہے۔ نئے نئے دعوی کرنا شروع کئے ہین اور مسلمانون
کو کافر ومشرک بناتے ہین اس اشتہار کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(خلاصہ اشتہار) آپ حضرت مولانا کو زبردستی مدعی بناکر

اپنے نفس کی خواہش پورا کرنا چاہتے ہین حالانکہ آپ خود جانتے ہین کہ حضرت مولانا مولوی حفظ الرحمٰن صاحب کو دارالعلوم دیوبند سے مقلدین نے اون مہمل دعودن اور لچر دلائل کو باطل کرنے کیلئے بلایا ہے جو احناف کے خلاف آپ کے امام مولوی احمد بن محمد دہلوی نے یہان تقریرون مین بیان کیے جسکی وجہ سے مسلمانان قصبہ مین اضطراب پیدا ہوگیا ہے آپ کے مولوی صاحب نص صریح واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ کے خلاف جو شورش پیدا کر چکے ہین صرف اوس کا انسداد حضرت مولانا اپنے وعظون مین فرما رہے ہین جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) مولوی احمد صاحب نے تقلید شخصی کو کفر و شرک اور حرام بتایا۔ (۲) فقہ حنفی قطعاً منگھڑت ہے (۳) رفع یدین ضروری ہے اور اوسکے تارک کی نماز مثل حمل ساقط کے ہے (۴) جہر بہ آمین ہی ضروری ہے اور بغیر اسکے نماز ناکارہ ہے وغیرہ وغیرہ) ان دعودن کی تفصیل آپ بھی ہماری تحریر کو نقل کرکے شائع فرما چکے ہین اب ذرا غور سے عبارت مذکورہ بالا کو ملاحظہ فرمائیے ان مین قریب قریب وہی دعوی موجود ہین جنکی تائید آپ نے بھی اپنی تقریرون مین کی اور جب مین نے ثبوت کے لئے بلایا تو گھر مین دبک کر بیٹھ رہے اگر آپ کے مولوی احمد صاحب یا آپ کی جماعت یا جناب خود ان دعوون سے منکر تھے تو آجتک کیون نہ اس اشتہار کے شائع ہونے اور بار بار ہمارے مطالبۂ ثبوت پر تحریری انکار شائع کر دیا اور خاموش ہو کر کیون بیٹھ رہے پھر آج مقابلہ کے میدان مین کیون انکار کرکے بیٹھ دکھاتے ہو اور دوسرون کو بیجا ملزم بناتے ہو آپ پر تو وہی مثل صادق آتی ہے سہ نتھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے تھے وہ ساری اونکی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد = (قال) مین نے مدافعانہ تقریرین شروع کین (قلت) مجتہد صاحب پبلک خوب جانتی ہے کہ باوجود دعوی اجتہاد یہ سب الفاظ جناب میری تقلید مین فرما رہے ہین

جن باتون کو مین دلیل اور تاریخی سلسلہ سے ثابت کر چکا ہون انہین باتون کو آپ لفظی
تقلید مین بے دلیل فرما رہے ہین آپ تو ہر طرح مدعی اور حملہ آور ہین اس لئے کہ یہ معاملہ
شخصیتون پر موقوف نہین بلکہ جماعتون سے تعلق رکھتا ہے ہجوم و حملہ کی ابتداء اور
دعوٗون کا زور و شور جیسا کہ ثابت کر چکا ہون آپکی جماعت کی طرف سے ہوا ہے اسلئے
اس جماعت کا جو رکن بھی تقریر کریگا وہ مدعی اور حملہ آور شمار ہوگا خواہ وہ ورود و
نزول کے اعتبار سے متاخر ہی کیون نہو الّا یہ کہ وہ ان جماعتی دعوٗون سے علی الاعلان برأت ظاہر کر دی اور جماعت مقلدین کی جانب سے اوسکے بعد مدافعت شروع کیگئی لہٰذا اسکا ہر
رکن اور مقرر مدافع ہی شمار ہوگا چاہے وہ آپکی ہجوم آور جماعت کے کسی خاص مقرر سے متقدم
اور پہلے ہی کیون نہو۔ افسوس مجتہد صاحب کو تو اتنی بھی تمیز اور لیاقت نہین کہ وہ مدافع اور
حملہ آور کا بھی فرق کر سکین مولوی صاحب اب آپکو اپنی حقیقت معلوم ہو گئی کہ بقاعدہ
مناظرہ جناب مدافع نہین ہو سکتے اگرچہ بعد ہی مین تشریف لائے ہون لیجئے ہم
الزام اونکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔ یا آپ مجھے صاف فرمائیے کہ مین پیارم پٹ کی
جماعت اہل حدیث سے کوئی تعلق نہین رکھتا بلکہ مین مستقل مجتہد ہونیکی حیثیت سے بالکل
جدا دعوی رکھتا ہون ہمارا اسمین بھی کچھ نقصان نہین جب آپ یہ دعوی کرینگے دیدہ باید

(**قال**) اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی تصانیف سے
وجوب تقلید شخصی کا بطلان ثابت کیا (**قلت**) یہ بحث آگے آتی ہے اوسوقت جناب
کے دعوی اور دلیل کا پتہ چل جائیگا اور سب حقیقت منکشف ہو جائیگی۔ (**قال**)
بنا برین بعض معززین اہل حدیث نے مولوی صاحب کو مجبور کیا کہ شاہ صاحب کے کلام پر
فیصلہ ہو جائے اور اون سے دریافت کیا کہ کیا آپ شاہ صاحب کے کلام سے ہندوستانیون کے
لئے تقلید شخصی واجب ثابت کر سکتے ہین تو مولوی صاحب نے اس سے گریز کیا۔ اور فاحش
شکست کھائی (**قلت**) سبحانک هذا بهتان عظیم۔ کیا مولوی صاحب

جناب کی اجتہاد مین جھوٹ بولنے کا کچھ بہی گناہ نہین اور ایک مسلمان پر بہتان بندی کا کوئی بہی جرم نہین حیف ہی جناب کی اس بیباکی اور چالاکی پر آپکی تو وہی مثل ہے ؎ دروغ گویم بر روے تو ۔ مولوی صاحب چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا کچھ نہین بگڑتا۔ آپنے تو خواہ مخواہ واقعہ مین تلبیس سے کام لیا اور غلط بیانی پر کمر باندہی حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ جسوقت معززین غیر مقلدین نے معززین مقلدین سے اس بارے مین گفتگو کی تہی اوسوقت مین اوس جلسہ مین موجود تہا مگر جناب نے یہ دروغ بیفروغ بولا کہ مجھ سے غیر مقلدین نے اس بارے مین گفتگو کی اگر حلفیہ غیر مقلدین سے دریافت کیا جاے تو وہ بھی انشاء اللہ میری ہی تائید کرینگے ہان بیشک بعض مقلدین بزرگون نے مجھ سے اس بارے مین عصر کیوقت مسجد چوک مین کہا جسکو مین نے نہایت خوشی سے منظور کر لیا اسیوقت ان سے کہدیا کہ آپ فوراً اس شرط کو منظور کر لین مین ضرور شاہصاحب رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت کرونگا۔ جب ہماری جماعت نے آپکی جماعت کے لوگون سے جاکر کہا تو اون بیچارون نے اس بارے مین آپ سے گفتگو کی جس کا جواب آپنے نفی مین دیکر اونکو بھی اور اپنے آپکو بھی ذلیل رسوا کیا اس لیئے کہ آپنے اون سے ہی اور پہر عام تقریر مین بھی جو روڈ مسجد مین ہوئی تہی یہہ فرمایا کہ شاہصاحب تو حنفی ہین اس لئے ہم اونکی ہر بات کو نہین مانتے ورنہ پہر ہم غیر مقلد ہی کیون کہلاتے ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ پہر جب مین نے آپ کی طرف سے صدا بر نخواستن کا مضمون دیکھا تو مجبوراً شاہصاحب رحمہ اللہ کی کتاب انصاف کو لیکر تین مرتبہ تقریرون مین علی رؤس الاشہاد آپکے مقابلہ مین اس مضمون کو سنایا اور لوگون سے کہا کہ بس اسی پر فیصلہ ہی لیکن جناب آجتک بہی میدان مین اس بات پر فیصلہ کرنیکو نہ آئے۔ اور گھر مین بیٹھکر اسکا نامکمل اور ناقص اقتباس شایع کر دیا جسکا پول اپنے موقع پر چلکر انشاء اللہ کھولا جائیگا یہہ ہے جناب کے دیانت اور ایمانداری کا حال اور اسپر دعوی اجتہاد فلاحول ولاقوۃ الا باللہ ؎ گر ہمین مکتب است واین ملا ٭ کار طفلان تمام خواہد شد۔ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت) جب حیا نرہی جو چاہے کر (قال)

خاکسار کو دعوت مناظرہ (بلا قید تقریری و تحریری دینے لگے) **قلت**۔ اس کا حال پبلک کو خوب معلوم ہے مقلدین اور غیر مقلدین سب جانتے ہیں کہ میں نے تقریری مناظرہ کا چیلنج دیا تھا یا تحریری کا۔ مولوی صاحب۔ اگر جناب نے میرے چیلنج کا حال سنا تھا جیسا کہ آپ لکھ چکے ہیں تو ممکن نہیں کہ آپ نے اسکے تمام واقعات نہ سنے ہونگے مگر جناب تو اپنی جھینپ اور ندامت کو دور کرنیکی فکر میں ہیں آپ کو سچ اور جھوٹ سے کیا کام۔ سنئے **اول** میں نے مناظرہ کی دعوت دیتے وقت کہا تھا کہ اس دور دور کی باتوں سے کچھ فائدہ نہیں اگر مولوی صاحب کو کچھ حوصلہ ہے تو پبلک کے سامنے آکر مجھسے گفتگو فرمالیں اور اس قصہ کو ختم کردیں اور جسکو پھر میں نے اپنی اس تحریر میں بھی نقل کردیا ہے جو آپنے شائع فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲ اور اپنے دعوؤں کو میرے سامنے قرآن و حدیث سے ثابت فرمادیں۔ **دوم** میں نے اس تقریر میں یہہ بھی کہا تھا کہ جس جگہ کو مولوی صاحب مناظرہ کیلئے منظور کرلیں ہے مجھے وہی جگہ منظور ہے اگر وہ سانگڈہ یا مسجد نعمت خان جو یہاں سے میل بھر پر واقع ہے پسند کریں تو میں وہاں بھی چلنے کو تیار ہوں۔ **سوم** میں نے اسی جگہ بیان کیا تھا کہ اگر مولوی صاحب زبانی گفتگو میں کسی فتنہ کا اندیشہ سمجھتے ہیں تو یہہ اسطرح ختم ہو سکتا ہے کہ میں باوجود غریب الوطن ہونے کے تمام مقلدین کی ذمہ واری لئے لیتا ہوں اور مولوی صاحب غیر مقلدین کے ذمہ وار ہوجاویں جیسا کہ میری تحریر میں بھی موجود ہے جو صفحہ ۲ پر آپ نے نقل کی "رہا عوام کی ذمہ واری کا معاملہ سو آپ حضرات غیر مقلدین اور میں حنفی مقلدین کا ذمہ وار بنجاؤں۔ یہہ وہ باتیں ہیں جو ایک دو یا دس بیس کے سامنے نہیں کہی گئیں بلکہ پانسو چھ سو آدمیوں کے مجمع میں کہی گئی ہیں جسمیں غیر مقلدین بھی موجود تھے کیا مجتہد صاحب یہہ میرا چیلنج یا مناظرہ کی دعوت بلا قید تحریری

تقریری دعوت تہی یا لوگون کی بیچینی دور کرنیکے لیۓ زبانی مناظرہ کی دعوت تہی افسوس ہے جناب کے فہم وعقل پرے بریں عقل ودانش بباید گریست۔ **چہارم** اس جلسہ مین مجہسے ایک صاحب نے کہا تہا کہ اسطرح گفتگو کرنے مین اندیشہ ہے تب مین نے دوبارہ اونسے کہا کہ مین بہی کچہ قانون سے واقف ہون اگر مین اپنی جماعت کا اور مولوی صاحب اپنی جماعت کی ذمہ داری لے لین تو پہر اندیشہ نہین ہے یہہ ہے مجتہد صاحب جناب کی راستبازی کیا آپ وعید قرآنی فلعنۃ اللہ علی الکاذبین سے بہی نہین ڈرتے **قال**. تحریری دعوت کا مکرر سہ کرر مطالبہ کیا مگر انہون نے انکار کردیا اور اسمین دوبارہ شکست کھائی (**قلت**) بمصداق دروغگورا حافظہ نباشد۔ یہان تو مجتہد صاحب تحریری مطالبہ کو اپنے ذمہ رکہتے ہین اور اپنی تحریر نمبر ۲ مین فرماتے ہین "جناب عالی آپ نے میری پاس چیلنج تحریری نہین بہیجا تہا تو پہر مجہے اجابت دعوت مناظرہ کی تحریر کا بار بار کیون مطالبہ کیا" یہہ حوالہ آپنے اپنی تحریر کا نقل نہین فرمایا لیکن وہ سرا جو کتاب صفحہ دس پر موجود ہے اس سے جناب کا کذب صریح معلوم ہوتا ہے۔ ہو ہذا. **اگر مولوی صاحب کو تحریری مناظرہ منظور نہین تہا تو ہم سے کیون بار بار آپ نے تحریر کا مطالبہ کیا**) پہر اگر جناب کے نزدیک میری تحریر. تحریری دعوت نہی تو پہر آپ کے اس مطالبہ کے کیا معنے اور اگر یہہ تحریری دعوت تہی تو پہر اس لغو عبارتون کا کیا مطلب ہے جو آپ نے نقل کی ہین سچ ہے آپ کی وہی مثل ہے ے کہہ رہا ہون جنون مین کیا کیا کچہ ٭ کچہ نہ سمجہے خدا کرے کوئی ۔ مولوی صاحب آپ ایک ہی شاہد عدل پیش کردیجئے کہ میرا کون سا قاصد جناب کے پاس تحریری مطالبہ کیلئے گیا تہا مین تو منتظر بیٹہا رہا. کہ کب جناب کا قاصد پیام شوق لائے اور مولوی صاحب مجہ سے تقریری مناظرہ کی آمادگی ظاہر کرین لیکن اسکے برخلاف آپکاہی قاصد تین مرتبہ آیا کہ تحریر دیدیجئے مین نے ہر بار اونسے کہا کہ مین نے تو زبانی چیلنج دیا ہے تم مولوی صاحب سے زبانی ہی

جواب لادو۔ اور مجھکو جلد مطلع کرو کہ مولویصاحب کس جگہہ کو گفتگو کے لئے پسند فرماتے ہین تاکہ دونون اوسی جگہہ چلے جائین۔ لیکن جب پھر بھی قاصد نے آکر مجھسے تحریر ہی کا مطالبہ کیا۔ تب مجبورًا مین نے جواب دیا کہ اگر اِنہین اطمینان نہین ہی تو وہ لکھدین کہ انہین میرا ارات کا چیلنج منظور رہے یا نہین جب آپکی آمادگی کی تحریر آگئی تب مین نے جناب کے پاس دوسری تحریر بھیجی جسمین لکھدیا تہا کہ جناب مسایل مبحوث عنہا کو دیکھکر جو کہ درج تحریر ہین اپنی منظوری و عدم منظوری سے مجھکو جلد مطلع کرین۔ اور ساتہہ ہی جگہہ اور وقت کی بہی تعیین فرمادین۔ سو آجتک نہ مولویصاحب میدان مین آئے اور نہ پھر اصل سوال کا کوئی جواب دیا مولویصاحب مین نے جناب کو تین شکستین دی ہین جسکا اعلان پبلک مین ہوچکا ہے۔ اب خواہ مخواہ آپ ہی دل خوش کرتے اور خفت دور کرنے کے لئے چاہتے ہین (چاہے واقعہ کے خلاف ہی کیون نہو) کہ مین بہی ضرور نقالی کرکے تین شکستو نکا اظہار کردون۔ مگر مولویصاحب آپکے بیان سے خود آپکی تکذیب ہورہی ہی سو ای چشم اشکبار ذرا دیکھہ تو سہی ؎ یہ گھر جو بہ رہا ہی کہین تیرا گھر نہو) **قال**۔ مجھے اپنی جھوٹی فتح کا ڈنکا بجانے کا موقعہ ہاتہہ آجائیگا۔ **قلت**۔ میری سچی فتح کا ڈنکا تو بحمداللہ ساری قصبہ مین بج گیا حتی کہ آپکے ہی مریدین نے غصہ مین آکر جبکہ آپ مناظرہ سے جان چرا گئے آپکو سخت وسست کہا اور تین روز تک جناب کا ناطقہ بند رکہا۔ اسکے بعد مولوی صاحب نے اپنی اور میری تحریر شایع کی ہے جسکے متعلق مین کچہ اور نہین لکہنا چاہتا۔ اب پبلک انصاف و دیانت سے خود فیصلہ کرے کہ کون مناظرہ سے فرار ہوگیا اور کون میدان مین ڈٹا رہا۔ لیکن اسقدر ضرور گذارش ہی کہ آجتک مولویصاحب نے میری مطالبات کا جواب نہین دیا **اب جو تحریر لکھی ہے اوسمین بہی پبلک کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ کسطرح مطالبات سے جان بچاکر مولوی صاحب ادہر ادہر کی آئین غائین اوڑا رہے ہین (قال)** بنابرین حسب درخواست مولوی صاحب ابہی جواب

لکھہ رہا تہا کہ آپکی جانب سے دو چھٹیان الخ **قلت** مولوی صاحب اپنی اس تحریر مین پبلک کو ایک بڑا دہوکا دینا چاہتے ہین اور بیچارے سادہ لوح مریدین کو پہندی مین پہانسنے کیلئے ایک عیارانہ چال چل رہے ہین۔ ہم چاہتے ہین کہ اس جگہہ اس معاملہ کو خوب واضح کردین تاکہ آگے کام آئے۔ اور چونکہ مولویصاحب نے اپنے تمام ذلت وخواری اور **فرار عن المناظرہ** کو اس ایک ہی پردے مین چھپانے کی ناکام کوشش کی ہے اسکو بہی چاک کردین وہ یہہ کہ اس جگہہ اور دوسرے موقعہ پر بہی مولوی صاحب یہہ لکھتے ہین کہ مین تمہارے لکھنے کے مطابق جواب تحریر کررہا تہا۔ مولوی صاحب آپ دو چیزون کو خلط ملط کررہے ہین اور یہہ آپکا فریب ہے آپ بار بار تحریر کا نام لیتے ہین لیکن یہہ نہین بتاتے کہ اس سے آپکی کیا مراد ہے۔ مین نے آپ سے آپکی ضد پر اس تحریر کا مطالبہ کیا تہا جس مین کہ آپ مناظرہ کی شرایط اور میری تحریر کردہ مسائل مبحوث عنہا کی قبول وعدم قبول کے متعلق تصریح فرماتے۔ اس کا آجتک آپنے کوئی جواب نہین دیا اگر آپ کچہ بہی علم رکہتے ہوتے تو سمجہ لیتے کہ فریق مخالف کی اطلاع کے بغیر آپکو گھر بیٹھکر جوابی تحریر کا کوئی حق ہی نہین تہا۔ ہان آپ میری مطالبات کے قبول وعدم قبول کیمتعلق ضرور تحریر بہیجنی چاہیے تہی۔ لیکن آپ اپنی اس گریز کو لفظ تحریر کی عمومیت سے ناجائز فائدہ اٹہانا چاہتے ہین جو فریب دہ ہے یہ ناحق شناس کا کام ہے کسی ایماندار کا کام نہین۔ (**قال**) غرضکہ یہ تحریر شور وفغان اور جزع وفزع سے بہری ہوی تہی الخ۔ **قلت**۔ اس کا حال تو آپ کو ہی خوب معلوم ہوگا کہ کون اور وقت پریشان حال تہا اور کس پر جزع فزع طاری تہا ہمتو آپ کے حال مین اسیقدر کہنا کافی سمجہتے ہین سے

نہ چھیڑ ای نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی ؛ تجہے اٹکھیلیان سوجھی ہین یہان بیزار بیٹھے ہین ؛

قال۔ اس کا خلاصہ یہہ ہے الخ **قلت** یہہ بہی آپکی بددیانتی پر دال ہے جو الفاظ قابل گرفت تہے جنکا ذکر مین اوپر کر آیا ہون انکو اختصار مین نذار دکر دیا اور اپنی ناقص تحریر شایع کردی مختصر کرنا ہی تہا تو ضروری باتین

سب لکھنا چاہئیں تھیں (قال) ہفوات وخرافات سے لبریز ردی کے ٹوکری میں پھینکدینے کے قابل الخ (قلت) المرء یقیس علی نفسہ مجتہد صاحب کی تحریر نمبر ۲ سے قبل کی میری تحریریں جو پبلک کو کئی مرتبہ سنائی جاچکی ہیں اسمیں جس تہذیب اخلاق سے کام لیا گیا ہے وہ سب پر روشن ہے لیکن نمبر ۲ کی مفصل تحریر میں جسکو مجتہد صاحب نے خوف کی وجہ سے پورا نہیں شایع کیا۔ اور جو کچھ شایع کیا ہے اس میں بھی اتنک اصل جہلک ہی ہاتی ہے اوسمیں مجتہد صاحب نے مجھپر لعن طعن اچھی طرح کئے ہیں اور جلکر خوب دلکا بخار نکالا ہے تب میں نے بھی دائرہ تہذیب میں ہی رہکر جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا کے مطابق دندان شکن جواب دیئے ہیں (قال) مناظرہ تحریری سے گریز کیا الخ (قلت) خوب اُلٹا چور کوتوال کو دانٹے۔ مولویصاحب مناظرہ کا چیلنج میں نے دیا تھا یا آپنے اگر میں نے دیا تھا جیسا اوپر گذر چکا ہے تو مینے تو زبانی مناظرہ کا چیلنج دیا تھا لہٰذا جناب کا تحریری مناظرہ کی آڑ پکڑنا خود اپنی شکست کا اپنی زبان سے اقرار کرنا ہے (قال) بلکہ مطلق مناظرہ کو منظور کیا ہے (قلت) یہ آپکا دروغ بیفروغ ہے جبکہ میں نے زبانی مناظرہ کا چیلنج دیا تھا تو آپنے اپنے ذہن میں مطلق کیوں تصور فرمالیا کیا جناب کو معمولی مسائل بھی معلوم نہیں اگر ایسا ہے تو کسی طالب علم ہی سے پوچھ لیتے کہ شریعت میں بھی مسایل قسم میں قسم کھلانے والے کا ہی اعتبار ہوتا ہے قسم کھانے والے کی نیت کا نہیں۔ ورنہ تو قسم کھانے والا دسوں حیلے اپنی نیت میں سوچکر دوسروں کا مال غصب کرلے سکتا ہے تو آپنے جب میرا جواب دینے کیلئے تیار تھے تو میرے مقید سوال کا جواب دینا چاہیئے تھا نہ کہ خودساختہ مطلق سوال کا جواب۔ کیا جناب اجتہاد میں بھی یہی رنگ دکھاتے ہیں سہ برین عقل و دانش بباید گریست مگر آپنے ایسا نکیا اپنے دلمیں ہی مناظر نبکر ایک جوابی تحریر شروع کردی۔ گویا بغیر اطلاع فریق مخالف ہی مناظرہ شروع ہوگیا۔ سبحان اللہ ہنیس نہ کودی کودے کون۔ وہی آپکی مثل ہے۔ دوسری تحریر سو اوسمیں بھی کہیں اس کا ذکر نہیں کہ تمہاری مطالبات مجھے منظور ہیں یا نہیں ہاں زور شور سے یہ ضرور لکھا ہے کہ میں نے جواب شروع کردیا اوسکا انتظار کرو۔ شاباش کیا یہی مناظرہ کا طریقہ ہے سہ این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ مجتہد صاحب آپکا خود بخود بیٹھکر جواب لکھ لینا اصول مناظرہ کے

مطابق صریح گریز ہے اور یہ تحریر قطعاً خلاف ضابطہ ہے آپ کی ابلہ فریبیوں سے کچھ مریدہی خوش ہوتے ہوں گے ورنہ تو اہل علم بلکہ طلبہ کے نزدیک تو قابل مضحکہ ہے (قال) دلیل یہ پیش کرتے ہیں میں نے تعیین حکم کا اس تحریر میں ذکر کیا ہے بھلا کوئی مولویصاحب سے پوچھے کہ تعیین حکم مناظرۂ تحریری کے منافی ہے (قلت) مجتہد صاحب اول تو ہمنے اپنے دلیل کو اسپر منحصر نہیں کیا سب سے بڑی دلیل تو آپ کے گریز کی پبلک کی عین شہادت ہے پھر وہ جواب ہے جو ابھی اوپر گذر رہا حکم کا معاملہ تو یہ آپ کی ناسمجھی و کم فہمی ہے کہ آپ معمولی اردو کا مطلب بھی نہیں سمجھتے اور دعوی اجتہاد رکھتے ہیں میں نے یہ نہیں لکھا کہ مطلق تحریری مناظرہ کیلئے تعیین حکم منافی ہے بلکہ میں نے جناب کے طریق مناظرہ پر اعتراض کیا ہے جو جناب نے بطور خود ایجاد کیا ہے اور جو آجتک کسی کو بھی نہ سوجھا تحریری مناظرہ اگر ہر دو فریق کے موجودگی میں ہو تو بیشک اوسکے لئے بھی حکم کی ضرورت ہوسکتی ہے لیکن ایسے تحریری مناظرہ میں کہ جسمیں فریق مخالف کو بھی اطلاع نہ دیجائے کہ میں نے مسائل مبحوث عنہا کو منظور کیا یا نہیں اور اندرون خانہ بیٹھکر ایک رسالہ لکھدیا جائے اور باوجود تحریری تقاضہ پر تقاضا بھیجنے کے بھی اصل جواب سے گریز کیا جائے اسکے لئے یقیناً حکم سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ تعیین حکم اوسوقت بالکل عبث اور لایعنی ہے اگر خود آپکو کچھ نہ آتا ہو تو مناظرہ کی چھوٹی سی کتاب رشیدیہ ہی ہیں دیکھ لیجئے تو معلوم ہو جائیگا کہ مناظرہ کا طریقہ کیا ہے اور وہ تحریری مناظرہ جو پبلک کے روبرو اور حکم کے سامنے ہو من وجہ تقریری ہی کہلاتا ہے۔ اسلئے کہ ہر شخص کو پبلک کے سامنے اپنی تحریریں وہیں سنانا پڑتی ہیں اگر آپ میری تحریر کا جواب دیتے تو میں تو اوسکے لئے بھی تیار تھا اسلئے کہ میں نے سنا تھا کہ مولویصاحب اسقدر مسکین ہیں کہ مردوں میں بات کرتے گھبراتے اور شرماتے ہیں۔ مگر افسوس کہ آپنے کروٹ ہی ٹٹی سے بات کرتے ہیں یہ چلمن سے جھلکے بیٹھے ہیں نہ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں۔ (قال) میری تحریر میں بیجا تصرف و بہتان نہیں تو کیا ہے (قلت) افسوس ہے مجتہد صاحب کے عقل پر لکھتے وقت ہوش و حواس بھی بجا نہیں مولویصاحب نے تعیین وقت کا الزام آپکو نہیں دیا بلکہ اردو کی اس سادہ عبارت کا مطلب حیف ہے کہ آپ جیسا مجتہد نہ سمجھ سکا یہ ہے

کہ جب میرے اور آپ کے درمیان تعیین حکم و تعیین وقت کا معاملہ تحریراً جاری تھا تو اوس کے طے ہونیکے قبل کس ضابطہ سے جناب نے جواب لکھنا شروع کردیا مگر سمجھے اونکی بلا۔ انہیں تو اپنا بدلہ لینا چاہیے خود اس کے بدولت ہی اقراری مجرم کیوں نہ بنجائیں (قال) نہ کوئی صاحب اسبارے میں مجھ سے تحریری یا تقریری گفتگو کی تکلیف گوارا فرمائیں) سے آپکی آمادگی مجھ سے تحریری مناظرہ پر صراحتہً پائی جاتی ہے (قلت) سبحان اللہ الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ وہی مثل جناب کی ہے مجھے تو واللہ آپکی اس لفظ تحریری پر بار بار استدلال کرنے پر بیحد ہنسی آتی ہے اور جو طالب علم بلکہ ایک عامی بھی اسکو سنتا ہے تو بے اختیار ہنس دیتا ہے مولویصاحب سے ٹھوکریں مت کھائیے چلئے سنبھل کر دیکھکر یہ چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھکر۔ میری اردو کی عبارت کا یہ مطلب نہیں جو جناب نے اجتہاد سے فرمایا کاش کہ آپ کو نفس امارہ اجتہاد کی غلط ترغیب نہ دیتا تو یوں معمولی معمولی عبارتوں میں ٹھوکریں نکھاتے عبارت کا تو صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ چونکہ اسوقت میری گفتگو دربارۂ مناظرہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سے ہو رہی ہے اسلئے یہ سمجھکر کہ ہمارا مولوی مناظرہ سے جان چراتا ہے کوئی غیر مقلد صاحب مجھ سے زبانی یا بذریعہ تحریر جیساکہ بالآخر پیش آیا کسی دوسرے مناظر کی متعلق گفتگو نہ کریں۔ تاوقتیکہ مولویصاحب میدان میں نہ آجائیں یا عجز مناظرہ سے صاف مطلع نہ کردیں اسمیں مناظرہ تحریری یا تقریری کا تو ذکر تک نہیں کیا آپنے اس تحریر کو نہیں پڑھا جسمیں انجمن اہل حدیث کے جانب سے آپکی شکست پر دوسرے مناظر مولوی احمد صاحب کے متعلق مجھ سے درخواست کیگئی ہے اور جسمیں آپکو گھر سے ہی ندامت و خفت کا تمغہ ملا ہے مولویصاحب میں اسی قسم کی تحریر کے متعلق لکھ رہا ہوں مناظرۂ تحریری کا وہاں کوئی ذکر نہیں (قال) میری مفصل تحریر کو دیکھکر جلد جواب تحریر فرمائیں الخ (قلت) مولویصاحب اس کا بھی وہی جواب ہے جو اوپر گذرا۔ ان دونوں عبارتوں میں مناظرہ تحریری یا تقریری کے متعلق نہیں کہا جا رہا ہے۔ بلکہ منظور ہی مناظرہ زبانی جس کا مفصل حال میں نے تحریر میں لکھا ہے اوس کا جواب طلب کیا جا رہا ہے مگر آپ بھی معذور ہیں اسلئے کہ جناب کی تمام ذلت و رسوائی کا پردہ اگر ڈھک سکتا ہے تو اسی ایک لفظ کو پیچیدہ بنانے سے ممکن ہے اسی لئے تو آپ اسمیں جان توڑ کوشش فرما رہے ہیں مگر عقلمند اس سے دھوکا نہیں کھا سکتے (قال)

اولاً آپکو مجھ سے تحریر کا مطالبہ ہی نہیں کرنا چاہئے تھا (قلت) میں نے کوئی مطالبہ بطور خود آپ سے نہیں کیا جیسا کہ گذر چکا فلعنۃ اللہ علی الکاذبین (قال) ثانیاً آپ کو میری تحریر کے جواب میں صرف اس قدر لکھ دینا کافی تھا کہ مسائل مبحوث عنہا کی تعیین مجلس مناظرہ میں ہو جائیگی الخ (قلت) میں ضرور ایسا ہی کرتا لیکن جانتا تھا کہ مولویصاحب جب بمشکل تمام ساری رات اور آدھے دن کی خوشامد کے بعد مریدین کے مرضی کے مطابق آمادہ ہوئے ہیں تو اب اگر انکو مسائل لکھکر نہیں دیتا تو خوئے بدرا بہانہ بسیار کا معاملہ ہو جائیگا۔ دوم کیا مجتہد صاحب یہ بھی کوئی قانون مناظرہ ہے کہ اگر مسائل مبحوث عنہا کو لکھکر دیا جائے یا شرائط لکھکر طے کئے جائیں تو اسکی وجہ سے مناظرہ بھی تحریری ہی ہونا چاہئے مولویصاحب ابھی آپ بچے ہیں آپ تو بھنڈوسے ہی میں رہکر زندگی بسر کی ہے مناظروں سے واقف نہیں مسائل مبحوث عنہا و شرائط مناظرہ ہمیشہ تحریری ہی طے ہوا کرتی ہیں مناظرہ تقریری ہو یا تحریری (قال) ثالثاً یہ کس لئے لکھا جواب تحریر فرمائیں الخ (قلت) ان سب باتوں کا جواب گذر چکا کہ اس سے مراد مناظرہ تحریری نہیں ہے بلکہ جواب تحریر طلب کیا گیا ہے۔ (قال) میں نے مناظرہ تقریری کی صراحت جا بجا کی عذر گناہ بدتر از گناہ ہے اس سے انکار کب کیا الخ (قلت) مولوی صاحب ہم بھی آپکی اس مثل پر صاد کرتے ہیں اسلئے کہ یہاں تو آپ مسئر مناظرہ تقریری کی صراحت سے منکر نہیں ہیں لیکن صفحہ (۳) پر فرماتے ہیں کہ خاکسار کو دعوت مناظرہ (بلا قید تحریری و تقریری) دینے لگے اکیا مولویصاحب صراحتاً مناظرہ تقریری اور بلا قید تحریری و تقریری میں آپکے نزدیک کوئی تعارض ہی نہیں ملنے افسوس کہ آپ کسی سے (کبری) ہی پڑھ لیتے تو ایسی جہالت کی باتیں نکرتے کیا جناب کی یہی قابلیت ہے کہ شئی مقید اور شئی مطلق میں بھی تمیز نہیں کرتے۔ مولویصاحب آپکی ایسی باتوں پر تو عوام بھی ہنستے ہیں نہ معلوم آپکی عقل کہاں رفو چکر ہو گئی کہ ذرا ذرا سی باتوں کو بھی سمجھنے سے قاصر ہیں، مجتہد صاحب آپ کی تو وہی مثل ہے ؎ آنچہ مردم میکنند بوزینہ ہم ۔ آن کہ از مردم ببیند دمبدم۔ (قال) مانا کہ آپنے اپنی تحریر میں مناظرہ تقریری کی تخصیص کرلی کیا اس سے یہ لازم آئیگا کہ اس تخصیص و حصر کو میں نے بھی تسلیم کرلیا۔ (قلت) مجتہد صاحب ہمنتو

اسی بات پر آپکے عقل کو رد رہی ہیں کہ نہ آپ نے ہمارے مقید مناظرہ کو بقول اپنے تسلیم کیا اور نہ پھر ہماری تحریر کے جواب میں جس میں اس مقید کر دینے کو جناب بھی تسلیم فرماتے ہیں کوئی تحریر بھیجی جسمیں اپنے مطلق مناظرہ کے یا مناظرۂ تحریری کے قبول ہی کی کوئی تصریح ہوتی بلکہ اسکے برخلاف خاموش ہو کر گھر میں بیٹھ گئے۔ اور دل ہی میں سمجھ لیا کہ اب ہمنے مناظرۂ تحریری شروع کر لیا چاہے خصم کو اس کی اطلاع نہو آپ تو کچھ اسوقت ایسے بدحواس ہو رہے ہیں کہ خود اپنے کہے ہوئی کو بھی جھٹلاتے ہیں کبھی تو فرماتے ہیں کہ تو نے مناظرہ کے متعلق کوئی تخصیص تقریری یا تحریری کی نہیں کی تھی اور کبھی فرمانے لگتے ہیں کہ ہمیں تسلیم ہے کہ تونے تقریری مناظرہ کی تخصیص کی لیکن ہمنے اس حصر کو نہیں مانا۔ نہ معلوم کہ آپکو کیا ہو گیا ہے۔ اس کے بعد مجتہد صاحب اپنی شکست کے غم و غصہ میں جو پبلک کے سامنے خاکسار نے بذریعہ اشتہار شایع کی تھی پورے ایک صفحہ تک سخت و سست لکھتے اور مجکو گالیاں دیتے چلے گئے ہیں جسکے متعلق ہم بحمد اللہ نہایت خوش و خورم ہو کر اور اپنی سچی فتح پر ناز کر کے جناب کی ان گالیوں کے متعلق صرف اسیقدر کہدینا کافی سمجھتے ہیں کہ مجتہد صاحب سے زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا۔ (قال) افسوس کہ آپنے اپنے سمجھدار طبقہ کو بھی بدنام کیا (قلت) ہمارا بھی اسی پر صاد ہے بیشک جو ذلت کہ آپکی وجہ سے حضرات غیر مقلدین کو ہوئی بقول انہیں کے اس سے پہلے کبھی نہوئی تھی جبھی تو آپکے ایک مقرب نے سنا ہے کہ غصہ میں آپکو یہانتک کہدیا (مُنْڈِی نَمْنِی مُوْلِکْ اَدُنْڈْ دَم) یعنے رانڈ کے بھروسہ پر ہماری ناک کٹ گئی۔ سبحان اللہ کیا عزت ہے سچ ہے سہ گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد ٭ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد) وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر (قال) معاہدہ کے الفاظ بھی صاف نقل کر دیتے (قلت) میر اشکوک بانی مناظرہ کا چیلنج دینا اور آپکا اوس پر آمادگی کی تحریر بھیجنا جسکا کہ خود جناب کو بھی اقرار ہے باہمی معاہدہ نہیں تو اور کیا ہے کیا جناب کے منطق میں معاہدہ فقط لفظ معاہدہ کے ہی کہنے سے ہوتا ہے اگر ایسا ہے تو یہ جناب کی ناسمجھی ہے (قال) اور سنئے معاہدہ تو باہم بقاعدہ ہوتا ہے الخ (قلت) مجتہد صاحب ناحق آپ اپنی فضول اکبری دانی کا زور دکھلاتے ہیں مجھے کب اس سے انکار ہے میں نے تو ابھی ابھی طرفین سے ہی معاہدہ کا ثبوت دیا ہے لہذا یہ آپکا زور نخواہ مخواہ عوام فریبی نہیں

تو اور کیا ہے (قال) ہمارے پاس اسکا کوئی وثیقہ نہیں الخ (قلت) مجتہد صاحب نے یہاں تو حیا
کو بالکل بالائے طاق رکھدیا اور فرماتے ہیں کہ اس کا کوئی وثیقہ ہمارے پاس نہیں کہ تونے ہم سے
زبانی مناظرہ کی شرط کی تھی حالانکہ خود ہی صفحہ گیارہ پر میرے یہ الفاظ نقل کرتے ہوئے (میں نے
مناظرہ تقریری کی صراحت جا بجا کی ہے) ارشاد فرماتے ہیں "تمنے اس کا انکار کیا" اور اب صفحہ
۱۳ پر دوسری کا انکار فرما رہے ہیں سچ ہے دروغگورا حافظہ نباشد اذا لم تستحی فاصنع ما شئت
(قال) کیا اچھا ہوتا میرے انکاری الفاظ بھی تحریر کر دیتے (قلت) مجتہد صاحب کے تو ندامت کی
وجہ سے ہوش و حواس بھی بجا نہ رہے جب جناب ہی جگہ جگہ اپنی اس تحریر میں انکار کا اقرار کر رہے ہیں تو
اب مجھے اس سے زیادہ ثبوت پیش کرنیکی اور حاجت ہی کیا ہے ملاحظہ ہو اپنا یہ جملہ نمبر ۱ اگر مولویصاحب
کو تحریری مناظرہ منظور نہیں تھا تو ہم سے کیوں بار بار آپ نے تحریر کا مطالبہ
کیا نمبر ۲ بھلا کوئی مولویصاحب سے پوچھے کہ تعیین حکم مناظرہ تحریری کے
منافی ہے) یہ عبارتیں صاف پتہ دیتی ہیں کہ میرے مطالبہ مناظرہ کے وقت آپ تقریری مناظرہ
کے لئے قطعاً تیار نہ تھے ورنہ بار بار میری صراحت تقریری پر کیوں اسوقت میدان مناظرہ میں
تشریف نہ لائے. تاکہ معاملہ صاف ہو جاتا رہا شاہد عدل کا معاملہ سو ہماری جماعت کے تو کسی کی
کا آپ اعتبار کرنے ہی سے رہے. اسلئے اگر اپنے مریدوں میں سے ہی حلفیہ آپ دریافت کریں گے تو
انہیں ہی میں کوئی شاہد عدل ملجائیگا (قال) کیوں جناب میرے اس جملہ (آپ کا شوق تقریری مناظرہ
بھی انشاء اللہ پورا کر دینگے) کا آپ کے طبعزاد علم معانی میں انکار مناظرہ تقریری ہے شاباش (قلت)
مجتہد صاحب اس شاطرانہ اور عیارانہ چال کو چلکر بیحد خوش ہیں اور بچوں کے کھیل کی طرح بزعم خود بازی
جیت لینے کے خیال سے جامہ سے باہر نکلے جاتے ہیں مجتہد صاحب اگر آپکو علم معانی سے کچھ بھی مس ہوتا
تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ بیشک کبھی انکار بصورت اقرار بھی ہوتا ہے جو مقام کے قرینہ سے پہچانا جاتا
ہے اور علم مناظرہ میں عوام فریبی و خصم کو دھوکے میں ڈالنے کے لئے بھی کام آتا ہے جیسا کہ آپ نے میرے
ساتھ کرنا چاہا تھا لیکن بحمد اللہ میں نے اس کا اچھی طرح پول کھولدیا مجتہد صاحب آپکا بوقت مطالبہ

میدان مناظرہ میں نہ آنا اور اس سے جان چرا جانا آپکے انکار کا جو بصورت اقرار ہے عمدہ اوصاف
قرینہ ہے جسکو ہر سمجھدار بھی سمجھ سکتا ہے بھلا جو شخص ببانگ دہل پکارنے اور چلانے سے بھی میدان میں نہ آئے کیا
اسکے یہ اقراری الفاظ کسی کو دہوکے میں ڈال سکتے ہیں ہمنے تو اوسیوقت آپ کی جوابی تحریر میں لکھا تھا
(جب آپ آئندہ کیلئے زبانی مناظرہ کے لئے تیاری کا ملمع شدہ وعدہ کر رہے ہیں تو ابھی کیوں نہیں عوام کی
تسکین زبانی مناظرہ کر کے کر دیتے) مجتہد صاحب آپ اور آپکے مریدین اس وعدہ سے کچھ خوش ہولیں
باقی اہل نظر تو اسکو صاف گریز سمجھتے ہیں سہ ہمکو معلوم ہے وعدونکی حقیقت لیکن ۔ دلکے بہلانیکو
بیشک یہ خیال اچھا ہے۔ (قال) کیا اسلام ایسے ہی مناظرہ کی تعلیم دیتا ہے الخ (قلت) کیا اوسکی
تعلیم دیتا ہے کہ ملک میں انتشار رہے اور خود اونکی طلب ہو کہ باہم زبانی گفتگو کر کے معاملہ ختم ہو جانا چاہیے
اوسوقت گریز کر کے تحریر بازی کے طرف بھاگنا اور مسلمانوں کو پریشان کرنا اور آمادگی ظاہر کر کے وعدہ
خلافی کرنا ہی اصلاح ذات البین ہے۔ فلاحول ولاقوۃ الا باللہ آپ کی حالت تو بالکل اوس مصلح
کی سی ہے جسکے متعلق کہا گیا ہے واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون
الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون (قال) مولویصاحب نے مناظرہ تحریری سے تو
صاف انکار کر دیا (قلت) ہمنے تو مجتہد صاحب کا پیچھا تحریر میں بھی نچھوڑا اور یہاں بھی ایک تحریری تھی
شکست اور ہزیمت اونکو دی لیکن مجتہد صاحب نے میری دعوت مناظرہ تقریری میں فرار ہی کو مناسب
سمجھا اور آجتک میدان میں نہ آئے اور اب سنتے ہیں کہ حیدرآباد کو فرار ہو گئے) کہئے مجتہد صاحب آپ
ہارے یا ہم ہارے ہیں لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون
آگے چلکر پھر مجتہد صاحب صاف صاف گالیوں پر اتر آئے ہیں اسکے لئے تو اسیقدر کہدینا کافی ہے سہ
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست (قال) مولویصاحب وجوب تقلید شخصی کے ابطال میں ہمارے
بڑے وہی ہیں جنکو آپ بھی بڑا مانتے ہیں الخ (قلت) دیدہ خواہد شد ہمیں تو یہی نظر آتا ہے کہ مجتہد
صاحب اس میدان میں بھی ثابت قدم رہتے نظر نہیں آتے اور سابق کی طرح اس سے بھی گریز ہی کا
راستہ اختیار کرینگے (قال) ہماری جوابی تحریر واپس کر دی اور فاحش شکست کھائی (قلت)

لفظ فاحش شکست اور ردّو اشعار ان سب چیزوں میں تو جناب میری ہی نقالی فرما رہے ہیں اگرچہ نقالی میں بھی کامل نہیں ہیں فرق صرف اتنا ہی کہ جناب تو ان دعووں کے ساتھ دلیل کسی ایک کی بھی نہیں اور ہم بفضلہ ہر دعوی پر دلیل رکھتے ہیں جیسا کہ ناظرین رسالہ پر روشن ہے (قال) اور ان دونوں نے اپنے تقریروں میں عوام کو بھڑکایا الخ (قلت) اس کا جواب تمہید میں بدلائل گذر چکا یہ مجتہد صاحب کی عیاری ہے دوسروں پر الزام رکھکر جان بچانا چاہتے ہیں (قال) تو آپ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اور سکوت اختیار کیا (قلت) فلعنة الله على الكاذبين اس کا بھی جواب گذر چکا مجھ سے منجانب اہل حدیث سوال ہوا تھا۔ لہذا ادھر سے بھی مقلدین کی جانب سے اس کا جواب مسکت اور دندان شکن چھاپکر شایع کر دیا گیا۔ ہاں آپ نے اور آپکی جماعت نے آجتک اس کا جواب نہیں دیا جس سے آپ پر دعوی ثابت ہے (قال) میں نے مدافعانہ تقریریں شروع کیں (قلت) اس کا بھی مفصل جواب دیا جا چکا آپ کتنے ہی حیلہ بازی سے کام لیں اپنے دعووں کے بارے سے سبکدوش نہیں ہو سکتے (قال) وجوب تقلید شخصی کا بطلان ثابت کیا (قلت) سبحان الله دعوی تو تقلید شخصی کے کفر و شرک کا تھا اور میدان ثبوت میں خوف کی وجہ سے جان بچانے کیلئے یہ حیلہ تراشا خیر دیدہ باید (قال) رفع الیدین اور جہر بآمین کی سنیت ثابت کی اور فرضیت فاتحہ خلف الامام کا ثبوت دیا (قلت) مجتہد صاحب تحریر کے میدان میں آئے تو سب دعوے جو تقریروں میں کیا کرتے تھے بھول گئے اور سیدھی سیدھی حنفیت اور شافعیت کے اختلاف میں محدود ہو گئے مگر ہم پھر بھی دیکھتے ہیں کہ آپ جناب کیا گلفشانی فرماتے ہیں (قال) اور حضرت شاہ صاحب کے تصانیف کو تقلید کی دو قسمیں ثابت کیں جس میں ایک قسم واجب ہے (قلت) ہمیں بھی اس سے انکار نہیں (قال) اور تقلید شخصی یعنے تقلید امام واحد از ائمہ اربعہ کی فی جمیع المسائل بھی نہیں ہے (قلت) یہ صرف آپ کی سمجھ اور عقل کی کوتاہی ہے (قال) یہی متنازع فیہ ہے جسکو دلائل سے ہرگز ثابت نہیں کرسکتے اور نہ اس تقلید کا وجود دنیا میں ہے چہ جائیکہ اسکا وجوب ثابت ہو۔ (قلت) مجتہد صاحب کی سمجھ نہ معلوم کہاں چلی گئی جس تقلید کو وہ متنازع فیہ فرما رہے ہیں اسکو

آگے چلکر فرماتے ہیں کہ اس کا وجود ہی نہیں افسوس بریں عقل و دانش بباید گریست (جب اس کا وجود دنیا میں مفقود ہے تو پھر حنفی شافعی مالکی حنبلی مقلدین پر کیا طعنہ ہے پھر تو یہ سب اوسی قسم واجب کے مقلد ہیں جسکا وجود دنیا میں ہے اس صورت میں نزاع کہاں رہا سہ یہ گھر جو جل رہا ہے تیرا ہی گھر نہو بیلیجئے جس وجوب کا آپ انکار کر رہے تھے اور مقلدین کو طعنہ دیتے تھے خود ہی اپنے قول سے مجتہد صاحب اوسی جال میں آگئے سہ الجھا ہے پیر یار کا زلف دراز میں ۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔ (قال) بلکہ مطلق تقلید جو مقسم ہے اوسکی یہ ایک قسم ہے جسکو تقلید مطلق کہتے ہیں اور اوس سے کسی عامی کو چارہ نہیں ہے نہ اسمیں ہمارا نزاع ہے (قلت) مجتہد صاحب کا قلم اب دلائل کے وقت ڈگمگانے لگا آپ فرماتے ہیں کہ "مطلق تقلید کی یہ ایک قسم تقلید مطلق ہے" مجتہد صاحب اسی مقسم کی جسکو حضرت شاہ صاحب تقلید واجب کہتے ہیں دوسری قسم تقلید شخصی بھی ہے جس سے آپ جان چراتے ہیں بہتر ہوتا کہ مطلق کی دونوں قسمیں صاف صاف بیان کر دیتے پھر نہ معلوم اوس سے کیوں گریز کر گئے۔ رہا نزاع کا معاملہ اوسے تو جناب نے پہلے ہی واضح کر دیا ہے کہ متنازع فیہ کا تو وجود ہی دنیا میں نہیں لہذا جس قدر بھی حنفی شافعی مقلدین ہیں وہ سب کے سب آپکے قول کے مطابق حضرت شاہ صاحب کی ہی بیان کردہ تقلید واجب میں داخل ہیں جو در حقیقت تقلید نہیں بلکہ اتباع روایت ہے خواہ وہ کسی امام معین کے ہی تحت میں کیوں نہو (قال) حضرت شاہ صاحب عقد الجید میں فرماتے ہیں اعلم ان

تقلید المجتہد علی وجہین واجب وحرام فاحدہما ان یکون الخ (قلت) مجتہد صاحب ابتدا ہی میں کچھ ایسا گھبرا گئے کہ پہلے تو جن مقلدین کے مقابلہ میں تقلید شخصی کو باطل و حرام ثابت کرنیکے لئے زور و شور کیساتھ اٹھے تھے وہ مصداق سہ ای روشنی طبع تو بر من بلا شدی کے انہیں کیلئے وبال جان ہو گئی اور بالآخر انہیں کے قول کیمطابق حنفی شافعی مقلدین کی تقلید میں کوئی اعتراض باقی نہ رہا اور وہ بھی مطلق تقلید کے وجوب میں بلحاظ اوسکی ایک قسم تقلید شخصی کے داخل ہو گئے لیکن جب کچھ ہوش آیا تو اب دوسری کروٹ لی۔ اور اپنے زعم

باطل ہیں عقد الجید کی طول طویل عبارت نقل فرما کر متنازع فیہ تقلید شخصی کو باطل اور حرام ثابت
کرنیکی ٹھیرائی۔ کوئی ذرا مجتہد صاحب سے دریافت کرے کہ اسمیں کس جگہ حضرت شاہ صاحب
رحمۃ اللہ نے تقلید شخصی کو مطلقاً باطل کہا ہے عبارت کو اول سے آخر تک پڑھ جائیے تو اوس
میں اسکا کہیں تذکرہ بھی نہیں ملیگا۔ اس عبارت میں جو کہ صفحہ (۹۶) کی ہے تو کجا اس فصل میں
بھی کسی جگہ تقلید شخصی کے مطلقاً ابطال پر ایک لفظ بھی موجود نہیں۔ البتہ اس عبارت میں
جسکو اپنی غلطی سے مجتہد صاحب تقلید مطلق پر محمول فرماتے ہیں تقلید شخصی کے وجود و وجوب
کو ایک قید کے ساتھ مقید کیا جا رہا ہے اور اسی پر زور دیا جا رہا ہے جس کا ہمیں بھی انکار نہیں
بلکہ تقلید شخصی کے وجود اور وجوب بالغیر کے لئے ممد و معاون ہے۔ شاہ صاحب کی اس تمام
عبارت کا خلاصہ صرف اسقدر ہے کہ جاہل بالکتاب والسنۃ کو کسی فقیہ کی طرف رجوع کرنا واجب ہے
اور اگر کوئی اوسکو حدیث صحیح خلاف قول فقیہ ثابت ہو جائے تو وہ حدیث پر عمل کرے۔ بندہ نواز شاہ صاحب
نے تو تقلید شخصی متنازع فیہ کو اور مضبوط کر دیا اس لئے کہ اگر کوئی شخص کسی ایک فقیہ سے تمام مسائل میں
رجوع کر لے اور اوسکو کوئی مسئلہ اپنے امام کا خلاف حدیث صحیح صریح ثابت ہو جائے۔ بشرطیکہ اسکا
اہل بھی ہو جیسا کہ آگے حضرت شاہ صاحب ہی کی عبارت سے ظاہر ہو جائیگا۔ تو اس حدیث پر عمل
کر لینے کے باوجود پھر بھی بقول حضرت شاہ صاحب۔ وہ اس فقیہ کی تقلید سے باہر نہیں اسلئے کہ ائمہ رحمہ اللہ
اپنے مقلدین کیلئے اپنے اپنے اقوال میں اسکی تصریح کر رہے ہیں جنکو حضرت شاہ صاحب نے یہاں نقل
فرمایا ہے تو اب اگر بحث ہو سکتی ہے تو اسمیں تو ہو سکتی ہے کہ آیا ہم جس امام کے مقلد ہیں اور جسکا
اتباع در اصل اتباع روایت ہے اوس کے کسی مسئلہ کو خلاف حدیث صریح پاتے ہیں یا نہیں اگر
نہیں پاتے تو بقول حضرت شاہ صاحب ہمکو اوسکے اقوال پر عمل واجب ہوا۔ اور یہی تقلید شخصی ہے اور
اگر خلاف پاتے ہیں تب بھی حدیث پر عمل کرنیسے اوس فقیہ کی تقلید سے خارج نہیں ہوتے۔ اور حنفی
کے حنفی اور شافعی کے شافعی رہتے ہیں۔ رہا یہ امر کہ یہاں حضرت شاہ صاحب نے حدیث صریح صحیح کے خلاف
قول امام پر عمل کرنے کا امر عامی کو جو جاہل بالکتاب والسنۃ ہے فرما کر حق دیدیا ہے تو اسمیں دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ گو یہاں

تو اسکی تشریح نہیں ہے لیکن جس جگہ حضرت شاہ صاحب نے اسپر مفصل بحث کی ہے کہ امام کے قول کو خلاف حدیث صریح صحیح حکم لگانیکا اور اس حدیث ظاہر پر عامل ہونیکا کس کو حق ہے یہ پہ مفصل بحث تو آگے آرہی ہے لیکن مختصر یہاں بھی اسقدر سمجھ لیجئے کہ حضرت شاہ صاحب اس حکم لگانیکا حق عامی کو بالکل نہیں دیتے بلکہ متبحر فی المذہب کو دیتے ہیں اسی لئے اس بحث کو اسی کی فصل میں بیان کیا ہے اور عامی کا مسئلہ جدا بیان کیا ہے۔ چنانچہ خزانۃ الروایات کی اس بحث کے ماتحت ولا یشتغل بمعانی النصوص والاخبار والعمل علیہا کالعامی۔ یعنے متبحر فی المذہب کو بھی معانی نصوص اور احادیث اور انپر عمل کرنیکی طرف مشغول ہونا درست نہیں جیسا کہ عامی کے حق میں ہے۔ اور امام ابو یوسف کی اس عبارت کے ماتحت لان العامی الاقتداء بالفقہاء لعدم الاہتداء فی حقہ الی معرفۃ الاحادیث یعنے عامی کو فقط فقہاء کی ہی اقتداء کرنا چاہیئے چونکہ وہ احادیث کی معرفت اور پہچان سے جاہل ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ھذا فی العامی الصرف الجاہل الذی لا یعرف معانی النصوص یعنے یہ دونوں حکم اس عامی کے حق میں ہیں جو نصوص و احادیث کی حقیقت اور ان کی معرفت سے بالکل جاہل ہو۔ تو اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر جاہل بالکتاب والسنۃ عامی محض ہے تو حضرت شاہ صاحب کے نزدیک باتفاق علماء اسکو احادیث میں نظر کرنیکی بجائے فقہاء کے فتوی پر عمل کرنا ضروری ہے اسلئے کہ وہ نہیں جانتا کہ حدیث صحیح صریح کسطرح کس قول کے موافق یا مخالف ہوتی ہے۔ اور اگر جاہل بالکتاب والسنۃ اس درجہ میں ہے کہ ان کے معانی تو جانتا ہے لیکن ان نصوص کتاب و سنۃ میں اجتہاد نہیں کرسکتا تو اپنے متبحر فی المذہب کو حضرت شاہ صاحب اس اجازت کو جائز رکھتے ہیں اور جو شرطیں حضرت شاہ صاحب نے متبحر فی المذہب کی بیان فرمائی ہیں ان کے ماتحت ہمارے اور اکابر بھی اس کو جائز رکھتے ہیں تو پھر کسی ایک عام لفظ سے ناجائز فائدہ اٹھانا اور اوسکی اصل تفصیل اور بحث سے گریز کرنا کسی دیانت دار آدمی کا کام نہیں ہے۔ بہر حال یہ بات تو بھی حضرت شاہ صاحب کی ہمارے ہی موافق رہی۔ اسلئے کہ اس اجازت میں ہم جیسے یا آپ جیسے مقلد مجتہد نہیں آسکتے۔ اگرچہ آپ اس کا کتنا ہی دعوی

کریں یہ سب اپنے منہ میاں مٹھو بنتا ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ ہم آپ کی خاطر سے تسلیم کئے لیتے ہیں کہ ہر خواڑی۔ بساطی اور جاہل سے جاہل کو اختیار ہے کہ وہ کسی حدیث کو امام کے مخالف ہونیکا حکم لگادے مگر سوال یہ ہے کہ امام شافعیؒ کا پہلا قول اذا صح الحدیث فھو مذھبی اور اسی طرح ائمہ ثلاثہ کے اقوال جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے نقل فرمائے ہیں انکا کیا مطلب ہے کہ ہمنے ایک حدیث یا چند حدیث اپنی سمجھ کے مطابق امام کے قول کے خلاف سمجھیں تو امام پر حکم لگا دیا کہ اس کا قول حدیث صحیح کے خلاف ہے اگر آپ نے یہ سمجھا ہے تو یہ بالکل باطل اور لغو ہے۔ جیسا کہ آجکل آپ نے ان عبارتوں سے ناجائز فائدہ اٹھا کر رفع یدین وغیرہ میں حضرت امام اعظمؒ کو نشانہ ملامت بنا رکھا ہے یا بعض مسائل میں امام شافعیؒ کو حدیث کے خلاف کا حکم لگا دیا ہے۔ سنئے علامہ ابن دقیق العید مالکیؒ فرماتے ہیں۔ واما کونہ مذھبا للشافعی لکونہ قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔ یعنے امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ اسمیں اعتراض ہے شیخ عینی رحمۃ اللہ اسکو نقل فرما کر لکھتے ہیں۔ وقال بعضھم وجہ النظر ان محل العمل لھذہ الوصیۃ ما اذا عرف ان الحدیث لم یطلع علیہ الشافعی اما اذا عرف انہ اطلع علیہ وردہ او تاولہ لوجہ من الوجوہ فلا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ابن دقیق العید کے اعتراض کا یہ مطلب ہے کہ اس وصیت پر جب عمل درست ہے کہ یہ تحقیق ہو جائے کہ یہ حدیث امام شافعیؒ کو نہیں پہنچی لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ انہیں اس حدیث کا علم تھا اور پھر انھوں نے بعض دلایل سے اسکو رد کر دیا یا اسمیں تاویل کر دی ہو تو اب اس وصیت سے فائدہ اٹھانا درست نہیں۔ فتح الباری میں بھی اسپر کافی بحث کی ہے لہذا ان ائمہ کے اقوال اسی مذکورہ بالا توجیہ پر محمول ہیں نہ کہ جو آپ نے سمجھا ہے اور جیسا کہ دھوکا دینے کیلئے آجکل رفع یدین وغیرہ میں امام صاحب پر طعن ہے حالانکہ امام صاحب کو رفع یدین کی حدیثیں پہنچ چکی ہیں اور انھوں نے اس بارے میں امام اوزاعی سے من حیث الحدیث مکہ معظمہ میں مناظرہ بھی کیا ہے۔ جو طبقات شافعیہ۔ عینی وغیرہ میں مذکور ہے۔ یا امام

شافعیؒ پر بعض مسائل میں اعتراض ہے حالانکہ انپر بھی انکی احادیث پہنچ چکی ہیں تو یہ نہ حضرت شاہ صاحب کا مطلب ہے اور نہ اس سے آپ ناجائز فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ بلکہ تمام ارشادات آپکے دعویٰ کی تردید کر رہے ہیں۔ بہرحال دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بھی آپکے مطلب کے موافق نہیں۔ دیکھئے حضرت شاہ صاحب کی عبارت کو ملاحظہ فرمائیے تو خود بخود معلوم ہو جائیگا کہ اس جگہ تقلید شخصی ہی کی ایک قسم کا ذکر ہو رہا ہے۔ وھو ھذا وامارۃ

ھذا التقلید ان یکون عملہ بقول المجتھد کالمشروط بکونہ موافقا للسنۃ

یعنے علامت اس تقلید کی یہ ہے کہ مجتہد کے قول پر اس شرط پر عامل رہے کہ وہ موافق سنت کے ہو لفظ المجتہد اس بات پر صاف دلالت کرتا ہے کہ عامی کو شرط مذکورہ کے ساتھ کسی ایک مجتہد کا مقلد ہونا ضروری ہے نیز اس عبارت میں تقلید شخصی ہی کے مذکور ہونیکی ایک یہ بھی وجہ ہے کہ اس تقلید واجب کے مقابلہ میں جو دوسری قسم حرام بتائی گئی ہے اوس میں صاف صاف تصریح ہے کہ اوس جگہ وہ تقلید شخصی مراد ہے۔ جو شرط مذکورہ بالا کے خلاف ہو۔ ملاحظہ فرمائیے

والوجہ الثانی ان یظن بفقیہ انہ بلغ الغایۃ القصوی فلا یمکن ان یخطاء فمہما بلغہ حدیث صحیح صریح یخالف مقالتہ لم یترکہ او ظن انہ لما قلدہ کلفہ

اللہ بمقالتہ) اور تقلید حرام کی یہ صورت ہے کہ کسی فقیہ کو گمان کرلے کہ وہ علم میں انتہا کو پہنچگیا ہے ممکن نہیں کہ وہ خطا کرے تو ایسے مقلد کو جب کوئی حدیث صحیح اور صریح پہنچی ہے جو اوس فقیہ کے قول کے مخالف ہو تو اس کے قول کو نہیں چھوڑتا یا یہ گمان کرے کہ جب میں اس فقیہ کا مقلد ہوگیا تو اللہ تعالےٰ نے اوسی کا قول ماننے کا مجھے مکلف بنا دیا ہے۔ اب ذرا ناظرین انصاف سے ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت شاہ صاحب نے ابتدائی فصل میں جس تقلید کو واجب فرمایا ہے اسے تو اس شرط کے ساتھ ان یکون عملہ بقول المجتھد کالمشروط بکونہ موافقا للسنۃ اور اس جگہ جس تقلید کو حرام فرما رہے ہیں اسے اس شرط کے ساتھ ان یظن بفقیہ انہ بلغ الغایۃ القصوی مقید کیا ہے تو اب اس سے یہ نتیجہ نکلا

کہ یہاں تقلید شخصی کی دو قسموں کا تذکرہ ہے جو اپنی شرطوں کے ساتھ واجب و حرام ہیں پس اگر یہاں تقلید مطلق کو مراد لیا جائے جیسا کہ مجتہد صاحب کا خیال ہے تو پھر تقلید حرام میں کسی قید یا شرط کے بڑھانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ صرف یہ کہدینا کافی تھا کہ تقلید کی دوسری قسم تقلید شخصی ہے اور یہ حرام ہے حضرت شاہ صاحب کا دونوں قسموں کو بالمقابل شرطوں کے ساتھ مقید کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ یہاں تقلید شخصی ہی کی دو قسموں کا ذکر ہے نیز تقلید واجب میں حضرت شاہ صاحب کا چاروں اماموں کے اقوال کو پیش کرنا اسبات کے لئے صاف دلیل ہے کہ اس تقلید سے مراد تقلید شخصی ہی ہے الحاصل حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی امام کی اسطرح تقلید کرے کہ خواہ اوسکو امام کا قول حدیث صحیح صریح کے خلاف ہی ثابت ہو جائے پھر بھی امام کے قول کو واجب اصلی سمجھکر اوسی پر عمل کرے یہ تقلید حرام ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ کرتا تو ہے امام معین ہی کی تقلید مگر نیت میں شرط یہی ہے کہ کہ میں اپنے امام کو معصوم عن الخطا نہیں جانتا نہ اوس کے قول کو وحی سمجھتا ہوں۔ پس اگر مجھے اپنے امام کا کوئی قول حدیث صحیح صریح کے خلاف دلائل سے ثابت ہو جائیگا تو اوسکو چھوڑ دونگا جیسا کہ حنفی علماء امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اکثر صاحبین بلکہ امام زفر کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں۔ باوجودیکہ امام اعظم کا قول کا خلاف حدیث ہونا ثابت بھی نہیں ہوتا بلکہ صرف مرجوح ہی معلوم ہوتا ہے تو ایسی تقلید غیر مجتہد کے لئے واجب ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ یہ حق بھی یعنے حدیث کا امام کے قول کے خلاف ہونے نہونے کا علم حضرت شاہ صاحب عامی اور جاہل کو نہیں دیتے بلکہ متبحر فی المذہب کو دیتے ہیں جیسا کہ آگے چلکر انشاءاللہ والحمد للہ ظاہر ہوگا نیز دنیا کا قاعدہ ہے کہ متکلم کے کلام کی توجیہ جیسا کہ وہ خود آپ کرسکتا ہے دوسرا کر نہیں سکتا۔ سو شاہ صاحب کی کتاب انصاف کی عبارت سے اس کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔ کہ اون کے نزدیک کونسی تقلید مقصود ہے فرماتے ہیں وبعد المائتین ظہر فیہم التمذہب للمجتہدین باعیانہم وقل من کان لا یعتمد علی مذہب مجتہد بعینہ وکان ہذا ہو الواجب فی ذلک الزمان یعنے

دو صدی کے بعد اوس میں مجتہدین کے مذہب معین کی تقلید شروع ہو گئی اور بہت ہی تھوڑے آدمی تھے جو کسی معین مذہب کے مقلد نہوں۔ اور یہی تقلید اس زمانہ میں واجب ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ عبارت زیر بحث میں کونسی تقلید مقصود ہے اور احتیاطاً اس جگہ کس تقلید کی شرائط کا ذکر کیا جا رہا ہے باقی مجتہد صاحب سے تو انصاف کی امید کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ گولر پر پھول آنا۔ ایک اور وجہ اس امر کی کہ حضرت شاہ صاحب اس موقع پر تقلید شخصی کا ہی ذکر فرما رہے ہیں یہ بھی ہے کہ اسی فصل کے ذیل میں آگے چلکر ارشاد فرماتے ہیں مسئلہ اختلفوا

فی الفتوی بالروایات الشاذة المھجورة فی خزانة الروایات فی السراجیة ثم الفتوی

علی قول ابی حنیفة ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ابن الحسن الشیبانی انتہی یعنی مسئلہ تقلید کے بحث میں ایک مسئلہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ علماء کا اسمیں اختلاف ہے جو روایات فقہیہ شاذ اور نادر ہیں اون پر فتوی دینا کیسا ہے خزانۃ الروایات میں ہے کہ سراجیہ میں لکھا ہے کہ پھر فتوی فقط امام ابو حنیفہ کے قول پر دینا چاہئے اسکے بعد امام ابو یوسف کے قول پر اور اوس کے بعد محمد بن حسن شیبانی کے قول پر الخ پس اگر یہاں تقلید مطلق کا ذکر ہے جو ہمارے اور مجتہد صاحب کے درمیان متنازع فیہ ہی نہیں تو حضرت شاہ صاحب کو اس مسئلہ کے تحت میں تقلید شخصی کے ان فروعی مسائل کا بالخصوص امام ابو حنیفہؒ اور اون کے ہر دو شاگرد امام ابو یوسفؒ اور امام محمد کے اقوال پر جدا جدا فتوی دینے کی ذکر کرنے کی کیا حاجت تھی۔ لہذا ان تمام وجوہ اور صحیح دلائل سے معلوم ہو گیا کہ یہاں حضرت شاہ صاحب تقلید شخصی ہی کی دو قسموں کا ذکر فرما رہے ہیں جسکو وہ انصاف میں صراحتاً اس زمانے کے لئے واجب فرماتے ہیں اور جسکو خود حضرت شاہ صاحب و دیگر علماء واجب بالغیر کے ساتھ تعبیر فرماتے ہیں۔ اور ایک بہت عمدہ دلیل ہماری یہ ہے کہ شاہ صاحب کی اس عبارت کا مطلب اس جگہ خصوصیت سے تقلید شخصی ہی پر وارد ہوتا ہے یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے ایک فصل مستقل عقد الجید میں بتحرفی المذہب کے بارہ میں تحریر کی ہے اور اسکے ذیل میں چند مسائل اوسکے متعلق بیان کئے ہیں یہ مسئلہ اوس فصل کا چوتھا مسئلہ ہے لہذا تقلید کی یہ بحث

اس موقعہ پر اوسی شخص کیلئے بیان کیجا رہی ہے جو کسی مجتہد معین کے مذہب کا متبحر عالم ہو جسکی
شرطیں ابتدا ہی میں حضرت شاہصاحب نے بیان فرمادی ہیں۔ تو اب اس سے یہ بھی معلوم
ہو گیا کہ حدیث کے مخالف امام کے قول ہونے نہونے کو متبحر فی المذہب ہی پہچان سکتا ہے عوام
کو جن میں ہم اور آپ بھی شامل ہیں یہ بھی حق نہیں پہنچتا جسکی تفصیل اپنے موقعہ پر آرہی ہے اسی توجہ سے
حضرت شاہصاحب نے عامی کے مسائل کو بالکل جدا فصل میں بیان فرمایا ہے۔ آپ مجتہد صاحب
غور فرمائیں کہ حضرت شاہصاحب کا مطلب وہ ہے جو آپنے بے دلیل فرمایا یا وہ جو ہم بالتفصیل معہ دلائل
بیان کر رہے ہیں۔ ہاں اگر جناب یہ فرماتے کہ یہاں حضرت شاہصاحب مطلق تقلید کا تذکرہ فرما رہے
ہیں علاوہ اس سے کہ تقلید مطلق ہو یا تقلید شخصی تو بھی کسی درجہ میں گنجائش تھی اور ہمارے لئے پھر بھی بجد مفید
اور آپ کو مضر اسی لئے آپنے غلط توجیہ کی اور صحیح توجیہ کو چھوڑا۔ اس مقام پر تقلید شخصی ہی مراد
لینا اس لئے بھی ضروری ہے کہ حضرت شاہصاحب مجتہدین اور ان کے متبحر فی المذہب کی بحث
فرماتے ہوئے اس جگہ تقلید کی قسمیں بیان کر رہے ہیں اس لئے فرماتے ہیں اعلم ان تقلید المجتہد
علی قسمین واجب وحرام یعنی کبھی مجتہد کی تقلید دو قسم کی ہوتی ہے ایک واجب اور دوسری
حرام۔ لفظ المجتہد صاف اس بات کو بتا رہا ہے کہ یہاں تقلید مطلق کی بحث نہیں ہے۔ بلکہ تقلید شخصی کی
بحث ہے۔ ہاں آپنے لوگوں کو دھوکا اور فریب دینے کے لئے بعض جگہ عبارت کے ترجمہ میں ایجاد
بندہ اور خیانت کی ہے لہذا اوسکی حقیقت بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے مجتہد صاحب ان یسئل
فقیہا کے معنی یہ بیان فرماتے ہیں (تو وہ بلا تقیید مذہب اور مذاہب اربعہ و بلا تقیید شخص معین کسی
عالم سے دریافت کر لے) بھلا مجتہد صاحب اتنا بڑا جملہ شاہصاحب کے کس لفظ کا ترجمہ ہے کیا
فقیہا کی نکارت سے آپ ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں عوام فریبی تو پہلے سے ہی آپکا شعار
ہے مگر اب بزرگوں کی عبارت میں بھی اپنا مطلب بنانے کے لئے خیانت سے نہیں چوکتے کیا اسی
دیانت پر حرمت و ابطال تقلید شخصی کا دعوی کرتے ہیں کس برتے پر تتا پانی۔ حیف صد حیف
آپ شاہصاحب کی عبارت میں خیانت کرکے فقیہا کا یہ ترجمہ فرماتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ

ائمۂ اربعہ کی تقلید کی ضرورت نہ امام معین کے مذہب کے التزام کی حاجت حالانکہ اس کا رد خود حضرت شاہ صاحب ہی کی اسی کتاب میں موجود ہے حضرت شاہ صاحب اپنی عقد الجید میں تحریر فرماتے ہیں باب تاکید الاخذ بھذہ المذاھب الاربعۃ والتشدید فی الخروج عنھا اعلم ان فی الاخذ بھذہ المذاھب الاربعۃ مصلحۃ عظیمۃ وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدۃ کبیرۃ ونحن نبین ذالک بوجوہ (ترجمہ) باب بیان میں تاکید کے مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں اور اون سے باہر نکلنے کی ممانعت شدید میں) جاننا چاہئے کہ ان چاروں مذہبوں (حنفی شافعی مالکی حنبلی) کے اختیار کرنے میں بہت بڑی مصلحت ہے اور ان تمام سے روگردانی کرنے اور علیحدہ ہونے میں بہت ہی بڑا فتنہ وفساد ہے اور ہم اسبات کو کئی طریقوں سے ثابت کرتے ہیں الخ دیکھئے حضرت شاہ صاحب کس پرزور طریقے سے مذاہب اربعہ میں محدود رہنے کو ثابت فرمارہے ہیں اور التزام مذہب معین کو ہم پہلے ہی حضرت شاہ صاحب کی کتاب الضاف سے نقل کر آئے ہیں تو اب مجتہد صاحب کی یہ فریب دہی اور خیانت نہیں تو اور کیا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ کیا ایسے جھوٹ دفریب سے متنازع فیہ تقلید شخصی کا شرک وکفر یا اسکی حرمت ثابت ہوسکتی ہے نہیں ہرگز نہیں۔ اس سے بڑھکر اور سنئے شاہ صاحب اسی بات کے ثبوت میں دوسری دلیل یہ ارشاد فرماتے ہیں۔ وثانیا قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم ولما اندرست المذاھب الحقۃ الا ھذہ الاربعۃ کان اتباعھا اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنھا خروجا من السواد الاعظم الخ اور دوسری دلیل اسبات کی کہ چاروں مذہب سے نکلنے میں بہت بڑی خرابی ہے یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ سواد اعظم (یعنی بڑی جماعت) کا اتباع اور اوسکی پیروی کرو اور جب کہ ان چار مذہبوں کے علاوہ تمام مذاہب حقہ نابود ہوگئے تو اب چاروں ہی کی تقلید سواد اعظم کی تقلید ہوگی۔ اور جو ان چاروں سے علیحدہ رہیگا وہ سواد اعظم کی پیروی سے خارج ہوجائیگا انتہی۔ اب ذرا مجتہد صاحب شاہ صاحب کی ان ہردو عبارت کو ملاحظہ فرمائیں اور سوچیں کہ کسطرح حضرت شاہ صاحب انکی اس خیانت کو

ظاہر فرمارہے ہیں اور ساتھ ہی اپنا اور تمام غیر مقلدین کا ٹھکانا بھی سوچ لیں۔ کہ سواد اعظم سے نکلکر کس گروہ میں شامل ہونا پسند فرماتے ہیں سو برین عقل و دانش بباید گریست (بہرحال شاہ صاحب کی یہ عبارت ہمارے لئے بحمد اللہ کسی طرح بھی مضر ثابت نہوئی۔ بلکہ ہمارے مطلب کیلئے اور مفید ہی نکلی وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (قال) بلکہ تقلید مطلق ہے جو خارج از بحث ہے (قلت) یہ جناب کی کج فہمی ہے جیسا کہ ہم حضرت شاہ صاحب ہی کی عبارتوں سے اوسکو بالتفصیل غلط ثابت کرچکے اور اندرونی اور بیرونی شہادتوں سے آپکے اس دعوی کی کافی تردید کرچکے ہیں (قال) جس تقلید میں نزاع ہے یعنے تقلید امام واحد۔ بوجہ اختیاری و فرضی کا وجوب سو یہ سراسر غلط و دعوی لاطائل و باطل و عاطل ہے اور آیۂ کریمہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون وغیرہا اس کے بطلان پر صریح دال ہیں (قلت) مجتہد صاحب بیچارے مقلدین کا کیا دعوی دعوی تو آپ جیسے مجتہد کا ہے جو تقلید شخصی کو شرک و کفر ثابت کرنے اور اوسکو حرام۔ باطل و عاطل بنانے کا دعوی رکھتے ہیں اور جسکی دلیل میں آیۂ مسطورۂ بالا بھی پیش فرماتے ہیں حالانکہ مجتہد صاحب کو معلوم نہیں کہ اس سے بھی جناب کا دعوی ثابت نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ آیت متنازع فیہ تقلید شخصی کیلئے اور مزید ثبوت بہم پہنچاتی ہے جب آپ اس آیت سے اپنا دعوی ثابت کرینگے اوسوقت ہم بھی اوس کے جواب میں انشاء اللہ کچھ عرض کرینگے۔ (قال) اور حدیث شریف صحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم بھی اسکے بطلان کی دلیل ہے الخ (قلت) اس حدیث شریف کو بھی متنازعہ فیہ تقلید شخصی کے ابطال سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں بلکہ اس سے اسکے مزید تقویت کا باعث ہے (قال) وجہ استدلال یہ ہے کہ آیۂ کریمہ میں کلمۂ اھل الذکر اور حدیث شریف میں فبایہم اقتدیتم اہتدیتم اور اسیطرح آیۂ کریمہ میں اولی الامر منکم عام و مطلق ہیں اس عموم کی تخصیص اور اطلاق کی تقیید (الی) ہر ذی فہم کے پاس باطل ہے۔ کیونکہ یہ ایک قسم کا نسخ ہے (قلت) سو بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا، جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا۔ مجتہد صاحب کی جہالت تو اس دلیل سے خوب

ہی واضح ہوگئی جب حضرت شاہ صاحب کی سابقہ عبارت سے متنازعہ فیہ تقلید شخصی کا ابطال اور اسکی حرمت نہ ثابت ہوسکے تو اب اپنے اجتہاد کو دخل دیتے ہوئے حضرت شاہ صاحب کی دوسری عبارت کا ناقص اقتباس نقل کر کے تقلید شخصی کو حرام ثابت کرنیکی کوشش فرماتے ہیں۔ مجتہد صاحب ہم بھی آپ کے اس قول پر صاد کرتے ہیں۔ بیشک جو ان نصوص میں جو کہ مطلق تقلید کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں اسکی دونوں قسموں تقلید مطلق یا تقلید شخصی کی تخصیص کرتا ہے وہ یقیناً ان نصوص میں نسخ کرتا ہے جو قطعاً باطل ہے۔ مگر ذرا ہوش میں تو آئیے دیکھئے تو جو تقلید کہ مطلقاً واجب ہے اسمیں تقلید مطلق کی قید لگا کر نصوص مسطورہ بالا میں تخصیص و تقیید آپنے کی یا ہم نے۔ ہمارا تو حضرت شاہ صاحب کی تحریر کے مطابق یہی عقیدہ ہے کہ غیر مجتہد کو فقہا کی تقلید علی الاطلاق واجب ہے خواہ بصورت تقلید مطلق ہو۔ یا بصورت تقلید شخصی البتہ تقلید مطلق و تقلید شخصی کی ایک قسم حرام بھی ہے۔ جس کا ذکر سابق میں گذر چکا۔ بہر حال مطلق و عام نصوص کو مخصوص و مقید کر کے آپ ہی ناسخ کے قائل ہوئے نہ کہ ہم سے لو آپ ہی اپنے دام میں صیاد آ گیا۔ اب آپ ہی انصاف کریں جو دلیل جناب نے متنازعہ فیہ تقلید شخصی کی حرمت و ابطال پر قایم کی تھی بلکہ سرے سے اسکے وجود ہی کا انکار فرما دیا تھا۔ اسی دلیل سے کس عمدگی کیساتھ اس کا ثبوت نکل آیا۔ جادو وہ جو سر پر چڑھکر بولے جاء الحق و زھق الباطل۔ اس کے بعد مجتہد صاحب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کا یہ قول اپنی تائید میں نقل فرماتے ہیں فالقول بوجوب الرجوع الی من قلد اولاً فی مسئلۃ تکون تقییدالنص وھو یجری مجری النسخ علیٰ ما تقرر فی الاصول الخ ناظرین رسالہ کی خدمت میں ہمیں تو بار بار مجتہد صاحب کی شان میں لفظ عیاری۔ فریب دہی۔ خیانت کہتے ہوئے بیحد شرم آتی ہے۔ اسلئے کہ اگرچہ مجتہد صاحب نے ہمیں گالیاں دینے میں کوئی کسر بھی باقی نہیں چھوڑی تاہم ہمارا یہ کام نہیں ہے خداوند تعالیٰ نے ہمکو لعان لعنت کرنیوالا نہیں بنایا۔ مگر بعض جگہ بالکل ہی مجبور ہو کر کچھ نہ کچھ کہنا پڑتا ہے دیکھئے حضرت شاہ صاحب کی پہلی عبارت میں تو مجتہد صاحب خیانت کر ہی چکے تھے اب دوسری عبارت میں بھی خیانت سے نہ چوکے۔ اور تقلید شخصی کے باطل۔ حرام کفر

شرک ہونگی، دوسری دلیل دیتے ہوئے اپنی تائید میں حضرت شاہ صاحب کی کتاب عقد الجید سے
ایک ناقص و ناتمام عبارت نقل کر کے اپنی بات کا جوڑ اس کے ساتھ لگا دیا تاکہ عوام بیچارے اس کو
دیکھکر دھوکے میں پڑجائیں اب ہمکو حضرت شاہ صاحب کا اصل مطلب ظاہر کرنی اور مجتہد صاحب کی فریب
دہی کو ظاہر کرنیکے لئے ذرا تفصیل سے کام لینا پڑیگا۔ اب ذرا حضرت شاہ صاحب کی پوری عبارت کو
پہلے ملاحظہ فرمائیے۔ اور پھر انصاف کیجئے۔ فرماتے ہیں وفی خزانة الروایات فی کشف القناع و

اذا قلد فقیہا فی شیء هل یجوز له ان یرجع عنه الی فقیه آخر المسئلة علی
وجهین او لهما ان لایکون التزم مذهبا معینا کمذهب ابی حنیفة والشافعی وغیرهما
والثانی التزم فقال الی ملتزم متبع ففی الوجه الاول قال ابن الحاجب لا یرجع بعد
تقلیده فیما قلد اتفاقا وفی حکم آخر المختار الجواز بقوله تعالیٰ فاسئلوا اهل
الذکر ان کنتم لاتعلمون فالقول بوجوب الرجوع الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ خزانۃ الروایات
میں ہے کہ کشف القناع میں مذکور ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں ایک فقیہ کی کوئی تقلید کرتا ہے تو دوسرے
مسئلہ میں اپنی فقیہ کو چھوڑکر کسی دوسرے فقیہ کی طرف رجوع کرسکتا ہے یا نہیں یہ سوال دو صورتیں
منقسم ہے اول یہ کہ اس مقلد نے التزام ایک خاص مذہب کا مثل ابو حنیفہ و شافعی کے مذہب کے نہ کیا ہو
دوسری صورت یہ ہے کہ التزام مذہب معین کا اس نے کیا ہو اور کہا کہ میں اس امام کا التزام کیساتھ مقلد
ہوں تو پہلی صورت میں جبکہ التزام مذہب معین کا نہیں کیا ہے ابن حاجب فرماتے ہیں کہ اس خاص عمل
میں جسمیں کہ وہ امام کی تقلید کرچکا ہے باتفاق علماء دوسرے کی طرف رجوع نہ کرے اور دوسرے مسئلہ میں
پسندیدہ قول یہ ہے کہ اسکا بالکل ضروری نہیں ہے کہ اس فقیہ کی طرف رجوع کرے جبکہ اس نے شروع ہی
سے التزام مذہب معین کا نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم
لاتعلمون تو اب اگر ایک عمل میں کسی فقیہ کی تقلید کرلی ہے تو اسکو دوسرے عمل میں بھی اسی کی طرف
رجوع کرنیکو واجب کہنا اس آیت کو مقید کرنا ٹھہریگا اور یہ نسخ کا حکم رکھتا ہے۔ اور آگے چل کر اسی
بحث میں فرماتے ہیں۔ وان العوام کانوا یستفتون الفقهاء من غیر رجوع الی معین ا

من غیر انکار یعنے سلف میں عوام کا دستور تھا کہ بغیر انکار کے فقہاء سے مسئلہ معلوم کر لیا کرتے تھے اور کسی معین شخص ہی کی طرف رجوع کرنا ضروری نہ سمجھتے تھے۔ پھر اس سے آگے چلکر فرماتے ہیں واما الجواب فی الوجه الثانی وهو ما اذا التزام مذهبا معینا کابی حنیفة والشا(فعی) (الیٰ) واشار ابن الحاجب الی الاختلاف فی ذلک من اختلاف مذهبه واشار انه اختلف العلماء فی ذالک علی ثلثة اقاویل فقیل لایجوز مطلقا وقیل یجوز مطلقا و القول الثالث ان الحکم هذا الوجه والوجه الاول سواء الخ اور دوسری صورت کے جواب میں یعنی جب کسی معین مذہب کا التزام کر لے مثلا ابو حنیفہؒ وامام شافعیؒ کے مذہب کا تو ابن حاجبؒ نے اسمیں علماء کا اختلاف بتایا ہے کہ پھر وہ اپنے مذہب کے خلاف عمل کر سکتا ہے یا نہیں اور بیان کیا ہے کہ اسمیں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اسکو کسی طرح بھی اپنے مذہب کے خلاف کر کے دوسرے فقیہ کے مسئلہ پر عمل کرنا جائز نہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اسکو بغیر کسی شرط ایسا کر لینا درست ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس صورت کا حکم بعینہ پہلی صورت کے حکم کے مطابق ہے یعنی جن اعمال میں ایک مرتبہ اپنے امام کی تقلید کر چکا ہے اب انمیں دوسرے کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں اور جن اعمال میں ابھی عمل کی نوبت نہیں آئی انمیں جائز ہے۔ یہ ہے وہ بحث جو عقد الجید ص ۶۴ و ۶۵ میں مذکور ہے۔ قبل اسکے کہ ہم اسپر بحث کریں ایک حوالہ اور ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو اسی کتاب کے صفحہ ۵۱ پر مرقوم ہے۔ فضل فی المتبحر فی المذهب وهو الحافظ الکتب مذهبه وفیه مسائل۔ مسئلة من شرط ان یکون صحیح الفهم عارفا بالعربیة واسالیب الکلام ومراتب الترجیح متفطنا المعانی کلامهم لایخفی علیه غالبا تقیید ما یکون مطلقا فی الظاهر والمراد منه المقید واطلاق ما یکون مقیدا فی الظاهر والمراد منه المطلق بنبه ذلک ابن نجیم فی البحر الرائق ویجب علیه ان لایفتی الا بلحن وجهین الخ (ترجمہ) یہ فصل متبحر فی المذہب کے بارہ میں ہے اور متبحر فی المذہب وہ ہوتا ہے جو اپنے مذہب کی کتابوں کا حافظ ہو اور اس بارہ میں چند مسائل ہیں پہلا مسئلہ اس متبحر عالم کی شرائط یہ ہیں کہ وہ صحیح الفہم ہو عربی

یہی بحث کے صفحہ میں

زبان سے بخوبی واقف ہو۔ کلام کے طریقوں اور انکے آپسمیں ترجیح دینے سے بھی بخوبی واقف ہو اہل عرب کے کلام کے معانی کی حقیقت کا بھی اچھی طرح ماہر ہو۔ اور اس سے اکثر یہ بات پوشیدہ نہ رہتی ہو کہ جو کلام ظاہر میں مطلق ہے اور مراد اس جگہ اس سے مقید ہے انکو وہ پہچان لے اور اسکو مقید ہی سمجھے اسی طرح جو کلام عربی کی ظاہر عبارت میں مقید نظر آتا ہو اور واقع میں وہ مطلق ہو تو اسکے اطلاق کو پہچان لے ابن نجیم نے بحر الرائق میں اسپر تنبیہ کی ہے۔ اس تفصیل کے بعد ناظرین خود ہی اصل مطلب کو سمجھ گئے ہوں گے۔ لیکن ہم بھی بطور اتمام حجت مجتہد صاحب کو سمجھانا چاہتے ہیں۔ سنئے اس تمام تفصیل سے امور مندرجۂ ذیل محقق اور ثابت ہوتے ہیں۔ (۱) یہ عبارت جو مجتہد صاحب نے پیش فرمائی ہے۔ خود حضرت شاہ صاحب کی نہیں ہے بلکہ ابن حاجب کا قول ایک مسئلہ خاص کے تحت میں نقل فرما رہے ہیں اور خود اس کے بارہ میں کوئی فیصلہ نہیں دیتے بلکہ صرف اختلاف نقل کر کے دوسرا مسئلہ شروع کر دیا ہے۔ (۲) حضرت شاہ صاحب اس قول کو اور جو مجتہد صاحب آگے بیان کرینگے ان دونوں کو ہر شخص کیلئے عام نہیں رکھتے بلکہ متبحر فی المذہب کیلئے پیش فرماتے ہیں جیسا کہ عبارت نمبر ۴ سے ظاہر ہوتا ہے۔ لہٰذا مجتہد صاحب کا اپنی عام دلیل کیساتھ اس عبارت کو چسپاں کرنا خیانت اور بد دیانتی ہے بالخصوص جبکہ حضرت شاہ صاحب تقلید شخصی کو وکان ھو الواجب فی ذالک الزمان فرما کر واجب بالغیر فرما چکے ہیں۔ (۳) نیز ابن حاجب جس مقام پر اس کو پیش کر رہے ہیں وہ خود بقول انکے متبحر فی المذہب کیلئے بھی مختلف فیہ ہے ایک جماعت علما فقہ کی اسپر متفق ہے کہ جو تقلید امام معین کی کر چکا اسکو کسی طرح اس سے باہر نکلنا درست نہیں اور اسپر اس کی تقلید واجب ہے خواہ یہ وجوب بعوارض ہی کیوں نہ ہو۔ دیکھو عبارت نمبر ۳۔ لہٰذا ان علماء کے نزدیک نصوص میں تحقیق نہ ہوگی بلکہ ان کا عموم بحالہ مانتے ہوئے عوارض کی وجہ سے التزام مذہب معین کو ضروری قرار دیا جائیگا جیسا کہ حضرت شاہ صاحب نے فرما دیا ہے تو ایسی صورت میں کسی ایک عالم کا قول اس مسئلہ میں یا اسکی توجیہ دوسرے عالم پر حجت نہیں ہو سکتی جبکہ کثرت وجوب ہی کی طرف مایل ہو اور التزام مذہب معین کو ضروری جانتی ہو۔ بوجہ فساد زمانہ۔ بالخصوص جبکہ مسلمہ فریقین

حضرت شاہ صاحب اس بارہ میں ہمارے ہی حق میں ڈگری دیتے ہوں۔ (۴) ابن حاجبؒ کی اس عبارت نمبر۲ کا والعوام من السلف کانوا یستفتون الخ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سلف میں متنازع فیہ تقلید شخصی کا ثبوت وجود ہی نہ تھا جیسا کہ مجتہد صاحب کا دعویٰ ہے اسلئے کہ سلف میں اس تقلید کا ثبوت موجود ہے جو بالتفصیل تو انشاء اللہ آگے آئیگا مختصراً یہاں بھی سن لیجئے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں وبعد المائتین ظہر فیہم التمذہب للمجتہدین بعینہ یعنی دو صدی بعد ہی (خیر القرون ہی میں) آئمہ مجتہدین کے مذہب معین کی تقلید ظاہر ہو گئی (انصاف صفحہ ۷) اور فرماتے ہیں فعند ذلک صار لکل عالم من علماء التابعین مذہب علی حیالہ یعنی صحابہ کے بعد ہی تابعین علماء کا مستقل جدا جدا مذہب قائم ہو گیا اور پھر آگے چلکر انکا نام شمار کرتے ہیں۔ (۵) تمام بحث کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ عامی کو التزام مذہب معین کے بعد کسی کے نزدیک بھی اس سے باہر نکلنا درست نہیں اور آجکل یہ التزام واجب بالغیر ہے البتہ متبحر فی المذہب کے بارہ میں اختلاف ہے اور ایک جماعت اسمیں بھی محقق علماء کی اسکو بھی نکلنے کی اجازت نہیں دیتی مگر آیت کا عموم پیش کرکے اور سلف کا عمل پیش کرکے ابن حاجبؒ متبحر فی المذہب کے بارہ میں اس جماعت کا رد عمتبراً کرتے ہیں اور متبحر فی المذہب کی جو شرائط حضرت شاہ صاحبؒ نے نقل فرمائی ہیں اسمیں ہم اور مجتہد صاحب تو کیا آجکل کا کوئی عالم بھی ان کے مطابق نہیں اتر سکتا۔ نیز باہم علماء کا جب اسمیں بھی اختلاف ہے تو اسکو پیش کرکے دوسرے علماء کے اقوال کو رد نہیں کیا جاسکتا تا وقتیکہ ان تمام اقوال کا پھر کہنے والا کوئی متبحر عالم ہی انکا فیصلہ نہ کر دے پھر بھی وہ ان علماء منکرین کیلئے باعث حجت نہیں ہو سکتا۔ اس تمام تفصیل سے مجتہد صاحب کا کھوٹ اور مسئلہ کی اصل حقیقت بحمد للہ خوب واضح ہو گئی۔ اب ناظرین حق و باطل کا خود فیصلہ کرلیں۔ ہم تو اسی قدر عرض کرتے ہیں سے میرے دلکو دیکھکر میری وفا کو دیکھکر ؎ بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھکر۔

(قال) پس گویا اس پر اجماع ہو گیا کہ عامی جس عالم سے چاہے مسئلہ پوچھکر عمل کرے (قلت) یہ ترجمہ شرح ابن حاجبؒ کی اس عبارت کا ہے فحل محل الاجماع علی الجواز پس یہ تمام

مقام اجماع کے ہو گیا کہ عوام کو جائز ہے کسی عالم سے مسئلہ پوچھنا۔ اور ہم ابھی اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب کا یہ قول نہیں ہے بلکہ ابن حاجبؒ کا ہے جو حضرت شاہ صاحب متبحر فی المذاہب کی اس بحث میں لائے ہیں کہ اسکو کسی مسئلہ میں دوسرے امام سے پوچھنے کی بھی اجازت ہے یا نہیں یا اسکے قول پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں۔ ابن حاجبؒ نے اس میں اختلاف نقل کیا ہے اور پھر اپنی جو رائے دو صورتوں میں سے ایک صورت کیلئے دی ہے اسکی دلیل میں یہ عبارت پیش کی ہے۔ جو بحمد للہ ہمارے قطعاً مضر نہیں بلکہ اور مفید ہے اسلئے کہ ہم تو پہلے ہی اس کے قائل ہیں کہ تقلید مطلق بھی واجب تقلید کی ایک قسم ہے اور اسی طرح تقلید شخصی بھی اسکی ایک قسم ہے اور دونوں پر عمل سلف میں رہا ہے لہٰذا یہ اجماع جو ابن حاجبؒ ذکر کر رہے ہیں اسکے لئے مضر ہے جو تقلید واجب کی ایک ہی قسم تقلید شخصی کو ابتداء وجوب ہی سے فقط واجب سمجھتا ہو اور دوسری قسم کو قطعاً جائز نہیں سمجھتا۔ یا یہ اجماع آپ کو مضر ہے اسلئے کہ آپ بھی تقلید واجب کو فقط اسکی ایک قسم تقلید مطلق ہی میں منحصر کر کے اسی کو واجب بتاتے ہیں اور ابن حاجبؒ یہ اجماع نقل کر رہے ہیں کہ ہماری بیان کردہ آیت و حدیث و تعامل سلف سے یہ نکلتا ہے کہ تقلید مطلق بھی جائز ہے اور یہ جواز قائم مقام اجماع کے ہے اور اگر ابن حاجبؒ آپکے موافق فرماتے تو یہ عبارت اسطرح ہونا چاہئے تھی فمحل المحل الاجماع علی الوجوب یعنی سلف کا تقلید مطلق کا انکار نہ کرنا اور آیت و حدیث کا عام ہونا تقلید مطلق کے لئے قائم مقام وجوب کے ہے۔ مگر انھوں نے ایسا نہ کہا اور ایسی باطل بات کیسے کہہ سکتے ہیں اسلئے کہ وہ تو خود کہہ چکے کہ نصوص اس بارہ میں عام ہیں تقلید مطلق و تقلید شخصی دونوں کیلئے اور جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک قسم کیساتھ ان نصوص کو مقید کرتا ہے وہ انمیں نسخ کرتا ہے جو قطعاً باطل اور حرام ہے۔ اب فرمائیے مجتہد صاحب ابن حاجبؒ کا یہ قول اور حضرت شاہ صاحب کا اسکو ایک خاص مسئلہ میں پیش کرنا کس کے موافق نکلا آپکے یا ہمارے۔ اب تو آپ کی وہی مثل ہو گئی سہ ہم الزام انکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔ ہاں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ علماء محققین نے باوجود نصوص کو عام جانتے ہوئے پھر بعض عوارض کی وجہ سے جو کہ فساد زمانہ کی بدولت پیدا ہو گئے ہیں اس زمانے کیلئے متنازع فیہ

تقلید شخصی کو باطلہ ثابت مانتے ہوئے واجب بالغیر ہونیکا متفقہ فتویٰ دیدیا ہے۔ جیسا کہ ہم حضرت شاہ صاحب کی ہی کتاب سے گذشتہ صفحوں میں ثابت کر آئے ہیں اور آگے چلکر انشاء اللہ اور علماء کے حوالہ بھی پیش کرینگے اور حضرت شاہ صاحب کی بھی مزید عبارتیں نقل کرینگے۔ البتہ مجتہد صاحب اور ان کے مریدین کو یہ ضرور حیرت ہوگی کہ کسطرح ایک شئے جو پہلے تو ثابت ہی ثابت تھی اور واجب نہ تھی اب واجب بالغیر ہو سکتی ہے جبکہ دین محمدی ایک ہی ہے تو ان کے اس سوال کا جواب و ان کی حیرت و تعجب کا رد سب سے پہلے ان ہی بزرگ کے قول سے کئے دیتے ہیں جو ان کے اور ہمارے درمیان مسلّمہ حکم مانے جا چکے ہیں اس کے بعد ہمیں دیکھنا ہے کہ حکم کے فیصلہ اور بزرگ کے فیصلہ کو کونسا فریق بغیر چون و چرا تسلیم کرتا ہے اور کونسا فریق اس سے انکار کرکے اسمیں چون و چرا کرتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کا فیصلہ سنانے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ ایک بار امر متنازع فیہ کو پھر واضح کردیں۔ اور اس بارہ میں مجتہد صاحب کے دعویٰ اور اپنی جوابدہی کو بھی نقل کردیں تو پھر بحمد اللہ حکم کا فیصلہ خودبخود بول اٹھیگا کہ ڈگری کس کے حق میں ہوئی اور ناظرین کو پھر خود ہی ہماری اور مجتہد صاحب کی تقریر کئے بغیر ہی حق و باطل کا حال اچھی طرح کھل جائیگا۔ لہٰذا سنئے

آیت۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون الخ اور اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی

الامر منکم الخ اور حدیث اصحابی کالنجوم فبایّھم اقتدیتم اھتدیتم الخ وغیرہا سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قسم کی تقلید واجب ہے اور غیر مجتہد کیلئے اپنے دین کی حفاظت کیواسطے اسکے بغیر چارہ کار نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ جس کی تقلید کرتا ہے اسکے اقوال کو وحی نہ سمجھے اور اس کے تقلید کو شریعت کی اصلی تکلیف نہ جانے اسلئے کہ اصل تکلیف بندہ پر صرف خدا کے حکم ماننے کی ہے مگر وہ چونکہ خود ان احکامات کو معلوم نہیں کرسکتا اسلئے اسکو کسی مجتہد کی تقلید ضروری ہے اسلئے کہ واجب اصلی تو فقط یہ ہے کہ فروعی احکام کو اس کے دلائل تفصیلیہ کے ذریعہ سے جو نصوص قرآنی وحدیثی میں موجود ہیں معلوم کرسکے اس پر تمام سلف و خلف کا اجماع ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کام مجتہد ہی کرسکتا ہے۔ اور چونکہ یہ نصوص عام ہیں اسلئے اس تقلید واجب کے حاصل کرنیکے جتنے طرق بھی دنیا میں ممکن ہیں وہ سب کے سب ان نصوص میں داخل ہونگے اور یہ ظاہر ہے کہ ہم جب کسی کی تقلید کرینگے تو اس کی دو ہی صورتیں ممکن ہیں

ایک یہ کہ جس مجتہد یا عالم سے چاہیں بلا روک ٹوک اس سے مسئلہ پوچھ لیں اس کا نام تقلید مطلق ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ہم فقط ایک ہی مجتہد یا اسکے مذہب کے عالموں سے مسئلے دریافت کریں اور اسی کے مذہب کا التزام کرلیں اس کا نام تقلید شخصی ہے۔ تو جب تقلید واجب ہے جو کہ نصوص کے اعتبار سے عام ہے اور دو طریق دنیا میں موجود ہیں تو سلف میں برابر دونوں ہی پر عمل رہا جیسا کہ آگے چلکر ثابت کیا جائے گا اور یہ قاعدہ ہے کہ جب واجب کی چند افراد یا چند قسمیں ہو جائیں تو پھر خصوصیت سے کوئی قسم بھی واجب نہیں کہلاتی بلکہ تمام قسمیں ثابت کہلاتی ہیں اسلئے اپنی اصل کے اعتبار سے۔ اگرچہ دونوں واجب ہیں لیکن باعتبار افراد ہونیکے دونوں ثابت ہیں اسی طرح آیت اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقلید کی ایک قسم حرام بلکہ کفر و شرک ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے ائمہ اور فقہا کو یہ سمجھنے لگے کہ جسطرح خدائے قدوس جس شئے کو چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں اور جس شئے کو چاہتے ہیں حلال کر دیتے ہیں اسی طرح میرے امام کو بھی یہی اختیار ہے اور وہ حرام و حلال کا مالک ہے جیسا کہ عیسائیوں نے اپنے علماء کو سمجھ لیا تھا اور انہی کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ بہرحال اس قسم کی تقلید حرام اور شرک ہے اور حضرت عدی بن حاتمؓ کی حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بھی دنیا میں اپنے وجود کے اعتبار سے دو ہی طریق پر منقسم ہے۔ ایک یہ کہ نصاریٰ کی طرح کسی ایک امام ہی کو نہیں بلکہ اپنے اعتقاد میں ہر عالم کو ایسا ہی سمجھنے لگے کہ وہ حرام و حلال کا مختار کل ہے اور اسی کا نام تقلید مطلق ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایک امام ہی کیلئے یہ حق سمجھکر کہ وہی حرام و حلال کا مثل خدائے قدوس کے مختار ہے اور اسی کو دنیا میں یہ تمام اختیارات دیدیئے گئے ہیں اس لئے وہ خطا سے معصوم اور اس کا قول مثل وحی کے ہے اسکی تقلید کرے اسی کو تقلید شخصی کہتے ہیں۔ تو اس لحاظ سے گویا تقلید حرام بھی عام ہوئی۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ تقلید مطلق کی بھی دو قسمیں ہیں ایک حرام اور دوسری ثابت اور باعتبار مقسم کے واجب اور تقلید شخصی کی بھی دو ہی قسمیں ہیں ایک حرام اور دوسری ثابت اور باعتبار مقسم کے واجب۔ اور اگر فقط مقسم کا ہی لحاظ دو قسموں میں رکھا جائے تو پھر یہ چار قسمیں دو ہی قسمیں رہجاتی ہیں۔ ایک تقلید واجب معہ اپنی اقسام کے اور دوسری تقلید حرام معہ اپنی اقسام کے

اور یہ بھی مسلمہ قاعدہ ہے جس پر تمام علماء متقدمین و متاخرین کا اتفاق ہے کہ اگر واجب کی چند قسمیں ہوں اور باعتبار عموم کے اس کی ہر فرد پر عمل ہو رہا ہو لیکن کسی زمانہ میں اس عام کی بوجہ کسی عارض کے ایک فرد کے علاوہ دیگر افراد پر عمل ممکن نہ ہو تو پھر اس عارض کی وجہ سے اس ایک فرد ہی پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس واجب کا نام جو اپنی اصل کے اعتبار سے ثابت کہلاتا تھا اصطلاح علماء میں اس تنقیح کے سمجھ لینے کے بعد اب مجتہد صاحب کا دعویٰ اور ہماری جوابدہی کو سنئے۔ مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ تقلید واجب فقط تقلید مطلق ہی میں منحصر ہے اور مخصوص و مقید کر کے اور تقلید شخصی کا وجوب ہی دنیا میں نہیں اور اس کا وجود و وجوب بالکل باطل در باطل۔ حرام و شرک ہے۔ لہٰذا مقلدین امام ابو حنیفہؒ یا دوسرے امام مثلاً امام شافعیؒ امام مالکؒ امام احمدؒ کے مقلدین جو کہ تقلید شخصی کر رہے ہیں ان کا یہ فعل باطل عاطل۔ حرام۔ شرک اور کفر ہے۔ ہم اس کی جوابدہی میں یہ عرض کرتے ہیں کہ نصوص تقلید واجب چونکہ عام نہیں اس لئے اس کی دونوں قسمیں دونوں طریق ثابت ہیں اور بلحاظ عمومیت مقسم واجب ہیں اور بعض عوارض مثلاً فساد زمانہ۔ کثرت اتباع ہوائے نفس۔ کثرت جہل و غیرہ کی وجہ سے اس زمانہ کیلئے علماء کا متفقہ فتویٰ ہے کہ اس عموم کے دوسرے طریق پر چونکہ عمل کرنا ممکن نہیں اور شریعت کی غرض اصلی اس سے فوت ہوتی ہے سلف میں نفس کو شریعت کے تابع رکھا جاتا تھا اور اب مسائل کی دیکھ بھال نفس کی خواہش کے تابع ہے وغیرہ وغیرہ اس لئے اس عام کی ایک ہی فرد یعنی التزام مذہب معین بوجہ عارض واجب بالغیر ہو گئی ہے۔ بحکم مقدمۃ الواجب واجبۃ اور جو تقلید شخصی حرام ہے وہ بھی علی الاطلاق حرام ہے خواہ بصورت تقلید مطلق ہو یا بصورت تقلید شخصی۔ اب ناظرین کرام تھوڑی دیر کیلئے اپنے اپنے مذہبی تعصب سے جدا ہو کر بنظر انصاف مجتہد صاحب کے دعوے اور ہماری جوابدہی کو ٹھنڈے دل سے بغور ملاحظہ فرمائیں اور پھر حضرت شاہ صاحب کا فیصلہ سنیں اگرچہ ہمارے پاس اپنی جوابدہی کے ثبوت میں اور بھی دلائل احادیث و آثار علماء کی نقول سے بحمداللہ موجود ہیں جو ابھی آگے چلکر آ رہے ہیں لیکن یہاں چونکہ حضرت شاہ صاحب ہی کا فیصلہ لکھنا ہے اس لئے انہی کے حوالہ ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

جو واجب بالغیر کہلاتا ہے اور فقط اس ایک فرد پر عمل کرنا اصل واجب پر عمل کرنا سمجھا جاتا ہے

اول کیا سلف میں تقلید مطلق کی طرح تقلید شخصی بھی ثابت ہے۔ بیشک ثابت ہے اسلئے کہ حضرت شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں صحابہؓ اور تابعینؒ کے اختلاف مسائل فرعیہ کے باب میں بیان فرماتے ہیں

ثم انھم تفرقوا فی البلاد وصار کل واحد مقتدیٰ ناحیۃ من النواحی فکثرت الوقائع ودارت المسائل فاستفتوا فیھا فاجاب کل واحد حسب ما حفظہ او استنبط وان لم یجد فیما حفظہ او استنبط ما یصلح للجواب اجتھد برایہ الخ حجۃ اللہ البالغہ والانصاف (ترجمہ) پھر صحابہ مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ہر ایک صحابی ایک جگہ کا مستقل امام اور مقتدیٰ بن گیا ان مقامات میں حسب واقعات اور مسائل کثرت سے پیش آئے تو ہر ایک صحابیؓ نے اپنے اپنے مقام کے لوگوں کو ان میں فتویٰ دئیے جنہیں کہ انھوں نے سوال کیا ان صحابہؓ کے فتویٰ کی شان یہ تھی کہ ہر صحابیؓ پہلے اس کے موافق فتویٰ دیتے جو اسکو محفوظ تھا یا قرآن وحدیث سے استنباط کر کے جواب دیتے اور اگر ان دونوں چیزوں میں سے کسی میں بھی سوال کا جواب نکلتا تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرتے۔ دیکھئے یہ صحابہؓ کا زمانہ ہے جبکہ مختلف مقامات میں ایک ایک صحابی مستقل امام بنے ہوئے ہیں اور وہاں کے لوگ انہی کی تقلید کر رہے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں وکان ابن عباسؓ بعد عصر الاولین

بناقضھم فی کثیر من الاحکام واتبعہ فی ذلک اصحابہ من اھل مکۃ وغیرھم یاخذوا

ما انفرد جمھور اھل الاسلام (ترجمہ) اور حضرت ابن عباسؓ نے عصر اولین (یعنی خلافت صدیقی وفاروقی) کے بعد اکثر احکامات میں صحابہؓ کے خلاف فتویٰ دیا اور اون کے شاگردوں اور متبعین نے جو اہل مکہ ہی میں سے تھے (زادہا اللہ شرفا) ان مسائل میں ابن عباسؓ ہی کا اتباع کیا۔ اور جمہور اہل اسلام جن مسائل میں حضرت ابن عباسؓ کو منفرد مانتے ہیں انھوں نے ان ہی مسائل پر عمل کیا۔ یہ التزام مذہب معین نہیں تو اور کیا ہے۔ اگرچہ اس کا ہمیں بھی انکار نہیں کہ [illegible]

حجۃ اللہ البالغہ اور انصاف میں ہے۔ فتنہ من ذلک وصار لکل عالم من علماء التابعین

مذہب علی حیالہ فانتصب فی کل بلد امام مثل سعید بن المسیب وسالم بن عبداللہ بن عمر فی المدینۃ وبعدھما الزھری والقاضی یحییٰ بن سعید وربیعۃ بن عبدالرحمٰن فیہما وعطاء بن ابی رباح بمکۃ وابراھیم النخعی والشعبی بکوفہ والحسن البصری بالبصرہ وطاؤس بن کیسان بالیمن ومکحول بالشام الخ (ترجمہ)

اسوقت پھر ہر ایک عالم کا علماء تابعین میں سے جدا جدا مستقل مذہب ہوگیا اور ہر شہر میں ہر ہر شخص مستقل امام بن گیا۔ جیسے کہ سعید بن مسیبؒ اور سالم بن عبداللہ بن عمرؓ مدینے کے امام بنے اور ان کے بعد زہری اور قاضی یحییٰ بن سعید اور ربیعہ بن عبدالرحمٰن کا جدا جدا مذہب جاری ہوا۔ اور عطا بن ابی رباح مکہ معظمہ کے امام بنے اور ابراہیم نخعی اور شعبی کوفے کے اور حسن بصری بصرہ کے اور طاؤس کیسان یمن کے اور مکحول شام کے علٰحدہ علٰحدہ امام بن گئے۔ فرمائیے یہ تقلید شخصی نہیں تو اور کیا ہے مستقل امام کے مقلدین اسی کے تحت میں آتے ہیں۔ اس عمومیت کے بعد جوابدہی کا دوسرا نمبر یہ ہے کہ کیا تقلید شخصی اس زمانہ میں واجب بالتعیین ہوگئی ہے۔ حضرت شاہ صاحب اس کا جواب بھی اثبات ہی میں دیتے ہیں۔ سنئے۔ وبعد

المائتین ظہر فیہم التمذہب المجتہدین باعیانہم وقل من کان لایعتمد علی مذہب مجتہد بعینہ وکان ھذا ھوالواجب فی ذلک الزمان الخ انصاف صفحہ ۵۹۔ (ترجمہ)

اور دو صدی کے بعد (یعنی خیر القرون ہی میں) انہیں معین مجتہدین کا مذہب جدا جدا اختیار کرنا ظاہر ہوگیا اور بہت ہی تھوڑے لوگ رہ گئے تھے جو التزام مذہب معین کے پیرو نہ تھے اور یہی التزام مذہب معین اس زمانہ میں واجب ہوگیا ہے یعنے دو صدی سے قبل تقلید مطلق کا بہت زور و شور تھا بوجہ قرب زمانہ نبوی کے اور دو صدی کے بعد جاکر دوسری قسم تقلید شخصی کا زور ہوگیا اور قلیل تعداد پہلی قسم کے عاملین کی باقی رہ گئی اور آگے چلکر کس عمدگی اور زور کیساتھ فیصلہ دیتے ہیں کہ اس زمانہ میں یہی التزام مذہب معین واجب ہوگیا ہے۔ اب یہ بات باقی رہجاتی ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے کس عارضی بنا پر اس یکساں ہی قسم کو واجب بالتعیین

بتا دیا اور اس شبہ کا جواب کہ ایک شیئ دین واحد میں کسطرح کبھی غیر واجب اور کبھی واجب ہو سکتی ہے۔ تو حضرت شاہصاحب اسی حکم کی دلیل میں جو ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں اس کا بہترین جواب تحریر فرماتے ہیں۔ سنئے فان قلت کیف تکون شیئ واحد غیر واجب فی زمان وواجب فی زمان اخر مع ان الشرع واحد فلیس قولک لم یکن الاقتداء بالمجتہد المستقل واجبا ثم صار واجبا متناقضا متنافیا. قلت الواجب الاصلی هو ان یکون فی الامة من یعرف الاحکام الفرعیة من ادلتها التفصیلیة اجمع علی ذلک اهل الحق ومقدمة الواجب واجبة فاذا کان للواجب طرق متعددة وجب تحصیل طریق من تلک الطرق من غیر تعیین واذا تعین له طریق واحد وجب ذلک الطریق بخصوصه. کما اذا کان الرجل فی مخمصة شدیدة یخاف منها الهلاک وکانت لدفع مخمصة طرق من شراء الطعام والتقاط الفواکه عن الصحراء واصطیاد ما یتقوت به وجب تحصیل شیئ من هذه الطرق لا علی التعیین فاذا وقع فی مکان لیس هناک صید ولا فواکه وجب علیه بذل المال فی شراء الطعام وکذلک کان للسلف طرق فی تحصیل هذا الواجب وکان الواجب تحصیل طریق من تلک الطرق لا علی التعیین ثم انسدت تلک الطرق الا طریق واحد فوجب ذلک الطریق بخصوصه۔ یعنے اگر تم یہ اعتراض کرو کہ ایک چیز ایک وقت میں واجب نہیں ہے پھر دوسرے وقت میں وہ کیسے واجب ہو جائیگی شریعت تو ایک ہی ہے پھر تمہارا یہ قول کہ تقلید مجتہد مستقل کی پہلے واجب نہیں تھی پھر واجب ہو گئی کیسے صحیح ہو سکتا ہے پس اس اعتراض کے جواب میں میں کہتا ہوں واجب اصلی تو یہ ہے کہ ایک شخص امت میں ایسا ہو جو کہ فروعی احکام کو تفصیلی دلیلوں کے ساتھ پہچانتا ہو اسپر سب اہل حق کا اتفاق ہے۔ اور جس بات پر واجب موقوف ہوتا ہے وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ اور جب چند رستے ہیں کہ واجب کے چند طریق ہوں تو اون میں سے ایک غیر معین کا حاصل کرنا واجب ہے اور جب اوس کا ایک ہی طریقہ ہو تو خاص اوسی طریقہ کا حاصل کرنا واجب ہے مثلاً جب آدمی سخت بھوک میں

مبتلا ہو کہ اوس سے مرنے کا ڈر ہو تو بھوک دور کرنیکے چند طریقے ہیں جیسا کہ کھانا مول لینا اور جنگل سے میوؤں کا چننا اور قوت کی چیز کو شکار کرنا پس ان طریقوں میں سے کسی چیز غیر معین کا بہم پہنچانا واجب ہے اور اگر بھوکا ایسی جگہ میں ہو کہ وہاں شکار و میوہ نہوں تو اوسپر مال کا خرچ کرنا کھانیکے خریدنے میں واجب ہے اسیطرح سلف کو اس واجب اصلی کے حاصل کرنے میں چند طریقے تھے اور ایک طریقہ غیر معین کا حاصل کرنا اون پر واجب تھا۔ پھر یہ سب طریقے نابود ہو گئے صرف ایک طریقہ ہی رہگیا تو وہی ایک خاص طریقہ واجب ہو گیا۔ اس کے بعد اس وجوب کے چند نظائر تحریر فرماتے ہیں۔ وکان السلف لا یکتبون الحدیث ثم صار یومنا هذا كتابة الحديث واجبة لان رواية الحديث لا سبيل لها اليوم الا معرفة هذه الكتب وكان السلف لا يشتغلون بالنحو واللغة وكان لسانا عربيا لا يحتاجون الى هذه الفنون ثم صار يومنا هذا معرفة اللغة العربية واجبة لبعد العهد من العرب الاول وشواهد ما نحن فيه كثير جدًا۔ یعنے مثلاً سلف کا دستور تھا کہ حدیث کو لکھتے نہ تھے پھر آج حدیث کا لکھنا واجب ہے اس لئے کہ روایت حدیث کے واسطے آج کوئی سبیل سوائے ان کتابوں کے جاننے کے نہیں اور سلف کا دستور تھا کہ علم نحو اور لغت میں مشغول نہوتے تھے اور ان کی زبان عربی تھی اس لئے وہ ان فنون کے محتاج نہ تھے پھر ہمارے وقت میں لغت عربی کا جاننا واجب ہو گیا کیونکہ عرب اول کا زمانہ دور پڑ گیا اور جس بات کو ہم ثابت کر رہے ہیں اوسکے شواہد اور اوسکے نظیریں بہت کثرت سے ہیں۔ اسکے بعد حضرت شاہصاحب رح یہ نتیجہ نکالتے ہیں جو فریقین کے لئے فیصلہ کن ہو وعلى هذا ينبغي ان يقاس وجوب تقليد الامام بعينه فانه قد يكون واجبا وقد لا يكون واجبًا۔ (ترجمہ) اوسی پر ایک امام معین کی تقلید کے واجب ہونے کو قیاس کرنا چاہئے کہ کبھی وہ واجب ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔ اب ناظرین کرام خود فیصلہ کرلیں۔ کہ حضرت شاہصاحب کا اس عبارت میں اول یہ فرمانا ثم انقسمت تلك الطرق الا طريق واحد فوقف ذلك الطريق بخصوصه اور اوس کے بعد مندرجہ بالا نتیجہ نکالنے سے حضرت شاہ کی

ڈگری کس کے حق میں ہوئی۔ ہمنے تو جوابدہی متنازع فیہ تقلید شخصی میں کی تھی بحمد اللہ تعالیٰ ایک ایک جزو کو حضرت شاہ صاحبؒ ہی سے ثابت کرادیا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ اس تفصیل کے بعد اب خود بخود ان تمام عبارتوں کا بھی حل ہو جائیگا جو مجتہد صاحب آگے چلکر پیش فرمارہے ہیں یہاں تک تو ان کے تمام دعوے خاک ہی میں مل گئے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ ؎ ابتداء عشق ہے روتا ہے کیا؛ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

(قال) نیز حضرت شاہ صاحب اسی کتاب عقد الجید میں آخری فیصلہ دیتے ہیں لا دلیل علی وجوب اتباع المجتہد المعین بالزامہ نفسہ ذلک قولا او نیۃ شرعا بل الدلیل واقتضاء العمل بقول المجتہد فی ما احتاج الیہ بقولہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون الخ (قلت) یہ حضرت شاہ صاحب کا اپنا آخری فیصلہ نہیں ہے، مسئلہ متنازع فیہ میں تو صحیح فیصلہ وہی ہے جو ہم نقل کر چکے بلکہ یہ آپ کی عادت سابقہ کے مطابق ایک اور نئی خیانت ہے پہلی خیانت تو یہی ہے کہ آپ اسکو حضرت شاہ صاحب کا فیصلہ بتا رہے ہیں حالانکہ یہ عبارت حضرت شاہ صاحب نے تقلید کے اعتدال کی فصل میں شیخ ابن ہمام حنفی سے نقل فرمائی ہے اور کسی عبارت کے کتاب کے آخر میں لکھے ہونے سے وہ آخری فیصلہ نہیں کہلاتا۔ اور جو کچھ شیخ ابن ہمامؒ اس جگہ فرمارہے ہیں اور جس غرض سے حضرت شاہ صاحب نے اوس کو نقل کیا ہے وہ بحمد اللہ ہر طرح ہمارے ہی مقصد کو مفید ہے اور آپ کے لئے مضر لیکن آپ نے اس عبارت کے نقل میں اور اوس کے ترجمہ میں بھی خیانت سے کام لیا ہے لہٰذا اس وجہ سے بظاہر وہ آپ کے مفید معلوم ہوتی ہے شیخ ابن ہمامؒ کا مقصد تو یہ ہے کہ التزام مذہب معین کے شرعاً واجب اصلی ہونیکی کوئی دلیل نہیں اسلئے کہ آیۃ فاسئلوا اھل الذکر سے تو اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مقلد محتاج اور جسکی تقلید کرتا ہے وہ محتاج الیہ انہیں مسائل میں ہے جو کہ کسی معین واقعہ میں اوسکو پیش آئیں اور اوس نے آگے چلکر فرماتے ہیں والغالب ان مثل ھذہ الالزامات منھم لکف الناس عن تتبع الرخص الخ یعنی فقہاء نے جو التزامات مذہب معین کو ضروری کہا ہے وہ اس غرض

سے ہیں کہ لوگ مذہب میں رخصتیں نہ تلاش کرنے لگیں۔ اور آگے چلکر فرماتے ہیں والاخذ العامی فی کل مسئلۃ بقول مجتہد اخف علیہ وانما الادری ما یمنع ہذا من النقل والعقل الخ یعنے اگران رخصتوں کے تلاش کرنیکا لحاظ نہ کیا تو پھر عامی کا ہر مسئلہ میں کسی مجتہد کے قول پر عمل کرلینا زیادہ آسان ہے اسپر او رنقل وعقل کسی کو بھی ہم اس آسانی کے خلاف نہیں پاتے اور کوئی انہیں سے اسپر انکار نہیں کرتے۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ شیخ ابن ہمام کے نزدیک وجوب اصلی التزام مذہب معین نہیں ہے بلکہ اس التزام کو عوارض کی وجہ سے ان سے متقدم علماء نے ضروری قرار دیا ہے ورنہ واجب اصلی کے ماتحت عامی کیلئے یہی آسان ہے کہ جس سے چاہے مسئلہ دریافت کرلے کوئی دلیل اس کو مانع نہیں بجز عوارض تتبع الرخص کے تو اب یہ عبارت بھی ہمارے ہی موافق ثابت ہوئی ہم بھی واجب اصلی التزام مذہب معین کو نہیں سمجھتے بلکہ بعوارض ہی کے درجہ میں اسکو حضرت شاہصاحب کے بیان کردہ وجوہات پر جو کہ خود انکا اپنا فیصلہ ہے واجب بالغیر جانتے ہیں جس کا انکار شیخ ابن ہمام کو بھی نہیں وہ بھی علماء کے اس التزام کو بوجہ عارض قبول کرتے ہیں۔ اور کس طرح شیخ ابن ہمام علماء کے خلاف کہہ سکتے ہیں جبکہ خود فتح القدیر میں تصریح کرتے ہیں فبہذا ظہران الصواب ما ذہب الیہ ابو حنیفۃ ان العمل علی مقلد واجب والافتاء بغیرہ لا یجوز لہم الخ یعنے اس سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ بہتر بات وہی ہے جسکی طرف امام ابو حنیفہ گئے ہیں یہ کہ اپنے امام کے قول پر مقلد کو عمل کرنا واجب ہے اور اس کے لئے (اگر وہ عالم بھی ہے) یہ جائز نہیں کہ امام کے خلاف کسی دوسرے کے قول پر فتویٰ دے۔ اور جبکہ ابن عبد اللہ مالکی اس بارہ میں اجماع نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں ان تتبع الرخص المذاہب غیر جائز بالاجماع یعنے مذاہب میں سے رخصتیں چھانٹنا بالاجماع ناجائز ہے مسلم الثبوت میں یہ قول مذکور ہے۔ لیکن آپنے تتبع الرخص کے معنی رخصتیں تلاش کرنے ہے کے بجائے (آسان آسان باتوں کے تلاش کرنے ہے کے) لئے اور آگے چلکر تتبع ما ہو اخف لنفسہ (یعنے جو اپنے لئے آسان سمجھے اس کا متلاشی) اکیا تقم

جوڑ لگا دیا تاکہ ناظریہ سمجھے کہ شیخ ابن ہمامؒ فقہاء کے اس التزامات کو بھی رد کرتے ہیں اور آپکا مطلب حاصل ہو جائے۔ اور یہ صریح دھوکا ہے اگر رخص اور اخف کے ایک ہی معنی کر دیئے جائیں جیسا کہ آپ نے کیا آخر خواہ مخواہ اگلی عبارت کو ناظر فقہاء کے التزام کا رد سمجھے گا حالانکہ اگلی عبارت اس دعوی کی دلیل کا تتمہ ہے کہ التزام مذہب معین واجب اصلی نہیں پس اگر آپ کی طرح عبارت کا مطلب بنایا جائے تو الا ان الاخذ العامی کا استثنار بالکل لغو ہو جاتا ہے اور عبارت مہمل ہو جاتی ہے۔ مگر جناب کو اس سے کیا عبارت غلط ہو یا صحیح کسی طرح آپکا دعوی ثابت ہو جائے۔ مگر خدا کے فضل سے دعوی شرک و حرمت تقلید شخصی ابتک ثابت نہ ہو سکا اور نہ ہو سکے۔ اگرچہ آگے چلکر صفحہ ۳۳ پر ایک منطقی دلیل سے بھی اس تقلید کو شرک و کفر ثابت کرنے کی کوشش فرمائینگے۔ بہرحال حضرت شاہ صاحب بھی اس جگہ اس عبارت کو اسی لئے نقل فرما رہے ہیں کہ عامی بے احتیاطی کر کے کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ تکلیف اصلی اور واجب اصلی شریعت میں یہ التزام ہی ہے، بلکہ یہ التزام باجماع علماء حقہ بوجہ عوارض کے ہے ونذا ہو الحق۔ اب جبکہ مجتہد صاحب حضرت شاہ صاحب کی دو تین عبارتوں کو مسخ کر کے پیش کر چکے اور پھر بھی مطلب نہ نکلا تو اس کے بعد دوسرے علماء کی نقول کی طرف توجہ فرماتے ہیں اب ہم بھی جبکہ حضرت شاہ صاحب کا بہترین فیصلہ ہمارے ہی حق میں ہو چکا تو علاوہ پیش کردہ نقول کے دو اور مختصر سے نقلیں پیش کر کے مجتہد صاحب کی بقیہ دلیلوں کو سپر کہینگے۔ سنئے حضرت شاہ صاحب عقد الجید صفحہ ۸۱ پر کتاب انوار کی دو عبارتوں کے اختلاف کو حل کرتے ہوئے جنمیں باہمی تعارض ہے ایک جگہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ انتقال ایک مذہب سے دوسرے کی طرف درست ہے اور دوسرے سے معلوم ہوتا ہے کہ ناجائز ہے۔ فرماتے ہیں اقول وحل الاختلاف عندی واللہ اعلم ان معنی قوله يعصی بالمخالفة انه يعصی اذا عزم علی تقليده فی جميع المسائل او فی هذه المسئله ثم اقدم علی المخالفة فهذه معصية بلاشك (ترجمہ) میرے نزدیک اس اختلاف کا حل واللہ اعلم یہ ہے کہ جس عبارت میں یہ لکھا ہے کہ وہ امام کے مخالفت سے گنہگار ہوگا وہ اس مقلد کیلئے ہے جو تمام مسائل میں کسی امام کی تقلید کا ارادہ کر چکا

ہو یا اس مسئلہ میں ہونے کا ارادہ رکھتا ہو جس کو اس امام کے ماتحت مان چکا ہو اور پھر اس سے اختلاف کا ارادہ رکھتا ہو تو بغیر شک و شبہ کے معصیت ہے۔ اور واضح رہے کہ یہ حکم بھی حضرت شاہ صاحب متبحر فی المذہب کے بارہ میں نقل فرمارہے ہیں اس لئے کہ اسی فصل کے تحت میں اس کو بیان کیا ہے۔ اور انصاف میں ارشاد فرماتے ہیں وبالجملة فالتمذهب للمجتهدين سر الهمه الله تعالى العلماء وجمعهم عليه من حيث يشعرون او لا يشعرون ترجمہ حاصل کلام یہ ہے کہ التزام مذہب معین اور مجتہدین کے مستقل مذاہب کی پابندی حق تعالی کا ایک راز ہے جو اوس نے علماء کے دلوں میں ڈالا ہے اور اس پر تمام علماء کو متفق کردیا ہے خواہ اس کے حقیقت کو سمجھیں یا نہ سمجھیں آپ فرمائے کہ التزام مذہب معین جس پر حضرت شاہ صاحب علماء حقہ کا نقل فرمارہے ہیں اور اس پابندی کیلئے اوسکے ضروری ہونے کو من جانب اللہ اور خدائی الہام فرماتے ہیں اوسکے باطل کرنے اور اسکو شرک و کفر بنانے کے لئے مجتہد صاحب مدعی ہوئے ہیں اور علماء کے اجماع اور الہام الٰہی کے مقابلہ میں آپکی بے جا جرات فرمارہے ہیں فلاحول ولاقوة الا بالله نعوذ بالله من شرور النفس والشيطان بس ان تمام عبارت کے نقل کے بعد ناظرین حق و باطل کا خود فیصلہ کریں ہم صرف اسقدر عرض کرتے ہیں کہ میری دلکو دیکھکر میری وفا کو دیکھکر ہو بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھکر اور اسی کے ساتھ ساتھ فیصلہ کرتے وقت ناظرین کرام مسلمہ حکم یعنی حضرت شاہ صاحب کے عمل پر بھی نظر رکھیں فیوض الحرمین میں حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں عرفني رسول الله صلى الله عليه وسلم ان المذهب الحنفيه طريقة انيقة وهي اوفق الطرق بالسنة المعروفة التي جمعت ونقحت ترجمہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پہچان کرائی (بذریعہ کشف) کہ امام بخاری کے وقت میں جسقدر بھی طرق اور مذاہب تھے اون سب سے زیادہ سنت کے موافق حنفی طریقہ ہے چنانچہ حضرت شاہ صاحب حنفی ہیں اور امام ابو حنیفہ کے مذہب معین کے مقلد

اب اس سے فارغ ہو کر مجتہد صاحب کی دیگر پیش کردہ نقول پر بھی نظر ڈالئے (قال) ملا علی قاری شرح عین العلم میں فرماتے ہیں ان الله سبحانه وتعالى ما كلف احدا ان يكون حنفيا

او شافعیا او حنبلیا او مالکیا بل کلفهم ان یعملوا بالکتاب والسنة ان کانوا علماء او یقلدوا العلماء ان کانوا جهلاء الخ (قلت) مجتہد صاحب اس عبارت کے سمجھنے میں بھی آپنے اپنی عقل پر وہی پتھر ڈالے ہیں جیسا کہ حضرت شاہ صاحب کی عبارتوں میں سمجھنے میں پتھر ڈالے تھے ملا علی قاری رح کی عبارت کا تو کھلا ہوا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالے نے کسی شخص کو بھی حنفی یا شافعی یا حنبلی یا مالکی ہونیکی اصلی تکلیف اور شرعی تکلیف نہیں دی اور تمام مسلمانوں کو سوای کتاب و سنت کے کسی شئی کا بھی حقیقی مکلف نہیں بنایا اگر وہ خود عالم ہیں یعنے کتاب و سنت سے استنباط مسائل کی قوت رکھتے ہیں تو خود کتاب و سنت پر عمل کریں اور اگر جاہل ہیں تو علماء کے اتباع میں اون کے عامل بنیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان اسمیں کوئی اختلاف نہیں ہم بھی اصلی تکلیف کتاب و سنت کے ہی ماتحت سمجھتے ہیں اور جسکی تفصیل سابق میں بیان ہو چکی جو تقلید شخصی کہ متنازع فیہ ہے اوس کا مطلب جیسا کہ گذر چکا یہ ہے کہ از روئے تحقیق باجماع علمائے محققین اس واجب اصلی اور حقیقی تکلیف کے حاصل کرنیکا ایک یہی طریق بوجہ عوارض رہگیا ہے کہ آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا مقلد بنجائے اور اس واجب بالغیر کا اس عبارت میں نہ اقرار ہے نہ انکار لیکن اگر مجتہد صاحب تھوڑی سی تکلیف فرماکر اسی کتاب عین العلم کی دوسری عبارت بھی ملاحظہ فرمالیتے تو اونکو معلوم ہوجاتا کہ ملا علی قاری بھی التزام مذہب معین کے وجوب بالغیر کے قائل ہیں سنئے فرماتے ہیں بل یجب علی کل مقلد اتباع مقلده فی کل تفصیله فان مخالفته للمقلد متفق علی کونه منکرا بین المحصلین وهو عاص بالمخالفة ترجمہ بلکہ ہر مقلد پر اپنے امام کا اتباع اور اوسکی تقلید تمام مسائل میں بالتفصیل واجب ہے اس لئے اوسکو اپنے امام کی مخالفت باتفاق علماء محققین ناجائز ہے اور وہ اس صورت میں گنہگار رہے اور اسی عین العلم میں دوسری جگہ لکھتے ہیں فلو التزم احد مذهبا کابی حنیفة والشافعی فلا یقلد غیره فی مسئلة من المسائل ترجمہ اگر کسی شخص نے ایک مذہب کو لازم کرلیا مثل مذہب امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی تو پھر اوس مذہب کے خلاف کسی مسئلہ میں غیر کی تقلید نہ کرے اور تشیع الفقہاء میں ارشاد فرماتے ہیں

بل وجب علیہ ان یعین مذھبا من ھذہ المذاھب یعنے انسان پر واجب ہے کہ ان مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرلے۔ یہ ہے ملا علی قاری کا مذہب التزام مذہب معین کے بارہ میں جناب مجتہد صاحب کسی قائل کے ادہورے کلام کو پیش کرنا اور اوسکی تمام مراد کو نہ بیان کرنا کتمان حق ہے۔ اور غالبا وعید الساکت عن الحق شیطان اخرس اوکما قال تو آپ سن ہی چکے ہونگے بہرحال آپ کی پیش کردہ عبارت تو ہمارے لئے مضر نہ ثابت ہوی بلکہ ہماری بیان کردہ مسئلہ کے لئے مزید تائید کا باعث بنی اور جو ہمنے ملا علی قاری کی عبارتیں پیش کی ہیں۔ انھوں نے آپ کے دعوی کو بالکل ہی خاک میں ملا دیا۔ اور آپ کی دلیل کنسج العنکبوت ہی ہو کر رہگئی فلم تکتموا الحق وانتم تعلمون (قال) مولانا بحر العلوم شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں اعلم انک قد علمت ان التکلیف من الشارع لیس الا العمل بفتوی مجتھدین علی التخییر وتخصیص العمل بفتوی مجتھد دون مجتھد تحکم الخ (قلت) ہاں مولانا بحر العلوم لکھنوی شرح مسلم الثبوت میں بیشک فرماتے ہیں اعلم انک قد علمت ان التکلیف من الشارع لیس الا العمل بفتوی مجتہدین علی التخییر وتخصیص العمل بفتوی مجتھد دون مجتھد تحکم لا تکلیف الیہ (قلت) مگر ہمیں آپ جیسے مجتہدین اور مدعیان عمل بالحدیث پر سخت حیرت ہے کہ دعوے تو کرتے ہیں کہ ہم تقلید شخصی کو حرام اور شرک جانتے ہیں لیکن حالت یہ ہے کہ بے تحقیق اور بغیر کتاب کی طرف رجوع کئے ہوئے اور مصنف کے اصل مقصد سے باوجود ناواقفیت کے محض دوسرے کی اندہی تقلید پر جو چاہتے ہیں لکھ مارتے ہیں اور ہوا نفس او رشوق اجتہاد میں سیاق وسباق سے کچھ غرض نہیں رہتی اور رہے تو جب کہ قسم کہانیکو بھی اصل مصنف کی کتاب دیکھی ہو مولوی نقر اللہ صاحب مرحوم جو مجتہد صاحب کے استاد بھی تھے اور رہنوی بھی ان کے ایک چند ورقی رسالہ سے انہی کی تقلید میں اس عبارت کو نقل فرما دیا ہے۔ خیر نقل میں بھی کچھ حرج نہ تھا بشرطیکہ مصنف کی اصلی غرض سے واقف ہوتے مگر یہاں تو اسمیں بھی صفر ہے۔ سنئے آپکا دعوی یہ ہے کہ تقلید شخصی جو کہ متنازع فیہ ہے اور جسکو ہم بالتفصیل

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

بیان کرآئے ہیں اس کا وجود دنیا میں نہیں ہے اس لئے سلف میں بھی اس کا وجود نہیں پایا جاتا اور دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ جو تقلید شخصی کو واجب بالغیر مانتا ہے جیسا کہ آجکل کے مقلدین کا خیال ہے ان کا یہ واجب ماننا خواہ بالغیر ہی کیوں نہ ہو شرک و کفر اور تشریع شرع جدید ہے۔ اور ان دونوں دعووں کیلئے منجملہ اور عبارتوں کے ایک عبارت یہ بھی جناب ایک رسالہ سے نقل فرماتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ جناب کے یہ دونوں دعوے بالکل باطل ہیں اور مجتہد بننے کے شوق میں ہوائے نفس کے ماتحت ہیں اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ بحر العلوم جو کہ مذہب حنفی کا التزام کئے ہوئے تھے اور اپنے زمانہ میں متشدد فی الحنفیت مانے جاتے تھے وہ اصول حنفیہ کی کتاب مسلم الثبوت کی شرح میں اس بحث کے ماتحت کہ شارع کی جانب سے مقلد کیلئے اصلی تکلیف کیا ہے۔ آیا یہ ہے کہ شریعت نے اس کو اول ہی سے اسپر مجبور کیا ہے کہ وہ ان آیات و احادیث کے حکم کے مطابق جو غیر مجتہد پر تقلید کو واجب کرتی ہیں اس حکم سے اسوقت تک عہدہ برآنہیں ہوسکتا جبتک کہ وہ تقلید شخصی کرے اور التزام مذہب معین کا نہ کرے۔ یا اسکو عام اجازت ہے کہ جس مجتہد سے چاہے فتویٰ پوچھ لے یا جس مجتہد کو چاہے اپنے طور پر اس کا خاص مقلد بنجائے تو جواب دیتے ہیں کہ جو شخص تکلیف شارع کو اس میں منحصر کرتا ہے کہ وہ بغیر تقلید شخصی کے اس تکلیف سے عہدہ برآنہیں ہوسکتا تو یہ شریعت کے حکم کو بدل دینا اور دعویٰ بلا دلیل ہے جو ہرگز مسموع نہیں بلکہ شریعت نے اسکو اسکا مکلف بنایا ہے کہ اگر وہ مجتہد نہیں تو کسی نہ کسی مجتہد سے اسکو مسائل معلوم کرنا ضروری ہے۔ اس عبارت سے نہ تو آپکا دعویٰ ثابت ہوا اور نہ ہمارے جواب کو کوئی نقصان پہنچا بلکہ اسمیں تو آپ اور ہم دونوں متفق ہیں کہ اصل تکلیف مقلد کیلئے تقلید واجب ہے جو عام ہے۔ اور اگر جناب اس سے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ کوئی شخص اگر التزام مذہب معین خود کرتا ہے تو یہ بھی حرام ہے تو یہ قطعاً باطل ہے ایسی لچر بات اتنا بڑا عالم نہیں کہہ سکتا جبکہ صحیح احادیث سے خود خیر القرون میں تقلید شخصی کا ثبوت موجود ہے اور جبکہ خود بھی بحر العلوم اسی شرح مسلم الثبوت میں فرماتے

ہیں کہ حدیث اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اھتدیتم الخ سے ایک صحابی کی تقلید
کی بھی اجازت ثابت ہوتی ہے چنانچہ ایک اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں علی انہ مستلزم
بجزء المدعیٰ دھو جواز تقلید الصحابی الخ (ترجمہ) اسکے علاوہ یہ حدیث جزء مدعیٰ کو ثابت
کرتی ہے یعنی ایک صحابی کی تقلید کر لینا بحکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہے (اور اوسی کا
نام تقلید شخصی ہے) اسی طرح اس شرح میں ایک جگہ یہ بحث کرتے ہوئے کہ مجتہد فی المذہب
کو اپنے امام کے ماتحت اس کے اصول پر فتویٰ دینے کی اجازت ہے یا نہیں فرماتے ہیں اقول
وایضا دقع ھذا الافتاء فی زمان المجتہدین فان اصحاب الامام ابی حنیفہ کانوا یفتون
بمذھبہ فی زمان الامام الشافعی والامام احمد وغیرھما کابن معین وابن عیینہ و
وعطاء وغیرھم بلانکیر من احد وکان ھذا اجماعا الخ ترجمہ میں کہتا ہوں کہ اس قسم کے
افتاء کہ غیر مجتہد اپنے امام ہی کے اصول کے ماتحت لوگوں کو مسائل بتائے دوسرے مجتہدین کے
زمانہ میں واقع ہوئے ہیں. چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب برابر امام شافعیؒ امام احمدؒ ابن معین
ابن عیینہ عطاء جیسے مجتہدین کے ہوتے ہوئے اپنے ہی امام کی تقلید میں مقلدین حنفیہ کو بغیر
کسی انکار کے فتویٰ بتاتے رہتے تھے لہٰذا اسپر اجماع ہو گیا انتہیٰ ان دونوں عبارتوں سے معلوم
ہو گیا کہ جناب کا یہ دعویٰ تو قطعًا باطل ہے کہ تقلید شخصی متنازع فیہ کا وجود یا اسکا ثبوت ہی
نہیں. اب رہا دوسرا دعویٰ کہ تقلید شخصی کا وجوب بالغیر بھی حرام و شرک ہے اور بحر العلوم اسکو تشریع
شرع جدید بدعت سمجھتے ہیں سو اسکی بھی حقیقت سن لیجئے. صاحب مسلم الثبوت اس مسئلہ پر بحث کر رہے
ہیں کہ جو شخص مذہب معین کا التزام اپنے اوپر کر لے تو اسکو اس سے باہر نکلنا درست ہے یا نہیں.
فرماتے ہیں کہ اسمیں علماء کے تین گروہ ہو گئے ہیں ایک کہتا ہے کہ اس کو اس مذہب سے نکلنا حرام
ہے اور اگر کوئی شخص اس معین مذہب سے نکلیگا تو قابل تعزیر ہے. دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اسکو نکلنا
جائز ہے اسلئے کہ حکم اصلی تو صرف حق تعالیٰ کا ہے. تیسرا گروہ کہتا ہے کہ جسمیں تقلید کر چکا ہے
اس سے نہ نکلے اور بقیہ میں نکلنا درست ہے. اسپر بحر العلوم یہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس التزام میں

اس قدر سخت ہیں کہ اس التزام کو حکم اصلی اور تکلیف شرعی سمجھنے لگے اور اس کے تارک پر تعزیر تک مقرر کر دی تو کسی ایسے شئے کو جو حکم اصلی نہ ہو اسکو حکم اصلی سمجھ لینا ان الحکم الا للہ کے خلاف اور تشریع شرع جدید ہے اس کی تفصیل میں صاحب مسلم اور بحر العلوم فرماتے ہیں لو التزم مذہبا معینا ای عہد من عند نفسہ انہ علی ہذا المذہب کمذہب ابی حنیفۃ او غیرہ اگر مذہب معین کا کسی نے التزام کر لیا اور کہا کہ میں اس ایک مذہب پر قایم رہونگا مثل مذہب امام ابو حنیفہ کی یا کسی دوسرے امام کی فہل یلزم الاستمرار علیہ ام لا فقیل نعم یجب الاستمرار و یحرم الانتقال من مذہب الی آخر کیا اسکو اسی پر قایم رہنا ضروری ہے یا نہیں تو بعض نے کہا کہ ہاں اس پر قایم رہنا ضروری ہے اور اس سے نکلنا حرام۔ اس کے بعد فرماتے ہیں حتی شدد بعض المتاخرین المتکلفین وقالوا الحنفی اذا صار شافعیا یعزر وھذا تشریع من عند انفسہم اور بعض نے تو یہاں تک اس بارہ میں تشدد کر دیا کہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی حنفی شافعی بن جائے تو اسکو تعزیر دو تو اس قدر سختی کرنا تو اپنی جانب سے تشریع شرع جدید کرنا ہے۔ یہ ہے وہ موقعہ جسکو بحر العلوم بھی تشریع جدید فرما رہے ہیں اور آگے چلکر یہ ثابت کرتے ہیں کہ حق یہی ہے کہ اسکو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا درست ہے کیونکہ حکم اصلی صرف خدا کا ہے لیکن اس منتقل ہونے میں ہوا نفس اور اغراض فاسدہ شامل نہوں۔ اس لئے کہ دین میں لہو اور کھیل کرنا قطعاً حرام ہے تمذہب اور غیر تمذہب دونوں صورتوں میں فرماتے ہیں فان التلاہی حرام قطعا فی التمذہب کان او غیرہ الخ اس سے بحمد اللہ یہ تو واضح ہو گیا کہ مجتہد صاحب جو اس سے اپنی نادانی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ بحر العلوم نے التزام مذہب معین کو تشریع شرع جدید کہا ہے یہ ان کی جہالت اور عدم علم کا باعث ہے۔ بلکہ بحر العلوم اس کے رد میں اس تشدد کو کہ اس التزام کو حکم اصلی سمجھ لیا جائے تشریع شرع جدید فرماتے ہیں۔ ہاں شاید اس عبارت سے مجتہد صاحب اپنی نادانی سے یہ سمجھکر کہ چلو عدم وجوب تو اس سے خوب ثابت ہو گیا بہت خوش ہوں گے لیکن ان کی یہ خوشی بھی عارضی ہی ہے۔ سنئے بحر العلوم باوجودیکہ اس التزام مذہب معین

کے حکم کو ابتداءً امر سے واجب نہیں مانتے لیکن پھر اسکے قائل ہیں کہ یہ التزام اس زمانہ میں

بوجہ فساد زمانہ اور ظہور خیانت واجب ہے اور تقلید شخصی اسوقت واجب بالغیر ہے۔ اور اس اصول کو بھی مانتے ہیں کہ مقدمۃ الواجب واجبۃ اور یہی ہمارا مقصود ہے اور اسی وجوب بالغیر میں ہمارا نزاع ہے۔ سنئے فرماتے ہیں یعنی انہ لو لم یکن المقدمۃ واجبۃ بالنظر الی الواجب لکان التکلیف بالواجب متناولا لہ حال عدم المقارنۃ بالمقدمۃ فصار التکلیف بالواجب تکلیفاً بالمحال انتہی یعنی اگر واجب کا مقدمہ واجب نہو تو پھر اگر وہ مقدمہ واجب سے جدا ہوجائے اور نہ پایا جائے تو اب واجب پر عمل کرنا تکلیف بالمحال ہوجائیگی (شرح مسلم) اس سے معلوم ہوگیا کہ مقدمۃ الواجب واجبۃ میں تو بحر العلوم بھی حضرت شاہ صاحب کے شریک ہیں اب دیکھنا ہے کیا بحر العلوم بھی التزام مذہب معین کو واجب اصلی نہ سمجھتے ہوئے اسکے وجوب بالغیر کے قائل ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں بحر العلوم تقلید شخصی کے واجب بالغیر ہونیکے قائل ہیں۔ دیکھئے شرح تحریر میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ وکذا للعامی الانتقال من مذہب الی مذہب فی زماننا لایجوز لظہور الخیانۃ اسی طرح عامی کو بھی ہمارے زمانہ میں ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا ناجائز ہے بوجہ ظاہر ہوجانے خیانت کے۔ اب کہئے مجتہد صاحب آپکا دوسرا دعویٰ بھی کہ تقلید شخصی کا وجوب بالغیر بھی ماننا شرک وکفر ہے کسطرح بحر العلوم نے ہباءً منثورا کردیا اور ساری محنت جناب کی خاک میں ملادی اب بتائیے آپ اس وجوب بالغیر کو تشریع جدید کہینگے تو خود بحر العلوم ہی کو معاذ اللہ کافر بنائینگے اب آپ خود اسکا انجام سوچ لیجئے ہمارے تو بحمد اللہ دونوں مقصود بحر العلوم ہی نے ثابت کردئے۔ اور آپکے دونوں دعوے باطل۔ مجتہد صاحب خدا کے خوف سے ڈریئے اور اس قسم کی عوام فریبی سے کام نہ لیجئے کسی شخص کے پورے مقصد کو ظاہر نہ کرنا اور محض اپنے مطلب کی بات کتر بیونت کرکے لے لینا دیانت اور علمیت دونوں کے خلاف ہے۔ آپنے تو اس تقلید کے مسئلہ میں ہوائے نفس کو گویا اپنا امام بنا رکھا ہے۔ ناظرین رسالہ بھی ذرا غور کریں اور انصاف سے کام لیں کہ حضرت شاہ صاحب کی عبارتیں اس مسئلہ میں ہمنے بھی پیش کی ہیں اور مجتہد صاحب نے بھی لیکن ہمنے تو ان کی تینوں کتابوں

انصاف. عقد الجید۔ حجۃ اللہ البالغہ کے ہر قسم کے حوالے پیش کئے اور حضرت شاہ صاحب کے ہر حوالہ
کو مان کر درمیان میں ایک صحیح راستہ جو شاہ صاحبؒ کا اصل مقصد تھا آپ کو بتا دیا مگر افسوس ہے
مجتہد صاحب کی اس خیانت پر کہ باوجود اس بات کے کہ انصاف بھی حضرت شاہ صاحب ہی کا تقلید کے
متعلق رسالہ ہے لیکن چونکہ اسمیں انہوں نے فیصلہ کن بحث اس بارہ میں کی ہے اور وہ مجتہد صاحب
کے خلاف ہے اسلئے ایک حوالہ بھی اس کا پیش نہیں کیا ہاں آخر میں جاکر ایک اقتباس کہ ہندوستان
والوں کیلئے حنفی ہونا ضروری ہے یا نہیں وہ بھی ناقص اور ادھورا اپنا مطلب نکلنے کو بیان کر دیا۔
اسی طرح بحر العلوم. ملا علی قاری کی جو عبارتیں پیش کیں وہ بھی صرف وہی جو اپنے موافق سمجھیں اگرچہ
وہ بھی بحمد اللہ موافق نہ نکلیں اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہی حال ان جدید مجتہدوں کا حدیث
کے بارہ میں ہے کہ ایک حدیث بخاری یا مسلم کی لیکر تمام سادہ لوح عوام بیچارے (رد) کو بہکاتے پھریں گے کہ دیکھو
فلاں امام کا مذہب اس صحیح حدیث کے خلاف ہے اور مشکوٰۃ۔ ترمذی۔ بخاری کے ترجمہ کرکے لوگوں کو
محدث بنا دیتے ہیں اور اس طرح حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بازیچہ طفلاں بنا رکھا ہے. گویا
ان کے نزدیک حدیث کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ اس کا اردو ترجمہ جو کہدے وہی اصل حکم
ہے نہ انہیں ترجیح و تطبیق سے بحث اور نہ انہیں نسخ و حقائق معانی سے سروکار ہے. افسوس
کسقدر غضب ہے کہ دیوان غالب دیوان مومن۔ ابو الفضل. قصاید بدر چاچ. دیوان متنبی. دیوان
حماسہ. مقامات حریری کے تو ایک ایک شعر اور ایک ایک جملہ کے کئی کئی معنی اور لطایف و نکات ہوں
لیکن جس سردار دو جہاں کا ارشاد یہ ہو کہ اعطیت جوامع الکلم مجھے خداوند قدوس نے جامع کلمات عطا کئے ہیں
یعنی آپکے ایک ایک جملہ میں بیسیوں حکمتیں اور مختلف احکامات مضمر ہیں جن کو اہل علم اپنے اپنے مرتبہ کے
مطابق نکالتے ہیں آج اس جوامع الکلم ذات قدسی صفات کی احادیث کی حقیقت صرف اس قدر
رہگئی ہے کہ ایک نفحۃ الیمن یا فصول اکبری اور کافیہ پڑھنے والا بلکہ اردو ترجمہ سمجھنے والا بھی ان کے
بارہ میں یہ اختیار رکھتا ہے کہ جس حدیث کو چاہے یہ کہدے کہ اس کا یہ ترجمہ ہے لہذا فلاں امام کا یہ
مسئلہ اس کے خلاف ہو گیا چاہے اس حقیقی عالم اور صحیح مجتہد نے اس حدیث کی صحیح حقیقت ہی

کیوں نہ سمجھ کر اور اسکی عمدہ توجیہ دوسری احادیث سے کرکے اس مسئلہ کو نکالا ہو۔ خدائے قدوس نے ان مجتہدین پر رحم فرمائے اور ان کو صحیح راہ دکھائے کہ وہ احادیث نبوی کو اس طرح بازیچۂ طفلاں نہ بنائیں اور عمل بالحدیث کے جامۂ زر دریں لوگوں کو دھوکا نہ دیں۔ اے مجتہدان زماں تم اہل حدیث نہیں ہو اہل حدیث وہ مجتہد ہے جنہوں نے خون و پسینہ ایک کرکے احادیث نبوی کو آپس میں مطابق کیا انہیں ترجیح دی۔ ان میں ناسخ و منسوخ ثابت کیا لہٰذا خدا کی مخلوق پر رحم کرو اور ان خیانتوں سے باز رہکر لوگوں کو اس گمراہی سے نجات دو۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ اللہم ہل بلغت وما علینا الا البلاغ۔ (قال) اور مسلم الثبوت میں ہے۔ انعقد الاجماع علی من اسلم فلہ ان یقلد من شاء من العلماء بغیر حجر واجمع الصحابۃ رضؓ علی ان من یستفتی ابابکر وعمرو قلدھما فلہ ان یستفتی ابا ھریرۃ ومعاذ بن جبل وغیرھما ویعمل بقولہم من غیر نکیر الخ (قلت) مجتہد صاحب آپ خواہ مخواہ علماء کی ان عبارتوں کے ٹکڑے بیان کرکے ہمکو دھمکا رہے ہیں۔ جنمیں جناب کے مطلب کی کوئی ایک بات بھی نہیں ہوتی اگر جناب کو اپنا دعوئی ابطال دربارہ تقلید یاد نہ رہا ہو اور اس لئے بھٹک رہے ہوں تو ذرا اپنی کتاب کے گذشتہ اوراق پر پھر ایک مرتبہ نظر ڈال لیجئے آپ کا دعوئی تو یہ ہے کہ وہ تقلید شخصی جسکو اس زمانہ میں واجب کہا جا رہا ہے اور جس کے متعلق شیخ ابن ہمامؒ و ملا علی قاریؒ۔ امام غزالیؒ۔ امام شعرانیؒ بھی لکھ رہے ہیں کہ فساد زمانہ کی وجہ سے علماء کا اسپر اتفاق ہو گیا ہے کہ انتقال من مذہب الی مذہب درست نہیں اور عامی کو التزام مذہب معین ضروری ہے وغیرہ وغیرہ یہ تقلید شخصی حرام۔ باطل عاطل۔ کفر و شرک ہے اور آپ یہ بھی فرما چکے ہیں۔ کہ تقلید مطلق میں دونوں فریق میں کوئی نزاع نہیں دونوں اس کے قائل ہیں تو اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ آپ کی اس پیش کردہ عبارت کے ہردو اجماع ہمیں کیا مضر ہیں اور آپ کو کیا مفید ہیں جو آپ نے ناحق یہاں ذکر کرکے ہمارے مقابلہ میں فمن ادعی دفع ذلک بعد الاجماعین فعلیہ الدلیل کا ڈنکا بجانا شروع کر دیا۔ ہمیں تو ان ہردو اجماع سے کوئی بھی انکار نہیں ہم بھی اس کے قائل ہیں کہ بیشک واجب اصلی کے لحاظ سے متفقہ مسئلہ یہی ہے کہ جو شخص

اسلام قبول کرے وہ جس سے چاہے مسئلہ پوچھ لے اسمیں علماء انکار نہیں کرتے لیکن سوال یہ ہے اگر وہ اسلام لاکر حنفیت یا شافعیت میں داخل ہو گیا تو اب اسکو اس سے نکلنا درست ہے یا نہیں نیز اگر وہ فساد زمانہ اور ہوائے نفس کیلئے مذاہب میں رخصتیں تلاش کرنے لگے یا اس کا اندیشہ ہو تو بھی اس کے ذمہ یہ ضروری ہے یا نہیں کہ وہ مذہب کی حفاظت کیلئے جو اصلی شئے ہے التزام مذہب کرلے یا نہیں اسی طرح ہم بالکل عراقی کے اس قول کے لفظ بلفظ کی تائید کرتے ہیں کہ تمام صحابہؓ اسپر متفق تھے کہ اگر کسی نے شیخین رضؓ سے مسئلہ پوچھ لیا ہے تو اسکو دوسرے مسائل میں حضرت ابو ہریرہؓ اور معاذ بن جبلؓ سے مسئلہ پوچھ سکتا ہے کوئی اس میں انکار نہیں۔ لیکن یہاں بھی یہ سوال ہے کہ جو لوگ تقلید شخصی کو اپنے ذمہ کر چکے ہیں کیا یہ عبارت اس کو باطل و حرام بتاتی ہے اور یہ بھی سوال ہے کیا اس زمانہ میں اور خیر القرون کے زمانہ میں کوئی تفاوت نہیں اور حدیث کے ثم یفشو الکذب کے جملے سے کچھ فرق معلوم ہوتا ہے یا نہیں پس اگر علماء نے عوارضات زمانہ کی بناء پر اب یہ حکم دیدیا کہ التزام مذہب معین ہی کی صورت میں عوام واجب اصلی کا اتباع کرسکتے ہیں اور اس کے علاوہ دوسرے طرق اب فساد زمانہ کی وجہ سے ممکن العمل نہیں رہے تو کیا عراقی کی یہ عبارت اس وجوب بالغیر کو بھی باطل کرتی ہے یا نہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ما بہ النزاع تقلید شخصی کو ہم ثابت مانتے ہیں اور بوجہ عوارض زمانہ علماء اسکو واجب بالغیر کہتے ہیں جیسا کہ ہم نقل کر چکے ہیں اور تقلید مطلق کا ہمیں انکار نہیں بلکہ اقرار کر چکے ہیں کہ سلف میں بوجہ خیریت زمانہ یہی زیادہ رائج تھی اور عراقی اس تقلید کے جواز پر دو اجماع نقل کر رہے ہیں اور ما بہ النزاع تقلید شخصی کا قطعاً انکار نہیں کرتے پھر بتائیے کہ ان ہر دو اجماع نے ہماری جوابدہی کو کیا نقصان پہنچایا ہاں آپ کے دعوی کیلئے ایک لفظ بھی تائید میں نہ نکلا۔ اور کیسے نکل سکتا ہے جبکہ علماء حق اس بارہ میں اجماع نقل کر رہے ہیں۔ علامہ عبدالسلام شرح جوہرہ میں نقل کرتے ہیں۔ انعقد الاجماع علی ان من قلد فی الفروع ومسائل الاجتہاد واحدًا من ھولاء برئ عہدۃ التکلیف بہ بما قلدہ (ترجمہ) اسپر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ جو شخص ائمہ اربعہ میں کسی ایک امام کا تمام فروعی اور اجتہادی مسائل میں تقلید کریگا وہ اصلی

تکلیف شرعی کے عہدہ سے بری ہوجائیگا اور وہ اس سے فارغ ہوجائیگا۔ اور وہی ملاعلی قاری جنکی آپ سند پکڑتے ہیں تشیع الفقہا میں فرماتے ہیں بل وجب علیہ ان یعین مذھبًا من ھذہ المذاھب الخ یعنے انسان پر مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کا معین کرلینا واجب ہے۔ اور حضرت شاہ صاحب تو صاف صاف فرما چکے ہیں۔ ثم انسدرت تلک الطرق الا طریق واحد نوجب ذلک الطریق بخصوصہ (ترجمہ) (اور تقلید کے بارہ میں) اب سلف کے یہ تمام طریقہ نابود ہوگئے مگر ایک ہی طریقہ (تقلید شخصی کا) باقی رہگیا پس یہی بخصوصہ واجب ہوگیا اور اس طرح کی عبارتیں ہم یہاں بیان کرچکے ہیں تو اب آپ فرمائے کہ مسئلہ مابہ النزاع میں اجماع علماء کرام کے آپ منکر ہیں یا ہم۔ نیز حضرت شاہ صاحب نے تو اسکا بھی فیصلہ کردیا کہ مذہب معین کی بھی تقلید اگر کرے تو ائمہ اربعہ سے بھی باہر نہو اسلئے کہ ان سے نکلنا حدیث کے بتائے ہوئے سواد اعظم سے نکلنا ہے جو گمراہی اور جہنم میں گراتا ہے۔ اب آپ ہی خود فیصلہ کرلیں کہ آپ ان عبارتوں کو جس اپنے خاص مقصد کیلئے پیش کرتے ہیں وہ کیسے آپ کی تائید کرسکتی ہیں اب تو آپ کو اپنا اور اپنے ہم مشربوں کا دین بھی سنبھالنا مشکل پڑگیا۔ کیونکہ آپ تو اس تحدید کو حرام و باطل سمجھتے ہیں سو ہم الزام کو دیتے تھے مقصود اپنا نکلا۔ اب تو آپ کی وہی مثال ہوگئی۔ جناب مجتہد صاحب آپ کے گمان ہوگیا ہے کہ جہاں کہیں بھی کسی عالم نے یہ ذکر کیا ہے کہ سلف میں طریقہ جاری تھا کہ جس عالم سے چاہتے تھے مسئلہ پوچھ لیتے تھے اور کوئی شخص تقلید مذہب معین پر مجبور نہ تھا وہ تمام عبارتیں اس تقلید کو رد کررہی ہیں اور باطل ٹھیراتی ہیں۔ جسکو حضرت شاہ صاحب۔ امام شعرانی۔ علی الخواص علامہ عبدالسلام۔ شیخ ابن ہمام وغیرہم علماء کرام بوجہ عوارض کے اس زمانہ کیلئے واجب بالغیر قرار دیتے ہیں اور جو ہمارے اور آپ کے درمیان مابہ النزاع ہے یہ جناب کا گمان باطل اور قطعًا باطل ہے۔ نیز آپ اپنے خیال فاسد میں یہ بھی سمجھ بیٹھے ہیں کہ ان عبارتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تقلید مطلق کے علاوہ تقلید شخصی کا وجود ہی سلف میں نہ تھا یہ بھی جناب کا خیال فاسد ہی فاسد ہے۔ بات وہی ہے جو ہم بالتفصیل گذشتہ اوراق میں عرض کرآئے ہیں کہ ان حضرات کا مقصد صرف

استقدر رہے کہ تقلید کے بارہ میں افراط و تفریط نہ ہونا چاہئے۔ نہ تو تقلید شخصی کو اتنا بڑھائے کہ اپنے امام
کے حکم کو حلال کا حرام اور حرام کا حلال بنا دینے والا سمجھے اور یہ سمجھ بیٹھے کہ میرا امام مثل انبیاء علیہم السلام
کی معصوم ہے اسلئے اسکی تقلید میرے لئے شریعت کی اصلی تکلیف ہے یہ سمجھنا بالکل ناجائز اور حرام ہے
اور نہ تقلید شخصی کو مطلقاً باطل و ناجائز سمجھے اور اس کو شرک و کفر بتائے اسلئے کہ ایسا کہنا نصوص
تقلید میں تخصص کرکے نسخ کرنا ہے اور یہ بھی حرام و باطل ہے جیسا کہ آجکل آپ جیسے مجتہدین اور
ان کے اتباع غیر مقلدین کا خیال باطل ہے۔ بلکہ صحیح راستہ یہ ہے کہ بوجہ عموم نصوص کے تقلید
شخصی بھی تقلید واجب کی ایک قسم ہے اور سلف میں ثابت ہے البتہ سلف میں تقلید مطلق بوجہ خیریت
زمانہ زیادہ عمل تھا اور کوئی اس زمانہ میں کسی کو التزام مذہب معین پر مجبور نہ کرتا تھا۔ اور اس زمانہ
میں بوجہ عوارض کے واجب بالغیر ہے اور وہ بھی ائمہ مجتہدین اربعہ امام اعظمؒ امام شافعیؒ امام مالکؒ
امام احمدؒ میں ہی محدود و منحصر ہو گئی ہے۔ اور ان سے خارج ہونیوالا بموجب حدیث صحیح گنہگار
اور عاصی ہے۔ اور باتباع علماء سلف خلف الحمد للہ ہمارا یہی عقیدہ ہے اور ہمارے اکابر حضرت
مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ حجۃ اللہ علی الارض۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی
شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ اسی کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور آج بھی ان کے صحیح
اور سچے جانشین علماء دیوبند کثرہم اللہ تعالے اسی کی تعلیم دے رہے ہیں اور حنفی مقلدین بھی اسی
قسم کی تقلید کے قائل ہیں اور اسی کے پیرو ہیں۔ اور آپ کو بھی چاہتے ہیں کہ خود ساختہ راستہ کو
چھوڑ کر اور اپنی جماعت کو بھی غلط راستہ سے نکال کر اسی (سواد اعظم) میں داخل ہو جائیں جسکی طرف
یہ اکابر بالخصوص حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ دعوت دے رہے ہیں۔ ماننا نہ ماننا آپ کا کام ہے
وما علینا الا البلاغ۔ بہرحال مسطورہ بالا باتوں کے متعلق ہم حضرت شاہ صاحب سے تو بالتفصیل
ہر ہر بات کو ثابت کر آئے ہیں اب بموجب وعدہ اس بارہ میں اور دلائل بھی سنئے۔ بخاری شریف
میں ہے۔ (۱) عن الاسود بن یزید قال اتانا معاذ بالیمن معلما وامیرا فسألناه عن
رجل توفی وترک ابنة واختا فقضی للابنة بالنصف وللاخت النصف ورسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم حیّ اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ ہمارے ملک یمن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ معلم اور امیر بن کر آئے تو ہم نے ان سے ایک رجل کے بارہ میں مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص کا انتقال ہوگیا اور اس نے ایک بیٹی اور ایک ہمشیرہ وارث چھوڑے ہیں حضرت معاذ رضی نے فتویٰ دیا کہ بیٹی کو نصف اور ہمشیرہ کو نصف ملیگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت تک حیات تھے. فرمایئے مجتہد صاحب یہ صحیح بخاری کی حدیث کس عمدگی کیساتھ صراحت کر رہی ہے کہ باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات ہونیکے حضرت معاذ بن جبل رضی تنہا تمام ملک یمن کے معلم اور امام بنے ہوئے ہیں اور تمام یمن ان ہی کی تقلید کر رہا ہے راوی کا یہ کہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیّ اس مسئلہ کو اور چمکا رہا ہے. پس کیا اسی تقلید شخصی کے وجود کے آپ منکر ہیں اور صحابہ رضی و تابعین کے اسی فعل تقلید شخصی کو آپنے حرام و باطل و عاطل کہنے کی جرأت کی ہے. سبحانک ہٰذا بہتان عظیم. فلا حول ولا قوۃ الا باللہ. (۲) اور انہی معاذ بن جبل رضی کی دوسری حدیث جو ترمذی. ابو داؤد. دارمی نے بیان کی ہے آپ دیکھ لیتے تو اسقدر جرأت و بیجا بیباکی آپ میں پیدا نہ ہوتی. سنئے عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعثہ الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ قال اجتہد برائی ولا آلو قال فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسوله بما یرضی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی

(ترجمہ) حضرت معاذ بن جبل رضی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو جب یمن روانہ کرنے لگے تو فرمایا کہ وہاں تم کسطرح لوگوں کے فیصلے کروگے جب کوئی معاملہ تمہارے سامنے پیش ہوگا میں نے عرض کیا کہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کرونگا. آپنے فرمایا اگر کتاب اللہ میں تم اسکو نہ پاؤ تب کیا کروگے میں نے عرض کیا کہ پھر میں سنت رسول اللہ پر فتویٰ دوں گا آپنے فرمایا کہ اگر سنت رسول اللہ میں بھی تم نہ پاؤ تو کیا کروگے میں نے عرض کیا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا اور بہرحال تقصیر

نہ کرونگا۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ یہ سنکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد (حضرت معاذ) کی رائے کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے موافق بنادیا۔ اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔ (۱) بہت سے مسائل ایسے ہیں جو کتاب اللہ اور سنتہ رسول اللہ میں مذکور نہیں اور انہیں مجتہد اپنی رائے سے اجتہاد کرسکتا ہے بلکہ کرنا چاہیئے جبکہ خود شارع علیہ السلام کی زندگی مبارک میں اجتہاد بالرائے کی اجازت صراحتہ معلوم ہو چکی تو بعد میں تو بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔ لہٰذا جو ہر ہر مسئلہ فقہی کیلئے احادیث ونصوص کا دعویٰ کرتا ہے اور مجتہد فیہ جزئیات میں ائمہ کو بالخصوص امام اعظمؒ کو مورد طعن بناتا ہے وہ جاہل ہے

(۲) حضرت معاذ بن جبلؓ جو معلم اور امیر دونوں بنا کر یمن بھیجے گئے اور وہاں برسوں رہے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم لوگوں کو ہر ہر مسئلہ کی دلیل بھی بتایا کرنا بلکہ خود ان سے سوال کیا کہ تم کیسے فیصلہ دوگے اور ایک ہی شخص کی بالالتزام تمام مسائل میں پیروی کرنا اور اسکے فیصلوں کے سامنے بغیر دلیل سر تسلیم خم کرنا اور اس پر عامل ہونا ہی تقلید شخصی ہے بحر العلوم شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔ التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ متعلق بالعمل والمراد بالحجۃ من الحجج الاربع الخ یعنے تقلید غیر کے قول پر بغیر دلیل عمل کرلینے کا نام ہے اور دلیل سے مراد دلائل اربعہ کتاب سنتہ۔ اجماع قیاس مراد ہیں تو ایک شخص کے اقوال پر اس طرح بے دلیل عمل کرنا جیسا کہ اہل یمن نے کیا تقلید شخصی کہلائیگا۔ لہٰذا جو اس کا منکر ہے وہ معاذ اللہ صحابہؓ و تابعین بلکہ العیاذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملزم بناتا اور جہنم میں ٹھکانا بناتا ہے۔ (۳) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم الخ سے پر جہاں سوائے معاذؓ کے کوئی دوسرا معلم نہ تھا تینوں قسم کے امور کی تقلید اور انکا اتباع ضروری تھا اسلئے کہ اہل یمن کو آپ نے کوئی ہدایت نہ فرمائی تھی کہ اگر معاذؓ اپنے اجتہاد سے یا اور کسی دلیل سے حکم کریں تو تم بے دلیل ہرگز نہ ماننا۔ (۳) بخاری و ترمذی کی دونوں حدیثیں اس بات پر صراحتہ کرتی ہیں کہ حضرت معاذؓ اہل یمن کیلئے معلم و حاکم دونوں بنا کر بھیجے گئے کیونکہ صحابہؓ کو دونوں منصب حاصل تھے اس زمانہ میں عالم یا مفتی امیر سے علٰحدہ نہ ہوتا تھا بلکہ دونوں کام ایک ہی کی سپرد

ہوتے تھے (۴) اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اھتدیتم الخ مشکوٰۃ شریف۔ ترجمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحابؓ مثل ستاروں کے ہیں انہیں سے جس کسی کی بھی اقتدا کرلوگے راہیاب ہوگے یہ حدیث عام ہے تقلید کے وجوب کے لئے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر متعدد صحابہؓ سے ایک شخص مسائل دریافت کرکے عمل کرتا ہے وہ بھی راہیاب ہے اور اگر کوئی شخص از اول تا آخر ایک ہی صحابیؓ کا متبع رہا تو وہ بھی راہیاب ہے۔ لہٰذا اس عمومیت سے تقلید شخصی کا ثبوت نکلتا ہے اور جس شخص نے اس حدیث کو فقط تقلید مطلق ہی کیلئے مخصوص کردیا اسکا قول درست نہیں ہے اس لئے کہ حدیث میں لفظ بایہم میں ای آیا ہے جس کا استعمال اہل عرب کے یہاں فرد واحد منتشر پر آتا ہے یعنے اس لفظ کو بولکر اہل عرب ایک ہی فرد مراد لیتے ہیں مگر اس کو متعین و متشخص نہیں کرتے جسطرح کہ ہمارے یہاں بولا جاتا ہے کہ یہ کام بہت ضروری ہے لہٰذا جماعت میں سے کوئی صاحب اسکو کریں پس اگر جماعت میں سے فقط ایک ہی شخص نے اسکو کردیا تو بھی اس قائل کا مطلب حاصل ہوگیا اور اگر دس یا پانچ نے مل کر کردیا تو بھی مقصد حاصل ہوگیا۔ اسی طرح یہاں حدیث میں بھی یہی مراد ہے کہ اگر کوئی شخص فقط ایک صحابی کی ہی تقلید کریگا وہ بھی راہیاب ہے اور اگر متعدد کی پیروی کریگا مسائل فرعیہ میں تو وہ بھی راہیاب ہے اور اگر یہاں فقط تقلید مطلق ہی بیان کرنا مقصود ہوتا اور تقلید شخصی کا عدم تو پھر محاورہ عربی کے مطابق یہ فرمانا چاہیئے تھا اصحابی کالنجوم اقتدوھم اھتدیتم یعنے میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں تم ان سب کی پیروی کروراہیاب ہوگئے مگر ایسا نہ فرمایا تو معلوم ہوگیا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی مقصود ہے کہ تقلید جب واجب کی دونوں قسموں کو ثابت رکھا جائے تب ہی تو فبایہم کی قید بڑھائی لہٰذا ہمارا مطلب بحمد اللہ واضح اور ظاہر ہے۔ بحرالعلوم بھی ایک جگہ جہاں یہ بحث کررہے ہیں کہ مجتہد کو کسی مسئلہ میں اجتہاد کرکے پھر اس مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی تقلید درست ہے یا نادرست شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ جو شخص اس جواز کیلئے یہ حدیث پیش کرتا ہے اصحابی کالنجوم الخ اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک صحابی کی تقلید جائز ہے علی انه مستلزم بجزاء الدعویٰ وھو جواز تقلید الصحابی الخ

(اور یہی تقلید شخصی ہے) (۵) عن ھزیل بن شرجیل فی حدیث طویل مختصرہ قال سئل ابوموسیٰ ثم سئل ابن مسعود واخبر بقول ابی موسیٰ مخالفہ ثم اخبر ابوموسیٰ بقولہ فقال لا تسألونی مادام ھذا الحبر فیکم اخرجہ البخاری وابوداؤد والترمذی (الاقتصاد) بخاری وابوداؤد ترمذی کی اس حدیث کا جو کہ طول طویل ہے یہ مطلب ہے کہ ہزیل بن شرجیل فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کسی نے کوئی سوال کیا پھر وہی سوال اس شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کیا اور حضرت ابوموسیٰؓ نے جو فتویٰ دیا تھا اس کو بھی سنا دیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت ابوموسیٰؓ کے خلاف فتویٰ دیا جب حضرت ابوموسیٰؓ کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے لوگوں سے فرما دیا کہ جبتک تم میں یہ متبحر عالم موجود ہیں تم مجھسے ہرگز مت پوچھا کرو۔ صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ تقلید شخصی صحابہؓ کے نزدیک بھی مشروع ہے ورنہ حضرت ابوموسیٰ جو صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہرگز لوگوں کو عبداللہ بن مسعودؓ ہی سے تمام مسائل میں رجوع کرنیکا حکم نہ فرماتے کیونکہ اسی کا نام تقلید شخصی ہے بلکہ جملہ مادام ھذا الحبر فیکم (جبتک بھی یہ متبحر عالم تم میں موجود ہیں) اس تقلید شخصی کو اور چمکا رہا ہے۔ (۶) اور ترمذی میں حدیث ہے۔ عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم انی لا ادری ما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی واشار الی ابی بکر وعمرؓ الخ (ترجمہ) حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں معلوم کہ میں تم لوگوں میں کب تک (زندہ) رہونگا سو تم ان کی اقتدا کرنا جو میرے بعد ہوں گے اور حضرت ابوبکرؓ اور عمر فاروقؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ میرے بعد تم ان ہردو کی اقتدا کرنا اور یہ ظاہر ہے کہ اس اقتدا سے یہی مراد ہے کہ وہ خلیفہ ہوں گے تو تم ان کی پیروی کرنا اور خلیفۂ شرعی ایک زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے تو اب اس سے یہ ثابت ہوا کہ انکے اپنے زمانہ خلافت میں تم ان کی اقتدا کرنا اور یہ نہیں فرمایا کہ جن مسائل کا یہ حکم فرمائینگے تو تم بے دلیل نہیر

عمل نہ کرنا بلکہ دلیل طلب کرنا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس قولی حدیث کے مطابق جدا جدا تمام امور میں ان ہر دو اصحابؓ کی تقلید شخصی ثابت ہوئی اور بے دلیل ان میں سے ہر ایک کی تقلید کا آپ نے حکم فرمایا۔ اب فرمائے مجتہد صاحب تقلید شخصی کے ثبوت اور اوس کے وجود کا انکار اور اوس کو باطل و حرام کہنا صحیح ہے یا ان حدیث صحیحہ پر عمل کرنا اور ان کے مطابق عقیدہ رکھنا درست ہے۔ کیا فرماتے ہیں جناب اس شخص کے بارہ میں جو اپنی باطل رائے کے مقابلہ میں احادیث کی بھی پرواہ نہ کرے اور اپنے غلط مطلب ثابت کرنیکے لئے علماء کی عبارت میں ایجاد بندہ کرے۔ بیّنوا توجروا۔ اگر کتاب میں طول نہ ہوتا جاتا تو انشاء اللہ ہم اس سے زیادہ سامان حدیث ہی سے پیش کرتے اور اگر ضرورت پیش آئی تو کرینگے۔ اب رہا آثار اور اقوال علماء کا معاملہ تو ہم گذشتہ اوراق میں حضرت ابن عباسؓ کا واقعہ حجۃ اللہ البالغہ سے نقل کر آئے ہیں کہ اہل مکہ جو ان کے متبعین تھے وہ تمام مختلف فیہا مسائل میں حضرت ابن عباسؓ ہی کی تقلید کرتے تھے۔ نیز حضرت شاہ صاحب کی پانچ عبارتیں پیش کر آئے ہیں جنسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تقلید شخصی ثابت ہے اور آخر میں آکر باتفاق علماء واجب بالغیر ہو گئی۔ بہرحال جو عبارتیں جناب نے عراقی۔ بحر العلوم وغیرہ سے نقل فرمائی ہیں وہ ہمارے مضر نہیں ہیں بحمد اللہ اور جس شئے کا آپ دعویٰ کر رہے ہیں یعنے ابطال و حرمتہ تقلید شخصی فی ہذا الزمان وہ نہ انسے ثابت ہوتی ہے اور نہ انشاء اللہ ثابت ہو سکتی ہے بلکہ حضرت شاہ صاحب و دیگر علماء محققہ باتفاق آپ کے خلاف فیصلہ دے رہے ہیں۔ فمن ادعی ابطال دلائل ہٰذہ العلماء الاعیان فعلیہ البیان ہمنے دوبارہ اس مسئلہ کو اچھی طرح واضح کر دیا تاکہ تمام عبارتوں کا فیصلہ ناظرین خود اچھی طرح کرلیں اور مجتہد صاحب بھی ٹھوکریں کھانے سے محفوظ رہیں۔ اور ان کو افراط و تفریط سے جدا ہو کر صراط مستقیم ہاتھ آجائے۔ فھل من طالب یطلب صراط السداد والرشاد و یترک طریق الجحود والفساد۔ اب آگے دیکھیے مجتہد صاحب کیا اجتہاد جدید فرماتے ہیں۔ (قال) حضرت مولانا شہید رحمتہ اللہ علیہ تنویر العینین میں فرماتے ہیں۔ ان اتباع مذھب الحنفیۃ مثلاً لیس تقلید شخص معین فان المذھب

الحنفی عبارۃ عن مجموع اقوال عمدۃ المجتہدین کابی حنیفۃ وصاحبیہ وزفر و
نوحدۃ ھذا المذھب اختیاریۃ فنقول وحدۃ المذاھب الاربعۃ الغیا کذلک الخ
(قلت) بہت دیر کے بعد اب مجتہد صاحب نے اپنا راز کھولا۔ اگر آپ پہلے ہی سے یہ لکھدیتے
کہ میں نے اس زبردست دعوی کیلئے (کہ تقلید شخصی کا نہ وجود ہے اور نہ وجوب بالغیر بلکہ تقلید شخصی
حرام اور شرک و کفر ہے) فقط ایک کتاب تنویر العینین ہی دیکھی ہے اور اس ایک کتاب سے وہ
تمام عبارتیں نقل کردی ہیں جو بحر العلوم۔ عراقی۔ شیخ ابن ہمام کے حوالے سے حضرت شہید صاحب
نے بیان کی ہیں یا تین ناقص حوالہ حضرت شاہ صاحب کے پیش کئے ہیں تو بھی آپ کا کچھ حرج
نہ تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہی معلوم ہو جاتا کہ خود جناب نے کچھ بھی نہیں دیکھا یہاں بے تحقیق ہی حضرت
شہید کی کتاب سے اٹھا کر ان کو نقل کردیا ہے اور ان ہی کی کتاب سے بے موقع اور بے محل
اس موقع پر یہ جملہ بھی نقل کر کے فمن ادعی ارتفع عن الاجماعین فعلیہ الدلیل ہمکو دھمکانا
شروع کردیا۔ بہرحال اگرچہ آپنے حضرت شاہ اسماعیل صاحبؒ کی تقلید کی لیکن پھر بھی ان کی اصل
مراد کو نہ پہنچے اور یا اگر پہنچے تو اپنی عادت کے مطابق خیانت سے کام لیا۔ کس قدر غضب ہے کہ جو لوگ
امام اعظمؒ کی تقلید کریں انہیں تو مطعون بنایا جائے جن کی تعریف میں بڑے بڑے مجتہد رطب اللسان
ہیں اور آجکل کے مجتہدوں کا اور ان کے مقلدوں کا یہ حال ہے کہ اپنے مطلب کے مطابق اور
ہوا و نفس کے ماتحت جس ایک عالم کی چاہتے ہیں تقلید شخصی بلکہ کورانہ تقلید کرنے لگتے ہیں چاہے
اس عالم کے مقابلہ میں اس سے بھی زیادہ متبحر عالم اس کے خلاف کہتے ہوں۔ بہرحال یہ عبارت
اور حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارات کو مستثنی کر کے جسقدر عبارات و نقول آپ پہلے تحریر فرما چکے ہیں
اور آگے چل کر پیش فرمائینگے وہ تمام کی تمام حضرت شہیدؒ کی کتاب تنویر العینین کی ایک ہی بحث
کی اور اس کے ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں جن کو آپ یہ ظاہر کرنیکے لئے کہ عوام سادہ لوح
بیچارہ یہ سمجھ جائیں کہ مجتہد صاحب نے بہت ہی عرقریزی سے اور نہایت ہی محنت و تفتیش سے
ان اقوال کو پیش کیا ہے علحدہ علحدہ ٹکڑے کر کے پیش فرما رہے ہیں۔ لہذا بہتر تو یہی تھا کہ جناب

تنویر العینین کے ان اوراق کو ہی اپنے رسالہ کیساتھ شامل فرما دیتے اور ہمسے ایک ہی مرتبہ سب کا جواب لے لیتے۔ لیکن آپ نے جب ان کو علٰحدہ علٰحدہ بیان کیا تو ہمنے بھی ان کا فرداً فرداً ہی جواب دینا مناسب سمجھا تاکہ جناب کو لوگوں کو دھوکا دینے کا موقع ہاتھ نہ آئے۔ اگرچہ بمصداق مقتضائے طبیعتش اینست آپ اسمیں مجبور ہیں۔ مگر اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت اور آگے آنیوالی دو عبارتوں کا بالتفصیل ایک ہی جگہ جواب دیدیں اور پھر آگے چلکر اپنے اپنے موقعہ پر اس پر حوالہ کردیں۔ لہٰذا سنئے۔ حضرت شہیدؒ کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ تقلید شخصی یا التزام مذہب معین ہر صورت میں واجب ہے خواہ وہ مسئلہ احادیث صریحہ و صحیحہ کے مخالف ہی کیوں نہ ہو اور خواہ مقلد کو اپنے امام کا قول حدیث صریح صحیح کے خلاف ہی دلائل کتاب و سنت سے کیوں نہ ثابت ہو جائے تو اس کا یہ دعویٰ قطعاً باطل ہے اور اگر اس نے تقلید شخصی کے معنی یہی سمجھ لئے ہیں تو یہ خیال اس کا صحیح نہیں ہے اسلئے کہ مثلاً مذہب حنفیہ کا اتباع اس معنی کے لحاظ سے تقلید شخصی معین کی نہیں ہے اس لئے کہ مذہب حنفی عمدۃ المجتہدین امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ اور امام زفرؒ کے اقوال کے مجموعہ کا نام ہے اور اسکی وحدۃ اختیاری ہے پس اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ مذاہب اربعہ کو بھی اگر ایک بنا لیا جائے تو اس کی وحدۃ بھی اس طرح ہو جائیگی اور پھر اس کے متبع پر بھی کوئی نقص نہ آنا چاہئے جس طرح مذہب حنفی کے متبع پر نہیں آتا۔ اسکے بعد چلکر فرماتے ہیں لانہ لم ینقل عن عوام الصحابۃ والتابعین الخ یعنی سلف میں عوام صحابہؓ اور تابعین وغیرہم سے بھی التزام مذہب معین بایں معنی منقول نہیں بلکہ ان کا تو یہ قاعدہ تھا کہ جس کسی سے چاہتے مسئلہ دریافت کر لیتے تھے۔ اور آگے چلکر تحریر فرماتے ہیں ولیت شعری کیف یجوز التزام تقلید معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصریحۃ الدالۃ خلاف قول الامام المقلد الخ یعنے اس قسم کا التزام مذہب معین کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ آدمی میں اسقدر قابلیت و قدرت ہو کہ وہ اس کو سمجھ سکے کہ میرے امام کا

یہ قول حدیث صریح و صحیح کے بالکل خلاف ہے اور پھر بھی امام کے ہی قول پر قائم رہتے اور اسکو نہ چھوڑتے اور پھر آیت و حدیث بیان فرماکر ثابت کرتے ہیں کہ ایسی تقلید تو حرام ہے اور اسمیں شائبہ ہے شرک کا۔ یہ ہے خلاصہ اور صحیح حاصل ان تینوں عبارتوں کا جو مجتہد صاحب نے مختلف جگہ حضرت شہیدؒ سے نقل کی ہیں۔ ان تینوں عبارتوں سے ناظر کو بغیر کسی تاویل کے آسانی سے چند باتیں حاصل ہوتی ہیں (۱) حضرت شہیدؒ کے نزدیک مذہب حنفی کے جو مقلد ہیں وہ تقلید ممنوع میں داخل نہیں ہیں بلکہ تقلید مستحسن ہے لہٰذا جو حضرات اس پر طعن کرتے ہیں وہ ایک حق بات پر طعن کرتے ہیں جو گمراہی کا باعث ہے اس لئے غیر مقلدین حضرات کو حنفیہ پر طعن کرتے وقت اسکو پیش نظر رکھنا چاہئے (۲) حضرت شہیدؒ کے نزدیک اس قسم کی تقلید امام معین کی تقلید نہیں ہے بلکہ اون کے نزدیک یہ وحدت مذہب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے اور مجتہد صاحب کے درمیان جو تقلید شخصی متنازع فیہ ہے وہ باعتبار اپنے معنے کے حضرت شہیدؒ کو بھی منظور ہے صرف لفظی اختلاف کرتے ہیں اسلئے کہ تقلید شخصی کے یہ معنی ہیں کہ ایک مجتہد کے ماتحت جسقدر مجتہدین منتسبین کبھی اوسی ایک مجتہد کے اصول کے مطابق اجتہاد کرتے ہیں وہ تمام اجتہادات مجموعی حیثیت سے مذہب واحد یا مذہب معین ہی کہلاتا ہے اور اوس کا ماننے والا التزام مذہب معین کرنے والا کہلاتا ہے اس مطلب کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے نہایت تفصیل کے ساتھ عقد الجید اور انصاف میں بیان فرما دیا ہے جو شخص چاہے ہمارے قول کی تصدیق اون سے کرسکتا ہے۔ اور علامہ شعرانی نے جو شیخ ابن ہمامؒ سے میزان الکبریٰ میں اس کے متعلق نقل کیا ہے اس سے تو بالکل ہی فیصلہ ہمارے موافق ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نقل الشیخ کمال الدین ابن الھمام عن اصحاب ابی حنیفۃؒ کابی یوسفؒ ومحمدؒ وزفرؒ والحسنؒ انھم کانوا یقولون ماقلنا فی مسئلۃ قولا الا وھو روایتنا عن ابی حنیفۃ واقسموا علی ذلک ایمانا مغلظۃ۔ شیخ ابن ہمامؒ امام اعظمؒ کے شاگردوں سے نقل کرتے ہیں یعنے امام ابو یوسف امام محمد امام زفر اور امام حسن سے وہ فرماتے تھے کہ ہم کوئی قول امام کے خلاف نہیں کہتے مگر وہ بھی ایک روایت

ہوتی ہے امام اعظمؒ سے جو ہمنے ان سے سنی ہے اور اس بات پر وہ سخت قسمیں کھاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب کا خلاف بھی خود امام صاحب ہی کی روایت کے ماتحت ہے تو اب حضرت شہیدؒ کا اس کو وحدت اختیاری کہنا بھی معرض نظر اور خدشہ میں آگیا اور در صورت قبول بھی ہماری متنازع فیہ تقلید شخصی کو کچھ مضر نہوا۔ (۳) حضرت شہیدؒ یہ چاہتے ہیں کہ جسطرح مذہب حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی مجموعہ اجتہادات مجتہدین اور اون کے منتسبین کا نام ہے اور اون میں وحدت مذہب پائی جاتی ہے اسیطرح ہم اگر مذاہب اربعہ کو جمع کر کے اسمیں بھی وحدت مذہب پیدا کردیں تو اوس کا متبع بھی مثل ان مذاہب کے متبع کے گنہگار نہونا چاہئے۔ لہذا اس کے متعلق ہم یہ گذارش کرتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب کے اس نیک ارادے کے ہم بھی مخالف نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے مذہب میں وحدت پیدا کرنے میں کسی علم۔ تفقہ۔ درایت فی الحدیث اور فہم معانی النصوص۔ اور فرق بین الاصول۔ اور اون کا امتیاز وغیرہ کے ہونیکی بھی ضرورت ہے یا نہیں۔ یا ہر عامی جاہل کو ایسا کرلینے کی اجازت ہے کیونکہ ائمہ اربعہ کی علحدہ علحدہ مذہب کی وحدت تو قدرت نے خود اون مجتہدین کے ہاتھوں ہی کرادی۔ لیکن مذکورہ بالا وحدت آجتک بھی بڑے بڑے متبحرین علماء سے نہو سکی۔ اور ہر ایک کے اصول اور فقہی مسائل جدا جدا ہی مدون و مخدوم ہوتے رہے اور کسی نے بھی اس کو انجام دینے کی ہمت نہ کی۔ اور اگر ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ حضرت شہیدؒ ہر شخص کو اس کی اجازت دیتے ہیں تو پھر یہ اون کا اپنا ذاتی خیال ہوگا جسکے مقابلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کہ حضرت شہیدؒ کے جد امجد ہیں اور ان کے علم کے مقابلہ میں دریائے ناپیدا کنار ہیں اور یہ اوس دریا کی قطرہ کے برابر وہ اور دیگر علمائے محققین اسکو قطعاً ناجائز سمجھتے ہیں۔ خزانۃ الروایات میں ہے۔ فان قیل لو کان المقلد غیر المجتہد عالما مستدلا لا یعرف قواعد الاصول ومعانی النصوص والاخبار ھل یجوز ان یعمل علیها وکیف یجوز وقد قیل لا یجوز لغیر المجتہد لان یعمل الا علی روایات مذہبه وفتاوی امامه ولا یشتغل بمعانی النصوص والاخبار والعمل علیها کالعامی۔ ترجمہ۔ اگر کہا جائے کہ اگر کوئی عالم جو دلیلوں

کو پہچانتا ہو اور قواعد اصول اور معانی نصوص واحادیث سے واقف ہو مگر مجتہد نہو تو کیا وہ ان نصوص پر عامل ہوسکتا ہے اور کیونکر اوس کے لئے یہ جائز ہوسکتا ہے جبکہ یہ بات کہی جاتی ہے کہ غیر مجتہد کو سوائے اپنے مذہب کے روایتوں اور اپنے امام کے فتاوی کے معانیِ نصوص اور اخبار اور اونپر عمل کرنیکی طرف عامی کی طرح مشغول نہو۔ اس عبارت کو نقل کرکے حضرت شاہصاحب آگے نقل فرماتے ہیں۔ قیل ھذا فی العامی الصرف الجاھل الذی لایعرف معانی النصوص والاحادیث وتاویلا۔ تھا یعنے مذکورہ بالاحکم اوس عامی کے لئے ہے جو نصوص اور احادیث کی حقیقت اور اوسکے معانی اور اونکی تاویلوں کو نہ پہچانتا ہو اور ان سے جاہل ہو۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ایک جماعت علماء کی غیر مجتہد کو بھی مجتہد سے باہر نکلنے کی قطعًا اجازت نہیں دیتی مگر محققین علماء متبحر فی المذہب کو تو اوسکی اجازت دیتے ہیں مگر عامی کو جسمیں کہ ہم اور آپ بھی داخل ہیں بلکہ مجتہدین جدید بھی سب اسی زمرہ میں ہیں۔ اس وحدت فی المذہب کی تو کیا عمل بالحدیث کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ اور اسیطرح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی قطعًا اسکی اجازت نہیں دیتے اسی خزانۃ الروایات سے حضرت شاہ صاحب نے عقد الجید میں نقل فرمایا ہے۔ وعن ابی یوسف رحمۃ اللہ خلاف ذالک لان علی العامی الاقتداء بالفقہاء لعدم الاھتداء فی حقہ الی معرفۃ الاحادیث۔ یعنے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں کہ مقلد اپنے امام کے علاوہ حدیث کی طرف رجوع کرے۔ اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ عامی پر بوجہ نہ پہچاننے احادیث کی حقیقت کے اور معانی نصوص وغیرہ کے عدم قابلیت کی وجہ سے فقہاء کی اقتدا کرنا ہی ضروری ہے حضرت شاہصاحب نے یہاں بھی عامی کی مذکورہ بالا تفسیر کردی ہے۔ بہر حال حضرت شاہ اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ کا قول اور اونکی وحدت فی المذہب کی تمنا اول تو عام نہیں اور اگر ہو تو علماء محققین اسکو جائز نہیں سمجھتے۔ نیز جبکہ یہ وحدت فی المذہب مذاہب اربعہ کی وحدت کی طرح قوت سے فعلیت کے طرف نہ آیا۔ اور علماء نے اوسکی وحدت کو عدم سے وجود کی طرف نہ نکالا تو اب یہ تمنا ہی تمنا رہی۔ اور موجودہ علماء حقہ بھی اپنے کو اس وحدت سے قاصر بتلاتے ہیں تو آپ جیسے مجتہدین جو مصداق برعکس نام

مہند زندگی کا فور ہیں۔ حضرت شہیدؒ کی اس عبارت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

(۴) حضرت شاہ صاحب کی عبارت سے یہ تو صاف ظاہر ہے کہ وہ تقلید شخصی کو ناجائز اور باطل نہیں مانتے البتہ اس تقلید شخصی کو حرام اور شرک سمجھتے ہیں جسمیں مقلد اپنے امام کو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنیوالا سمجھتا ہو اور یہ عہد کر چکا ہو کہ چاہے حدیث صحیح کے خلاف ہی کیوں نہو۔ امام ہی کے قول پر عمل کرونگا۔ اسلئے یہ قید بڑھاتے ہیں مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصریحۃ دالۃ خلاف قول الامام المقلد الخ سو اسکا ہمیں بھی انکار نہیں اور ہم بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں البتہ وہ صرف تقلید شخصی ہی کو کسی وقت میں بھی واجب نہیں کہتے سو یہ اونکا اپنا ذاتی خیال ہے جو تمام متقدمین اور متاخرین اور علماء محققین کے خلاف ہے اور جو دلیل کہ یہ علماء اس کے وجوب بالغیر کی مثل حضرت شاہ صاحب وغیرہ بیان کرتے ہیں اوس کی تردید میں حضرت شہید نے ایک دلیل بھی نہیں بیان کی اور لانہ لم ینقل من عوام الصحابۃ والتابعین الخ سے صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں آج کی طرح یہ تقلید شخصی واجب نہیں مانی جاتی تھی جس کا ہمیں بھی انکار نہیں اور اگر آپنے اس سے یہ مراد سمجھی ہے کہ سلف میں عوام صحابہ و تابعین میں سرے سے اس کا وجود بھی نہیں تھا تو یہ قطعاً باطل ہے جیسا کہ ہم احادیث۔ آثار و نقول علماء کرام سے ثابت کر آئے۔ بہر حال حضرت شہیدؒ کی عبارت بھی آپ کو مفید نہ ہوئی اسلئے کہ جس تقلید سے وہ ناراض ہیں اس سے انھوں نے امام اعظمؒ و دیگر ائمہ ثلاثہ کی تقلید کو جدا کر دیا ہے۔ اور جناب اس کو بھی باطل و عاطل و حرام جانتے ہیں۔ بلکہ سرے سے اس کے وجود ہی کے قائل نہیں۔ اور جس وجوب فی ہذا الزمان کا انہیں انکار ہے اسکی وجوہات پر کوئی دلیل نہیں پیش کی اور سلف میں اسی ایک فرد کے واجب ہونیکے ہم بھی قائل نہیں اور ان کے جد امجد حضرت شاہ صاحب نے بہترین دلائل وجوب فی ہذا الزمان کی انصاف میں تحریر فرمائی ہیں تو اب ہمارا ہی مقصد ثابت رہا اور بادلیل ثابت رہا ابسا ہم حسب وعدہ گذشتہ احادیث و آثار و نقول کے علاوہ تقلید شخصی کے وجوب بالغیر کی چند اور نقول علماء

محققین سے پیش کرتے ہیں (اب تقلید صرف ائمہ اربعہ ہی میں منحصر اور محدود ہے اور اس سے
نکلنا مفسدہ اور فتنہ میں پڑنا اور سواد اعظم سے نکل جانا ہے جو عین گمراہی ہے۔ حضرت شاہ
ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ عقد الجید میں فرماتے ہیں۔ (۱) وثالثها ان الزمان لما طال وبعد
العهد وضيعت الامانات لم يجز ان يعتمد على اقوال علماء السوء من القضاة
الجورة والمفتين التابعين لاهوائهم حتى ينسبوا ما يقولون الى بعض من اشتهر
من السلف بالصدق والديانة والامانة اما صريحًا او دلالة وحفظ قوله ذلك
ولا على قول من لا ندري هل جمع شروط الاجتهاد اولا۔ (ترجمہ) اس بات کی تیسری
دلیل کہ ائمہ اربعہ کی تقلید سے باہر نہ نکلنا چاہیے۔ یہ ہے کہ جب عمدہ زمانہ کو گذرے ہوئے
بہت دن ہو گئے اور اسکو عرصہ بعید ہو گیا اور امانتیں تلف کر دی گئیں تو اب علماء بد پر اعتماد نہیں
ہو سکتا یعنے ظالم قاضیوں اور ہوا پرست مفتیوں کے اقوال پر جنکی شرارت یہاں تک پہنچ
چکی ہے کہ اپنے قول کو صراحتہ یا دلالتہ السلف کے ایسے شخص کی طرف منسوب کر دیتے ہیں جو صدق
و دیانت میں مشہور اور اس کا قول زبانوں پر مذکور ہو اور نہ اس شخص کے قول پر اعتبار ہو سکتا
ہے کہ جس کے بارہ میں ہم نہیں جانتے کہ اس میں اجتہاد کی تمام شرطیں موجود ہیں یا نہیں۔ الخ
دیکھئے یہ کسطرح آجکل کے جدید مجتہدین بالخصوص آپ جیسوں پر صادق آتا ہے کہ ہوا نفس
کی وجہ سے اپنے من گھڑت باتوں کو علماء حقہ کے سر لگاتے رہتے ہیں؟ (۲) حضرت شاہ صاحب
حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔ ان هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت
الامة او من يعتمد بها منها على جواز تقليدها يومنا هذا وفي ذلك من المصالح
ما لا يخفى لا سيما في هذه الايام التي قصرت فيهم الهمم جدًا واشربت النفوس
من الهوى واعجب كل ذي رأي برأيه الخ (ترجمہ) تحقیق یہ مذاہب اربعہ جنکے مسائل
کتابوں میں مدون ہو چکے اور لکھے جا چکے امت محمدیہ یا وہ علماء جن پر امت کا اعتماد ہے ان کی
تقلید پر اجماع کر چکے ہیں اس زمانہ میں اور اس اجماع میں بہت سے مصلحتیں ہیں جو اہل نظر پر

۲ اور بغیر شروط کے ہی اجتہاد کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

پر ظاہر ہیں خصوصًا ان ایام میں کہ ہمتیں بالکل پست ہیں اور نفوس میں ہوا و ہوس گھس چکی ہے اور ہر صاحب رائے اپنی ہی رائے کو عمدہ سمجھتا ہے اور اس میں ہی خوش ہے۔ کہئے مجتہد صاحب یہ ہے شاہ صاحب کا فتوی آجکل کے مجتہدین پر اب ماننا نہ ماننا آپکا کام ہے دعوی تو بہت زور سے کرتے تھے کہ ہم ان کا حکم مانتے ہیں اور ان کے فیصلہ کو ماننے کیلئے تیار ہیں اور انہی حضرت شاہ صاحب کی دلیل ثانی آپ سن ہی چکے ہیں کہ صاف صاف فرما دیا۔ والخروج عنہا خروجًا عن السواد الاعظم یعنے جو ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی مقلد نہو اور ان سے خارج (علٰحدہ ہی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد مثل غیر مقلدین کے بناتا) ہو وہ حدیث کی رو سے سواد اعظم سے خارج ہے۔ (۴) امام اسنوائی شرح منہاج الاصول میں لکھتے ہیں۔ قال الامام الحرمین فی البرھان اجمع المحققون علی ان العوام لیس لھم ان یعملوا بمذاھب الصحابۃ بل علیھم ان یتبعوا بمذاھب الائمہ الخ امام الحرمین برہان میں تحریر فرماتے ہیں کہ محققین علماء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ عوام کیلئے مذاہب صحابہؓ پر عمل کرنا درست نہیں (اسلئے کہ وہ اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں) بلکہ انپر واجب ہے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب ہی پر عامل ہوں۔ امام الحرمین وہ حرمین کے مشہور امام ہیں جو اپنی صداقت مذہبی میں مامون الرشید کے بھرے دربار میں خلیفہ اور تمام علماء معتزلہ کے مقابلہ میں خلق قرآن کے مسئلہ میں بھی حق کہنے سے نہ چوکے اور بالآخر فتح پائی (۵)، اشباہ والنظائر میں ہے۔ من خلف الائمۃ الاربعۃ فھو مخالف للاجماع وان کان فیہ بغیرھم الخ نقل کیا ہے اسکو صاحب بحر الرائق نے یعنے جو ائمہ اربعہ کا خلاف کرتا ہے وہ اجماع کا مخالف ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اجماع کی مخالفت کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ (۶) علامہ سمہودی عقد الفرید میں نقل کرتے ہیں۔ وقال المحققون الحنفیۃ الکمال ابن الھمام رحمۃ اللہ علیہ نقل الامام الرازی اجماع المحققین علی منع العوام عن اعیان الصحابۃ بل یقلدون من بعدھم الذین سبروا ووضعوا ردوّنوا حنفیہ کے محققین میں سے بڑے محقق شیخ ابن ہمامؒ نے امام رازی شافعیؒ سے نقل

کیا ہے کہ محققین کا اس پر اجماع ہو گیا ہے کہ عوام اعیان صحابہؓ کی تقلید نہ کریں۔ (اسلئے کہ وہ صحابہ کے استنباطات کو بوجہ ان کے مذہب کے عدم تدوین کے نہیں جان سکتے) بلکہ ان ائمہ کی تقلید کریں جنھوں نے اپنے مذہب کو کتابوں میں اچھی طرح مدون اور محرر کر دیا ہے اور تمام جزئیات ضروریہ پر حاوی ہے۔ اور اسی کے مطابق خود مسلم الثبوت میں بھی موجود ہے۔

(۷) اجمع المحققون منع العوام من تقلید الصحابۃ بل یقلدون الذین سبروا و

بوبوا وھذبوا ونقحوا وعللوا وفرقوا وفصلوا وعلیہ ابتنی ابن الصلاح منع

تقلید غیر الائمۃ لان ذلک لم یدر لنا غیرھم اسمیں خوب واضح کر دیا کہ جو علماء محققین صحابہؓ کی تقلید سے عوام کو روکتے ہیں اسکو دیکھکر کسی جاہل اور مفتری کو یہ دھوکا دینے کا موقعہ نہ ملے کہ دیکھو صحابہؓ کی تقلید تو منع ہو گئی اور ائمہ کی تقلید ضروری جیسا کہ آجکل جہلاء اور دین سے ناواقف لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کی تقلید عوام کو اسلئے منع ہے کہ در اصل صحابہؓ کا اجتہادی مذہب کتابوں میں نہ لکھا گیا اور اسکی ترتیب و تہذیب ہوئی نہ وہ خلفاً عن خلف چلا اور نہ اسپر جزئیات نکالی گئیں نہ ان کے اصول بیان کئے گئے تو عوام انکے مذہب کو اختیار کر کے روزمرہ کے مسائل میں ہرگز عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تو پھر بھٹکتے پھرینگے اور ائمہ اربعہ کے مذہب کی ان کے شاگردوں نے خوب تدوین۔ تہذیب کر دی اسلئے ان کے علماء سے ہر جزئی کا جواب ان کے اصول کے ماتحت بخوبی ملجاتا ہے اسلئے ان کی تقلید مذہب کے روزمرہ کی عام جزئیات کو کافی ہے اسی وجہ سے ابن صلاح ان کے سوا دوسرے ائمہ کے مذاہب کی تقلید بھی ناجائز قرار دیتے ہیں ورنہ اگر صحابہؓ کے مذاہب بھی اسی طرح مدون ہو کر ہم تک پہنچ جاتے تو یہ ہمارے لئے باعث صد سرمایہ سعادت تھا مگر خدا کو یہی منظور تھا۔ بقول حضرت شاہ صاحب کے یہ اللہ تعالےٰ کا ایک بھید ہے اور اپنے بھیدوں کو وہی خوب جانتا ہے۔ (۸) اور علامہ طحطاوی طول طویل عبارت میں اہلسنت کو ہی فرقۂ ناجیہ میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ د

ھذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی المذاھب الاربعۃ ھم الحنفیون

م مذہب اعتراض کا اس کے خلاف مذاہب اربعہ کی تشریح مسلم مذہب ... پاکستان۔

والمالکیون والشافعیون والحنبلیون ومن کان خارجا من ہذہ المذاہب فی
ذلک الزمان فہو من اہل البدعۃ والنار۔ یعنے اس بات پر اس زمانہ میں اجماع
ہوگیا ہے کہ فرقہ ناجی جسکی احادیث میں خبر دی گئی ہے اب وہ یہی گروہ ہے جو مذاہب اربعہ
میں منحصر ہے یعنے حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی اور اس زمانہ میں جو ان چار سے خارج ہے وہ اہل
بدعۃ اور اہل نار میں سے ہے۔ اب مجتہد صاحب ہنا اور اپنی جماعت کا حشر دیکھلیں کہ کیا ہے سے
این رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است۔ (۹) قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ تفسیر مظہری
میں فرماتے ہیں۔ فان اہل السنۃ والجماعۃ قد افترقت بعد القرون الثلثۃ او
الاربعۃ علی اربعۃ مذاہب لم یبق فی الفروع سوا ہذہ المذاہب الاربعۃ الخ
یعنے اہل سنۃ والجماعت قرن ثالث یا رابع میں آکر صرف چار ہی مذاہب میں منقسم ہوگئے اور سوائے
ان چار مذہبوں کے اہل سنت وجماعت میں سے کوئی مذہب فروعی مسائل میں باقی نہیں رہا۔
(۱۰) وہی ملا علی قاری جنکا آپ حوالہ دیچکے ہیں فرماتے ہیں رسالہ تشییع الفقہاء میں۔ واما فی زماننا
فمذاہب الائمۃ کافیۃ لمعرفۃ الکل فانہ فما من واقعۃ تقع الا ویجدہا فی مذہب
الشافعی او غیرہ نصا او تخریجا فلا ضرورۃ الی اتباع الامامین الخ اور لیکن ہمارے زمانہ
میں یہ مذاہب ائمہ تمام امور کیلئے ہمیں کافی ہیں اسلئے کہ کوئی واقعہ ایسا پیش نہیں آتا کہ اس کا حل
ہم انہیں نہ پالیتے ہوں صراحۃ یا ان کے بتائے ہوئے اصول سے تخریج کرکے جیسے کہ مذہب امام
شافعی کا ہے یا ان کے علاوہ دوسرا امام ہوگا۔ لہٰذا اب دو اماموں کے اتباع کی کوئی ضرورت باقی نہیں
رہی (یعنی امام واحد ہی کی تقلید کافی ہے) ہمنے مختصرا صرف اسی قدر لکھ دینا کافی سمجھا ہے اسلئے کہ
ایک منصف کو یہ بہت کافی ہے اور ایک معاند اور جھگڑالو کو ہزار بھی ناکافی ہیں اب آپ فیصلہ کیجئے
کہ ائمہ اربعہ کی تقلید میں محدود رہنا چاہتے ہیں یا اس سے نکلکر سواد اعظم سے خارج۔ اجماع کا خارق
اہل بدعۃ۔ اہل نار۔ مفسد وغیرہ کے خطابات جو علماء نے ایسے شخص کو دئے ہیں وہ حاصل کرنا چاہتے
ہیں۔ اب کچھ نقول انکے علاوہ جو پہلے بیان ہوچکیں اور اس بارہ میں بھی سن لیجئے کہ تقلید شخصی اس

زمانہ میں واجب لغیرہ ہے بوجہ تقلید کے کہ دوسرے طرق کے ناممکن العمل ہو جانے کے۔ (۱) جمع الجوامع میں علامہ جلال الدین محلی تحریر فرماتے ہیں۔ یجب علی العامی وغیرہ ممن لم یبلغ مرتبة الاجتہاد التزام مذھب معین من مذاھب المجتھدین۔ عامی بلکہ ہر اس شخص پر جو درجۂ اجتہاد کو نہیں پہنچ سکا واجب ہے کہ مجتہدین کے مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کا التزام کرے۔ (۲) مسلم الثبوت میں ہے عبداللہ مالکی رحمۃ اللہ سے۔ ان تتبع رخص المذاھب غیر جائز بالاجماع الخ یعنے ہر مذہب سے اپنے لئے رخصتیں اور من مانی باتیں تلاش کرنا باجماع علماء ناجائز ہے (۳) اور امام شعرانیؒ لکھتے ہیں۔ سمعت سیدی علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ یقول امر علماء الشریعة بالتزام مذھب معین تقریبا للطریق الخ میزان الکبریٰ۔ میں نے اپنے شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ علماء شریعت نے حکم کر دیا ہے التزام مذہب معین کا اسلئے کہ حق کے قریب راستہ یہی ہے۔ (۴) تفسیر احمدی میں ملاجیون رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ اذا التزم مذھبا یجب علیه ان یدوم مذھبا التزمه لا ینتقل عنه الی مذھب آخر الخ یعنے جو مذہب معین کو اختیار کر چکا اب وہ اسی پر ہمیشہ قائم رہے اور اس سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل نہو۔ (۵) اور شرح مسلم الثبوت میں ہے۔ غیر المجتھد المطلق ولو کان عالما یلزمه التقلید لمجتھد ما الخ یعنے غیر مجتہد کیلئے خواہ وہ عالم ہی کیوں نہو کسی مجتہد کی تقلید واجب ہے۔ (۶) وہی ملاعلی قاری جنکا حوالہ آپ دیکھ چکے ہیں فرماتے ہیں فلو التزم احد مذھبا کابی حنیفہ والشافعی فلا یقلد غیرہ فی مسئلة من المسائل الخ یعنے اگر کوئی شخص ایک مذہب کا التزام مثل مذہب امام ابو حنیفہؒ یا مذہب امام شافعیؒ کے کر چکا ہو تو اب وہ کسی ایک مسئلہ میں بھی اس مذہب کے علاوہ دوسرے کی تقلید نہ کرے۔

(۷) اور عقد الجید میں ابن حاجبؒ کا قول حضرت شاہ صاحب نقل فرماتے ہیں۔ اذا لم یجتمع آلات الاجتہاد لا یجوز له العمل علی الحدیث بخلاف مذھبه لانه لا یدری امنسوخ ماؤل ویحکم علی ظاھرہ۔ یعنے جس شخص کو اجتہاد کے اسباب میسر نہوں اسکو اپنے امام کے

مذہب کے خلاف حدیث پر عمل جائز نہیں اسلئے کہ وہ نہیں جانتا کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے اسمیں علماء تاویل کرتے ہیں یا اپنے ظاہر ہی پر قائم ہیں۔ (۸) اور اسی قسم کا قول امام ابو یوسفؒ سے بھی نقل کیا ہے اور آگے فرمادیا ہے کہ یہ حکم عامی کیلئے ہے جن کی صفات ابن حاجبؒ سے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔ (۹) اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ قرار داد علماء و مصلحت دید ایشاں در آخر زماں تعیین مذہب است و منبط در بط کار دین و دنیا ہم دریں صورت بود الخ۔ شرح سفر السعادت۔ (۱۰) اور امام شعرانی میزان الکبریٰ میں ارشاد فرماتے ہیں رحمہ اللہ۔ اما من لم یصل الی شہود عین الشریعۃ الاولیٰ وجبت علیہ التقلید بمذھب واحد خوفاً من الوقوع فی الضلال وعلیہ عمل الناس الیوم الخ یعنے جو مرتبہ شہود شریعت اول (مرتبہ اجتہاد صحیح) کو نہیں پہنچا اسپر ایک مذہب کی تقلید واجب ہے گمراہی میں پڑ جانیکے خوف سے اور اسی پر آجکل لوگوں کا عمل ہے۔ (۱۱) رد المحتار جلد چارم میں ہے۔ لیس للعامی ان یتحول من مذھب الی مذھب ویستوی فیہ الحنفی والشافعی عامی کو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا درست نہیں اور اسمیں حنفی اور شافعی سب برابر ہیں۔ (۱۲) امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ علی کل مقلد اتباع مقلدہ من کل تفصیل فاذا خالفہ المقلد متفق علی کونہ منکراً بین المحصلین۔ مقلد پر اپنے امام کا تمام تفصیل میں اتباع ضروری ہے کیونکہ مقلد کو اپنے امام کے خلاف کسی دوسری کی تقلید کرنا تمام محصلین علماء کے نزدیک منکر اور ناجائز ہے۔ (۱۳) اور حضرت شاہ صاحب کا فتویٰ وکان ھذا الواجب فی ذلک الزمان اور اسکی تمام دلائل اور پھر تمام شبہات کے جواب آپ پڑھ ہی چکے جو ہمنے الانصاف سے نقل کئے ہیں۔ اور علامہ کرابسیؒ فرماتے ہیں۔ یجب علی العامی ان یلتزم مذھباً معیناً الخ عامی پر واجب ہے کہ اس زمانہ میں التزام مذہب معین کرے۔ (۱۴) اور علامہ شعرانی رحمۃ اللہ میزان الکبریٰ میں فرماتے ہیں جنکی تعریف آپ کے امام الائمہ نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم ان لفظوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ عالم محدث۔ صوفی۔ صاحب کرامات کثیرہ

۵ اور حضرت شاہ صاحب نے اس کو اگرچہ متبحر فی المذہب کے حق میں رد کر دیا ہے لیکن عامی کے لئے وہ بھی رد نہیں کرتے۔

متبع سنت ۔ جامع الشریعتہ والطریقۃ وغیرہ ۔ فان قلت فهل یجب علی المحجوب عن الاطلاع علی العین الاولی الشریعۃ التقلید بمذہب معین فالجواب نعم یجب علیہ ذلک لئلا یضل نفسہ ویضل غیرہ ۔ (ترجمہ) اگر تم یہ کہو کہ جو شخص شریعت مقدسہ کے اس اعلیٰ مرتبہ تک نہ پہنچا ہو جسکو اہل طریقت (عین اولی) کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں یعنی مجتہد مطلق کی شان نہ پیدا ہو تو کیا اسکو کسی مذہب معین میں مقید ہونا چاہئے ۔ تو اس کا جواب ہے کہ بیشک اسکو ایسا کرنا ضروری اور واجب ہے تا کہ خود بھی گمراہ نہو اور دوسروں کو بھی گمراہ نہ کرے[۱۰] ۔ اور وہی بحر العلوم جنکا آپ بھی حوالہ دیچکے ہیں فرماتے ہیں ولکن اللعامی انتقال من مذہب الی مذہب فی زماننا لایجوز لظہور الخیانۃ (ترجمہ) ایسی ہی ہمارے زمانہ میں عامی کو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا ناجائز ہے بوجہ ظہور خیانت کے ۔ اور اس کے علاوہ سیکڑوں نقول ہیں جنمیں سے مشتے نمونہ از خروارے اسوقت بوجہ خوف طول لکھدی ہیں اور اگر ضرورت ہوئی تو پھر انشاء اللہ پیش کیجاویگی ۔ ان نقول کو دیکھکر مجتہد صاحب فیصلہ کریں کہ ان زبردست اور محقق علماء متقدمین و متاخرین کے فیصلہ کو چھوڑ کر کہ جنمیں اکثر وہی علماء ہیں جنکے حوالہ آپ بھی دیچکے ہیں اور انکے باتوں کو ماننے کا اقرار کر چکے کسی ایک عبارت کی جو اصل مبحث میں متعدد احتمال رکھتی ہو اور اسمیں ان علماء کے دلائل کا بالخصوص حضرت شاہ صاحب کی مفصل دلائل اور رد شبہات کا کوئی جواب بھی نہو اندہی اور کورانہ تقلید کرنا اور اسی کو مدار بنا لینا یہ کونسا انصاف ہے اور کیا یہ ناجائز تقلید نہیں ہے ۔ نیز ایک ہی عالم کی ان ہی عبارتوں کو کسی کتاب سے اٹھا کر نقل کر دینا اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھانا اور متکلم کے اصل مطلب کو قطع کیا ساقط کر دینا یہ خیانت ۔ فریب ہی اور بددیانتی نہیں ہے ۔ اسی حالت کو دیکھکر حضرت شاہ صاحب نے اشربت النفوس من الھوی ۔ کا اور شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ نے یضل نفسہ ویضل غیرہ کا فتویٰ لگا کر آپ جیسوں کا اجتہاد بند کر دیا ۔ اور خود بھی مقلد ہی ہے اور دوسروں کی بھی اسی کی تعلیم دی ۔ آپ کو یہ بھی تو دیکھنا چاہئے تھا کہ جن لوگوں کے حوالہ میں پیش کر رہا ہوں وہ خود کیوں تقلید شخصی کے دائرہ میں محدود رہیں حالانکہ

انکا پایہ اور مرتبہ آجکل کے بڑے بڑے مدعیان اجتہاد کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا کہ چیونٹی ہاتھی کے سامنے یا جیسا کہ پہاڑ کے سامنے خردل، یا جاہل کے مقابلہ میں مجتہد۔ لیکن اس کے باوجود عراقی، بحر العلوم، ابن ہمام، غزالی، شاہ صاحب سب مقلد ہی رہے اور دعویٰ اجتہاد نہ کیا، اور ملا علی قاری جیسے تو متعصب فی المذہب تک شمار کئے گئے۔ مگر آپ ہیں کہ گمراہی کے اجتہاد کا دروازہ کھولکر ائمہ اربعہ کی تقلید سے خارج ہونا ہی پسند فرماتے ہیں اور دوسروں کو بھی باز کرتے ہیں اور برعکس نام نہند زنگی کافور اہل حدیث ہونے کا دعویٰ کرکے ان تمام علماء کو گویا اہل سلسلہ سے علیحدہ ہی سمجھتے ہیں، یہ ہے آپ کی حقیقت۔ فلا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔ ان الشیطان للانسان عدو مبین۔ (قال) علاوہ اس کے تجزی اجتہاد اور تجزی تقلید کا مسئلہ اصول فقہ میں مشہور و معروف ہے امام غزالی اور ابن ہمام وغیرہ اکثر محققین اسکے قائل ہیں

(قلت) یہ بھی جناب نے تنویر العینین ہی کا ترجمہ کردیا ہے تاکہ مریدین سمجھیں کہ مجتہد صاحب بہت ہی بڑے اصولی ہیں مگر حالت یہ ہے کہ کتاب دیکھکر بھی عبارت کا صحیح مطلب نہیں سمجھ سکے اور غلط سلط لکھ مارا سنئے حضرت شہیدؒ دو چیزوں کا دعویٰ کر رہے ہیں ایک تجزی اجتہاد کا اور دوسرا تجزی تقلید کا اور دونوں کو جدا جدا بیان کرتے ہیں الاول لکھکر تجزی اجتہاد کے جواز کو ثابت کیا ہے اسکے نیچے نقل کرتے ہیں۔ فی المسلم اختلف فی تجزی الاجتہاد فالاکثر نعم ومنہم الغزالی وابن ھمام الخ یعنی مسلم میں ہے کہ تجزی اجتہاد کے جواز و عدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے اور اکثر اسکو جائز رکھتے ہیں انہی میں سے امام غزالی اور شیخ ابن ہمام ہیں اسکے بعد اما الثانی لکھکر دوسرا مسئلہ شروع کرتے ہیں یعنے تجزی تقلید کا اور یہ پہلے مسئلہ سے بالکل جدا مسئلہ ہے اسمیں غزالی کا حوالہ انھوں نے نہیں دیا اور کیونکر دیسکتے تھے جبکہ امام غزالی اس مسئلہ میں تجزی کے قائل نہیں جیسا کہ ہم نقل کرچکے اور حضرت شاہ صاحب بھی عقد الجید کے صفحہ ۵ پر ومنعہ الغزالی یعنے غزالی اس کو متبحر فی العالم کیلئے بھی جائز نہیں کہتے۔ فرماکر آپ کی تغلیط کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو عبارت اذا اراد ھذا المتبحر فی المذھب ان یعمل

فی مسئلة بخلاف مذهب امامه مقلدا فیها فمنعه الغزالی الخ (ترجمہ) اگر یہ متبحر فی المذہب (جس کی شرائط پہلے بیان ہو چکیں) یہ چاہے کہ اپنے امام کے خلاف کسی مسئلہ میں دوسرے امام کی تقلید کرکے عمل کرے تو ایسا کر سکتا ہے یا نہیں تو امام غزالیؒ اسکو جائز نہیں رکھتے اور جس جگہ کا آپنے ترجمہ کیا ہے وہاں دونوں بزرگوں کا نام تجزی فی الاجتہاد میں حضرت شہیدؒ نے نقل فرمایا ہے نہ کہ تجزی فی التقلید میں مگر آپ اسکو بھی نہ سمجھ سکے اور اسپر دعوے یہ ہے کہ ہمیں بھی مجتہد سمجھو اور ہمارے اختلاف کو بھی ائمہ اربعہ کے اختلاف کی طرح جانو اس سے آگے پھر حضرت شہیدؒ کی عبارت کا جوڑ لگاتے ہیں (قال) مولانا شہید فرماتے ہیں لانه لم ینقل عن عوام الصحابة والتابعین وغیرهم من السلف التزام شخص معین الخ (قلت) اس کا مفصل جواب گذر چکا اور ہمنے خود ہی تمام نقول کو جمع کرکے مسئلہ بحمد اللہ خوب واضح کر دیا۔ مختصراً یہاں اتنا کہتے ہیں کہ ہمارا بھی دعوی نہیں کہ سلف میں التزام مذہب معین واجب تھا اگر ایسا ہوتا تو پھر ابتداء شریعت ہی سے صرف تقلید شخصی ہی واجب ٹھیرتی اور دوسرے تمام طرق پہلے ہی سے مسدود ہوتے بلکہ علما اس کو اس زمانہ کیلئے واجب بالغیر کہتے ہیں اور ہمنے تنویر العینین کو اچھی طرح بحمد اللہ ٹھنڈے دل سے دیکھا مگر اس میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی محکم دلائل و مسکت جوابات اور متقدمین و متاخرین کی ان تائیدوں کا کوئی مسکت جواب و انکار دو نہیں پایا اس لئے صرف انکی دو احتمالی عبارات سے احتجاج قطعاً ساقط ہے۔ اور اگر آپکے نزدیک اسکی یہ مراد ہے کہ صحابہؓ اور تابعین یعنے سلف میں تقلید شخصی کا وجود ہی نہ تھا تو یہ بدیہی البطلان ہے اور نہ ایسی بجرات حضرت شہیدؒ صاحب فرما سکتے ہیں اسلئے کہ اس قول کا تو احادیث صحیحہ و آثار و تمام نقول علماء کبار صاف صاف رد کر رہی ہیں جیسا کہ ہم نقل کر چکے۔ (قال) ومثل هذه العبارات التی لا تعد ولا تحصی توجد فی کتب المحققین الخ (قلت) لم یقل احد من العلماء المحققین ان التزام مذهب معین فی هذا الزمان وتقلید مجتهد مستقل تشریع جدید ولو لم توجد فی کتبهم کلمة واحدة لهذا الامر وکیف مع قولهم ان التزام مذهب معین

م اسکے علاوہ عجیب یہ ہے کہ مسئلہ تجزی علماء محققین کے یہاں بھی مختلف ہے تو اسکو مقابلہ میں تجزی تا ... کا صحیح نہیں ہے

فی هذا الزمان واجب لعای کما قاله المحدث الدهلوی فی الانصاف والعلامة عبد الوهاب الشعرانی فی المیزان وشیخه علی الخواص وکذا قاله بحر العلوم فی شرح التحریر وکذا اللعای الانتقال من مذهب الی مذهب فی زماننا لا یجوز لظهور الخیانة وغیرهم من الفضلاء المتبحرین ولا ریب ولا مریة فی هذا الامران والواجب الاصلی ما اوجبه الله تعالیٰ والحکم حکمه. لکن مقدمة الواجب واجبة ایضا بالاجماع والتمذهب لامام مستقل بعینه من ائمة الکبار رحمهم الله طریق مخصوص مامون عن الشر والفساد لحصول الواجب الاصلی فی هذا الزمان الفاسد کما حققه راس المحققین الشاه ولی الله الدهلوی وغیره من الاعیان الفخار وما قال بحر العلوم فی شرح مسلم الثبوت فبیّنت له التوجیه الوجیه سابقا. فاتوا لهم وعیارانهم صحیحة مقبولة وتوجیهکم وتفسیرکم باطلة مردودة بل کائنة تحت مقولة کلمة حق ارید بها الباطل. فایاک وتقلید النفس فان النفس لامارة بالسوء. والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم. (قال م) اعلم ان الناس کانوا قبل المائة الرابعة غیر مجتمعین علی التقلید الخالص لمذهب واحد بعینه الخ (قلت) من انداز قدر رامی شناسم. مجھے خوب معلوم ہے کہ جناب اس سے یہ ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ تقلید شخصی کو چوتھی صدی میں ثابت کرکے بدعت قرار دیں مگر ہنوز دلی دور است یہ خیال خام پورا نہیں ہو سکتا. نہایت افسوس ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی تمام عبارتوں سے آنکھیں بند کرکے کسی ایک ٹکڑے سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے شرم صد شرم حیف صد حیف مطلب کے مطابق پاکر یہ تو آپ نے نقل کردیا مگر اپنی حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارت نہ دیکھی۔ (۱) وبعد المائتین ظهر فیهم التمذهب للمجتهدین باعیانهم وقل من کان لا یعتمد علی مذهب مجتهد بعینه وکان هذا هو الواجب فی ذلک الزمان انصاف صفحہ ۵۹ (ترجمہ) دو صدی کے بعد ہی مجتہدین کا مستقل جدا جدا مذہب قائم ہوگیا اور بہت ہی تھوڑے آدمی تھے

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جو اس پر قائم نہ تھے اور یہی تمذہب یعنی مذہب معین کی تقلید اب اس زمانہ میں واجب ہو گئی فرمائیے مجتہد صاحب یہ تو خیر القرون ہی کا زمانہ ہے اب کیسے آپ اسے بدعت ثابت کریں گے (۲) اور انصاف صفحہ ۷ پر ہے۔ نعند ذلک صار لکل عالم من علماء التابعین مذہب علی حیالہ فانتصبت فی کل بلد امام الخ یعنے اسوقت علماء تابعین میں سے ہر ایک عالم تابعی کا جدا مستقل مذہب قائم ہو گیا اور ہر ایک جدا جدا شہر کا امام بن گیا۔ اور اس سے آگے ان کے نام شمار کرائے ہیں جیسا کہ ہم پہلے بھی نقل کر چکے ہیں۔ (۳) اور صفحہ ۹ پر ہے ثم انہم تفرقوا فی البلاد وصار کل واحد مقتدی ناحیۃ من النواحی الخ یعنے صحابہ رضی تمام شہروں میں پھیل گئے اور ہر ایک صحابی ایک جانب کے مستقل مقتدی بن گئے۔ اور حضرت ابن عباس رضی کا واقعہ جو حجۃ اللہ البالغہ میں منقول ہے۔ وہ بھی آپ سن چکے تو اب آپ ہی فرمائیے کہ کس طرح ان نقول میں آپ کی پیش کردہ نقل میں مطابقت پیدا کریں آپ کے نزدیک تو گویا سوائے اس عبارت کے جو آپ نے پیش کی ہیں بقیہ تمام عبارتیں ساقط ہو گئیں اور معاذ اللہ انمیں حضرت شاہ صاحب نے جھوٹ ہی بولا ہے۔ لیکن ہم سب عبارتوں کو صحیح جانتے ہیں اور ان کی بہتر یں توجیہ قائل کے کلام کے موافق کرتے ہیں سنئے۔ اور غور سے سنئے۔ بات در اصل یہ ہے کہ حضرات صحابہ رض خود اپنی آنکھوں سے جمال مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے اور آپ کے کلام حق کو کانوں سے سنتے تھے اس لئے ان کو التزام مذہب معین کی چنداں حاجت نہ تھی اور چونکہ ائمہ اربعہ کی طرح صحابہ رض کا فروعی مسائل میں اختلاف شائع ذائع نہ تھا اسلئے غیر مجتہدین صحابہ رض کو اس التزام کی ایسی حاجت ہی نہ تھی جو کچھ خود ارشاد مبارک سن چکے تھے اس پر عامل ہوتے تھے اور جس مسئلہ میں خود نہ جانتے تھے دوسرے صحابہ رض سے معلوم کر لیتے تھے۔ مگر جب زمانۂ وصال نبوی دور ہوتا گیا اور صحابہ رض دیگر ممالک میں پھیل گئے تو اب ہر ایک صحابی اپنی اپنی جگہ مستقل مقتدی بن گئے اور تابعین نے اپنے اپنے مقام پر خاص خاص صحابہ رض کی تقلید شروع کر دی اور موجودہ التزام مذہب معین کا گویا سنگ بنیاد رکھا گیا چنانچہ حضرت ابن عباس رض کے واقعہ سے حضرت شاہ صاحب

کی یہی مراد ہے۔ اس کے بعد جوں جوں زمانہ میں بُعد ہوتا گیا اس التزام میں بھی ترقی ہوتی گئی اور جس طرح کہ تابعین نے صحابہؓ کی تقلید میں کسی درجہ میں التزام اختیار کیا تھا اب اس سے بڑھ کر تابعین علماء کی تقلید تبع تابعین اور بعض تابعین نے کرنی شروع کر دی اور مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، بصرہ، شام میں مستقل مذاہب تابعین کے علٰحدہ علٰحدہ قائم ہوگئے اور لوگ ان کے مقلد بنے۔ اس کو حضرت شاہ صاحب عبارت نمبر ۲ و نمبر ۳ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اس کے بعد آخر خیر القرون میں اس التزام نے اور زیادہ زور پکڑا اور دوسری صدی کے بعد ہی بہت سے ائمہ کے اجتہادات کے تحت مستقل مستقل مذاہب قائم ہوگئے اور لوگ ان کے مقلد بنے اور اب اس کا اس قدر زور و شور رہا کہ بوجہ بُعد زمانہ نبوی تقلید مطلق شاذ و نادر رہ گئی اور بقیہ تمام علماء حق یا مستقل مجتہد تھے یا کسی خاص مجتہد کے مقلد اور ان کے ساتھ عوام بھی چنانچہ عبارت نمبر ۱ کا یہی مطلب ہے اور یہی التزام اب ہم پر واجب ہوگیا ہے۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت کا مطلب جو آپ نے حجۃ اللہ البالغہ سے نقل کی ہے یہ ہے کہ دو صدی کے بعد جب اس پر تقلید کا التزام شائع و ذائع ہوگیا تو اب چوتھی صدی میں اگر تمام کا اس پر اتفاق ہوگیا کہ اب بوجہ فساد زمانہ التزام مذہب معین ہی واجب ہے اس سے قبل یہ منتہا التزام ہی نہ تھا بلکہ کہیں کہیں تقلید مطلق بھی جاری تھی نیز جبکہ بامر الٰہی تمام مجتہدین کے اجتہاد مسدود ہوگئے اور ان کی تدوین و ترتیب نہ ہوسکی تو چوتھی صدی کے بعد یہ تقلید ائمہ اربعہ ہی میں منحصر ہو کر رہ گئی اس سے قبل یہ حالت نہ تھی۔ یہ ہے وہ توجیہ جو خود حضرت شاہ صاحب کے کلام ہی سے ظاہر ہوتی ہے۔ آپ حجۃ اللہ البالغہ کی اس پوری بحث کو دیکھئے اور پھر انصاف کو بھی ملاحظہ فرمائیے تب مطلب حاصل ہوگا اور صرف فصل کے ابتدائی جملہ لکھ دینے سے مطلب نہیں نکلا کرتا اور یہ کام اہل حق اور اہل دیانت کا نہیں ہے ہاں عوام فریبی ضرور ہے مگر خدا کے یہاں اس کا بدلہ خسران ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ اور اگر اس توجیہ کو نہ مانا جائے تو پھر ان دو عبارتوں میں تناقض اور اختلاف ہو جائیگا اسلئے کہ الانصاف صفحہ ۵ پر تو فرماتے ہیں ان الناس کانوا فی المائۃ الاولی والثانیۃ غیر مجتمعین علی التقلید لمذہب واحد بعینہ یعنی پہلی اور دوسری

صدی میں لوگ اسطرح مذہب واحد کے التزام پر مجتمع نہ تھے۔ اور آگے پھر فرماتے ہیں۔ وبعد المائتین ظہر فیہم التمذہب یعنے دوسری صدی کے بعد ہی تمذہب شروع ہوگیا جو اس زمانہ میں موجب ہوگیا ہے۔ اور حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔ ان الناس کانوا قبل المائۃ الرابعۃ غیر مجتمعین علی التقلید الخالص لمذہب واحد الخ یعنے چوتھی صدی سے پہلے تقلید تخصی خاص اسطرح شروع نہیں ہوئی تھی۔ پس آپنے تو اس کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ اندھا دھند ایک عبارت لکھ ماری اور ہمنے بحمد اللہ حضرت شاہ صاحب کی تمام عبارتوں کو صحیح سمجھکر صاف و درسید ہا مطلب بیان کردیا یہ جو کچھ بھی جناب کی کارستانیاں ہیں سب اجتہاد جدید اور عدم تقلید کا صدقہ ہے۔ اب آگے ملاحظہ ہو۔ مجتہد صاحب کیا فرماتے ہیں۔ (قال) تقلید کی دوسری قسم حرام ہے اور اسکی نسبت حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں الوجہ الثانی ان یظن بفقیہ انہ بلغ الغایۃ القصوی فلا یمکن ان یخطی فمہما بلغہ حدیث صریح صحیح یخالف مقالتہ لم یترکہ وظن انہ لما قلدہ کلفہ اللہ بمقالتہ الخ (قلت) ٹھوکریں مت کھانے چلئے سنبھل کر دیکھکر؛ چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر۔ مجتہد صاحب جب اڑی چوٹی تک کا زور لگا چکے اور دعوی ابطال و حرمت تقلید شخصی اور اس کے وجوب یا تغیر کا شرک و کفر ثابت نہ کرسکے بلکہ الٹا تھوکا اپنے ہی گریبان میں آیا تو اب ٹھوکریں کھانے لگے حضرت شاہ صاحب کی عبارت سے پھر تقلید کی اس قسم کو پیش کرنے لگے جو بالاتفاق مقلدین و غیر مقلدین حرام ہے اور تمام مسلمان اسکو برا جانتے ہیں جیسا کہ ہم بالتفصیل بیان کرآئے شاہ صاحب رح کی تمام عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ تقلید قطعی حرام ہے جسمیں مقلد کسی فقیہ کو یہ سمجھ لے کہ خدا نے مجھے اصلی مکلف اسی کی تقلید کا بنایا ہے اور یہ مثل انبیاء علیہم السلام کی معصوم ہے اور ایسے درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ اس سے خطا ہونی ناممکن ہے۔ لہذا حدیث صحیح وصریح کے خلاف بھی اگر ان کا قول ہوگا تو میں اس کے قول ہی کو مانونگا تو یہ اس کا اعتقاد فاسد ہے اور قرون سابقہ میں اس تقلید کا کہیں وجود بھی نہ تھا اور نہ وہ ایسا کرتے تھے۔ انتہی۔ تو جناب ہم بھی اس تقلید کو حرام جانتے ہیں اور آپ تو فقط

تقلید شخصی ہی کی اس قسم کو حرام جانتے ہیں لیکن ہم تو یہ کہتے ہیں کہ تقلید مطلق ہو یا تقلید شخصی جو بھی اس قسم میں داخل ہو گی وہ حرام ہے اور باطل ہے۔ لہٰذا ہمارے مقابلہ میں اس کو پیش کرنا اپنی نادانی اور جہل پر مہر لگانا ہے۔ اگر نہیں معلوم تھا تو ہمارے اکابر کی کتابیں جو اس بارہ میں چھپی ہوئی ہیں مثلاً سبیل الرشاد مصنفہ قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ یا الاقتصاد مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کو ہی ملاحظہ فرما لیا ہوتا یونہی کچھ سے کچھ ہزیان کی طرح کہنے سے کیا فائدہ

ناظرین کرام ذرا انصاف فرمائیں کہ مجتہد صاحب کی ان تمام عبارتوں کا خلاصہ جو ابتک انھوں نے نقل فرمائی ہیں یہ نکلتا ہے کہ تقلید مطلق تو علی الاطلاق خواہ کسی طرح پر ہو ان کے نزدیک واجب ہے اور تقلید شخصی ان کے نزدیک دنیا میں وجود ہی نہیں رکھتی اور اس کا وجود و وجوب ماننا قطعاً حرام۔ کفر اور شرک ہے اور پھر اپنے دونوں دعووں کو حضرت شاہ صاحب کے سر لگاتے ہیں۔ تو اب ہم مجتہد صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تقلید مطلق ہی کرتا ہو جو آپ کے نزدیک علی الاطلاق واجب ہے اور یہی اس کا طرز عمل ہے کہ جس عالم سے جو مسئلہ چاہا دریافت کر لیا لیکن دریافت کر لینے کے بعد اس ایک مسئلہ کے متعلق ہی اس کا یہ خیال ہو گیا کہ میں اس مسئلہ میں اس عالم کو جس سے میں نے یہ مسئلہ دریافت کیا ہے خطا سے بری سمجھتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ وہ اس مسئلہ میں خطا سے معصوم ہے اور چاہے یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو میں تو اس عالم کے کہنے پر ہی عمل کرونگا تو کیا اس قسم کا اعتقاد بصورت تقلید مطلق آپ کے نزدیک جائز ہے اگر جائز ہے تو آپ تو ابھی اس قسم کی تقلید کو حضرت شاہ صاحب سے حرام ثابت کر چکے ہیں اور اگر یہ بھی حرام ہے تو پھر تقلید مطلق و تقلید شخصی میں بلحاظ حلت و حرمت کیا فرق رہا پھر تو ہمارا ہی قول درست رہا کہ تقلید شخصی اور تقلید مطلق ایک صورت میں تو قابل عمل ہیں اور دوسری صورت میں جسکو یہاں حضرت شاہ صاحب فرما رہے ہیں دونوں حرام ہیں اور قطعاً باطل ہیں تقلید شخصی ہو یا تقلید مطلق اور اگر آپ کے نزدیک ایسا نہیں ہے تو جناب میں کچھ حوصلہ اور ہمت ہے تو بلحاظ ثبوت وجوب اور حرمت تقلید شخصی اور تقلید مطلق میں فرق ظاہر فرما دیجئے ورنہ ان دھوکہ بازیوں اور

فریب ہی سے مخلوق کو تباہ و برباد نہ کیجئے مگر آپ کی تو وہی حالت ہو رہی ہے کہ رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ ہاں آپ کو یہ شبہہ یا زعم باطل ہو گیا ہے کہ حدیث صحیح کے خلاف کے یہ معنی ہیں کہ جو بخاری یا کسی دوسری کتاب میں ہمنے کوئی حدیث دیکھی اور نیچے اس کا ترجمہ پڑھ لیا پھر اگر اس ترجمہ یا ظاہر الفاظ کے خلاف ہمنے کسی مسئلہ کو دیکھا تو فوراً حکم لگا دیا کہ یہ حدیث کے خلاف ہے اگر ایسا سمجھ رکھا ہے تو یہ جہل ہے اس لئے کہ بہت سی احادیث صحیح ہیں جو آپس میں بظاہر مخالف معلوم ہوتی ہیں لیکن مجتہد ان سب کو دیکھکر ایک فیصلہ کرتا ہے۔ یا ان دونوں میں تطبیق دیدیتا ہے یا ترجیح یا نسخ ثابت کرتا ہے وغیرہ وغیرہ لیکن ایک جاہل کی سمجھ میں یہ کچھ بھی نہیں آتا وہ تو حدیث و قرآن کو صرف اتنا ہی سمجھتا ہے کہ بس ان کی حقیقت اتنی ہی ہے جو ترجمہ سے ظاہر ہو گئی اس لئے جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں عقد الجید اور انصاف میں صاف فیصلہ کر دیا ہے حضرت شاہ صاحب نے کہ عامی کو ہرگز یہ حکم لگانیکا حق نہیں کہ یہ قول حدیث کے ظاہر کے خلاف ہے بلکہ مجتہد منتسب یا متبحر فی المذہب کو جسکی شرائط بھی بیان فرمادی ہیں اسکو یہ حق حاصل ہے۔ حدیث میں ہے۔ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انزل القرآن علی سبعۃ احرف لکل آیۃ منہا ظہر وبطن ولکل حد مطلع الحدیث مشکوٰۃ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے اور ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اور ہر حد کیلئے طریق اطلاع جداگانہ ہے۔ حضرت مولانا تھانوی ارشاد فرماتے ہیں۔ یعنے مدلول ظاہری کیلئے علوم عربیہ اور مدلول خفی کیلئے صحیح قوت فہمیہ درکار ہے۔ انتھی۔ لہٰذا یونہی آپ جیسوں یا مجھ جیسوں کا ائمہ مجتہدین کے مقابلہ میں یہ کہدینا کہ مسئلہ ان کا حدیث کے خلاف ہے طفل تسلی اور عوام کو دھوکا دینا ہے اور جہاں کسی نے کہا کہ آپکا یہ خیال صحیح نہیں فوراً حکم لگا دیا کہ تم تو تقلید شخصی کرتے ہو اور یہ حرام و کفر ہے ہم خود حدیث کو پرکھنے والے ہیں سبحان اللہ منیڈکی کو بھی زکام ہوا اور کلمۃ حق ارید بہ الباطل کے مطابق جعت

حضرت شاہ صاحب کی عبارت سے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا تاکہ عوام بیچارہ حدیث کا نام سنکر دھوکے میں آجائیں مگر علماء سوء پر جو فتویٰ دیا ہے حضرت شاہ صاحب نے اسکو بھول جاتے ہیں۔ آگے چلکر فرماتے ہیں۔ (قال) اس تقلید کے متعلق حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ فرماتے ہیں

ولیت شعری کیف یجوز التزام تقلید معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولة

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصریحة الدالة لخلاف قول الامام الخ (قلت) اور اس تقلید کو ہم بھی حرام جانتے ہیں چلو قصہ ختم ہوا اب کیا اس سے جناب کا دعویٰ بطلان و حرمہ تقلید شخصی مطلقاً اور اس کا شرک و کفر ثابت ہو گیا۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں مجتہد صاحب کی تمام کائنات یہاں آکر ختم ہو گئی۔ بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا۔ جو چیرا تو ایک قطرہ خوں نہ نکلا۔ ان عبارتوں سے دعویٰ تو کیا خاک ثابت ہوتا اور الٹے مجرم بن گئے اور مجتہد صاحب کا وہی حال ہو گیا۔ ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔ لیکن اس عبارت میں بھی مجتہد صاحب خیانت کرنے سے نہ چوکے۔ لہٰذا اس کا ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے وہ یہ کہ حضرت شہیدؒ کی عبارت میں ولیس المراد بہ التقلید مطلقاً ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جس تقلید کو آیت اور حدیث حرام بتا رہی ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ مطلقاً تقلید حرام ہے لیکن مجتہد صاحب اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ اس تقلید ممنوع سے مراد تقلید مطلق نہیں ہے۔ اور اہل علم جانتے ہیں کہ دونوں ترجموں میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا۔ اصلی ترجمہ کے مطابق تو یہ مطلب ہو گا کہ تقلید حرام جس کی صفت ہمنے بیان کر دی اوس کے سوا اور تمام صورتیں تقلید کی خواہ تقلید مطلق ہو یا شخصی سب جائز ہے اور مجتہد صاحب کے ترجمہ کے مطابق شاہ صاحب کی عبارت کا یہ مطلب ہو گا کہ تقلید مطلق کے سوا سب حرام اور یہ بہت بڑا علمی فریب اور دھوکا ہے۔ جو یا بوجہ جہالت یا قصداً عوام کو فریب دینے کیلئے اختیار کیا گیا ہے ورنہ اہل علم جانتے ہیں التقلید مطلقاً میں عموم ہے اور تقلید مطلق میں خصوص۔ کیا مجتہد صاحب اسی پر دعویٰ حرمت تقلید شخصی کا ارادہ ہے۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم سہ من خوب می شناسم پیران پارسا را۔ اسی قسم کے دھوکے دیکر آمین بالجہر رفع یدین۔ قرات فاتحہ خلف الامام جیسے مجتہد فیہ مسئلوں میں مقلدین کو طعنے دئے جاتے ہیں اور انکو

کہا جاتا ہے کہ تمہارے امام اعظم نعمان مسائل میں حدیث صحیح صریح قطعی الدلالۃ کے خلاف کیا ہے اور عجب
کوئی بیچارہ مقلد ان دعووں کے ثابت کرنیکو بلاتا ہے تو گھر میں دبک کے بیٹھ جاتے ہیں مجتہد صاحب حلوا
خوردن را روی باید۔ اب آپکے اس مکڑی کے جال کا پول خوب کھل چکا ہے اب توبہ تار وانشاء اللہ
ٹوٹ کرہی رہینگے اور حق ہی غالب ہوگا۔ (قال) اس تقریر کا حاصل یہ ہوا کہ تقلید مطلق ہمی پر
واجب ہے یہ فی الحقیقت تقلید نہیں بلکہ اتباع روایت ہے (قلت) ان تمام عبارتوں کا حاصل یہ
ہے کہ جس شخص کے نزدیک آیات واحادیث تقلید فقط تقلید مطلق ہی میں منحصر و مخصوص ہیں اوس کا یہ دعویٰ
قطعًا غلط اور باطل ہے۔ اور وہ ان نصوص میں جو کہ مطلق ہیں تخصیص کرتا ہے اور یہ تخصیص نسخ کے
حکم میں ہے جو بجز شارع علیہ السلام کے دوسروں کیلئے حرام ہے بلکہ یہ تمام نصوص جس تقلید کو واجب بتاتی ہیں وہ
تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں کو شامل ہے اور دونوں فردوں کے لحاظ سے عام ہے اور یہ دونوں
قسمیں اس عام کے تحت میں ثابت اور موجود ہیں اور بوجہ فساد زمانہ و کثرت ہوا نفس و علمائے سوء چند
صدی سے محققین علمای اسلام نے اس عام کی ایک فرد تقلید شخصی کو عوام کے لئے واجب بالغیر کا حکم
دیدیا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب و دیگر علمائے متاخرین نے بھی اس اتفاق پر بقاعدہ
مقدمۃ الواجب واجبۃ۔ عام کی دوسری قسم کو اس زمانہ میں ناممکن العمل سمجھ کر اس وجوب بالغیر کی پرزور
تائید کردی۔ اور اسکو مدلل و مبرہن بیان کردیا ہے (قال) ایک قسم کی تقلید حرام بلکہ شرک ہے (قلت)
ہمارا بھی اس پر صاد ہے اور بارہا اپنی تقریروں میں عام پبلک کے سامنے بھی ظاہر کرچکے ہیں (قال)
وجوب تقلید امام واحد از ائمہ اربعہ کا دعویٰ سراسر غلط و باطل ہے اور بقول مولانا بحر العلوم تشریع
جدید ہے (قلت) جو شخص کہ تقلید امام واحد ائمہ اربعہ اور اسکے وجوب بالغیر کو باطل و تشریع جدید جو کہ شرک ہے کہنے
کا مدعی ہے اوس کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور قطعًا باطل ہے اور مولانا بحر العلوم پر بہتان ہے اسلیے
کہ وہ خود حنفی المذہب ہیں اور تقلید امام واحد کے مقلد۔ اور اس زمانہ کے لئے التزام مذہب معین کو واجب
بالغیر کہتے ہیں جیساکہ ہم ثابت کرچکے ہیں اور جس تقلید کو وہ تشریع جدید کہتے ہیں اوسکو ہم بھی حرام
جانتے ہیں اور وہ متنازع فیہ نہیں ہے۔ فمن ادعی خلافہ فعلیہ البیان (قال) اب ہم

آپ کی تحریر کا قولاً قولاً جواب دیتے ہیں (قلت) بسم اللہ اور اگر آپ پہلے ہی میدان میں نکلکر
جواب دیدیتے تو اسقدر تکلیف بھی نہوتی اور پے در پے شکستوں کی ذلت بھی نہ اٹھانا پڑتی لیکن
النصیب یصیب تقدیر کی تحریر ٹلتی نہیں. افسوس کہ آپ کی وجہ سے آپ کی ساری جماعت بھی ذلیل
ہوئی ہیچ ہے سہ چو از قومے یکے بیدانشی کرد٭ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را ۔ (قال) میں کہتا
ہوں کہ آپکو معلوم ہے (قلت) اس کا مفصل جواب تمہید میں گذر گیا مختصر یہ کہ یہ فتنہ شخصی نہیں
بلکہ جماعتی ہے لہذا قصبہ کے مسلمانوں میں سب سے اول فتنہ مولوی فقیر اللہ صاحب سے اٹھا اور اسکی
تجدید مولوی احمد صاحب دہلوی نے کردی لہذا اسکے بعد جو کچھ ہوا وہ سب مجبوراً دوسری جانب سے
دفاع کی صورت میں ہوا لہذا اونکو فتنہ کا ذمہ دار بنانا خود اپنی جہالت پر مہر کرنا ہے (قال) اہلحدیث
پر لعن طعن کیا۔ (قلت) لعن طعن کی خصوصیت تو مجتہدین جدید ہی کے حصہ میں ہے یا اون کی
جماعت کے حصے میں کہ جسکی گولہ باری سے بڑے بڑے ائمہ دین بھی محفوظ نہ رہ سکے باقی مقلدین
تو بحمد اللہ اس خرافات سے پاک ہیں اس لئے کہ اونکے مجتہد یعنے امام اعظم ان امور سے پاک تھے
(قال) احناف نے اہلحدیث کو اپنے پاس ملازم رکھنے سے انکار کردیا۔ (قلت) یہ آپکا سفید جھوٹ
ہے اس لئے کہ بعض غیر مقلدین ابتک احناف کے ملازم ہیں اور شخصی طور پر بعض ملازم غیر مقلدین نے
مصداق اوسی کا کھائیں اور اوسی پر غرائیں۔ اپنے مقلدین آقاؤں کو گالیاں دیں تو ذی عزت لوگ
نے اونکو نکال دیا۔ اور اون کی روزی پر بھی آپ جیسے مجتہدین کی بدولت حرف آیا (قال)
اہلحدیث کے غم و شادی میں شریک ہونے سے (الی بھائی بھائی سے باپ سے بیٹا جدا ہوگیا) (قلت)
ان تمام امور کا جواب پہلے ہی دیچکا ہوں مختصر یہ ہے کہ یہ تمام کرشمہ سازیاں اور اختلافات مولوی
فقیر اللہ صاحب مرحوم سے شروع ہوئے اور آپ جیسے مجتہدین کے بدولت یہ آگ برابر بھڑکتی رہی
فجزاکم اللہ خیر الجزا۔ سہ تفاوت قامت یار از قیامت ہیں ہے کیا ممنون ہو وہی فتنہ ہے
لیکن ہاں ذرا سانچے میں ڈھلتا ہے۔ اب جبکہ مجبور ہوکر مقلدین نے دفاع شروع کیا تو وہ آپکو فتنہ
نظر آنے لگا (قال) افسوس کیا امام صاحب نے ایسی ہی وصیت کی ہے (قلت) حضرت سمجھ

نے چونکہ اپنے مقلدین کو راستی و سچائی کی وصیت کی ہے اسی لئے بیچارہ مقلدین آپ کے فتنہ کو حسن ظن میں عرصہ تک عمل بالحدیث ہی سمجھتے رہے لیکن جب ان پر مدعیان عامل بالحدیث برعکس نام زنگی نہند کافور کی حقیقت کھل گئی تو مجبوراً دفاع کی تیاریاں شروع کیں جو آپ کو بعید شاق ہیں (قال) یہ سب دعوی وجوب تقلید شخصی کا فیض اور اسکی برکت ہے (قلت) نہیں جناب یہ تو جو کچھ بھی فیض ہے نئے مجتہدین کے انتہا درجہ جدید کا اور دعوی ابطال و حرمت وجوب تقلید شخصی فی ہذا الزمان کا فیض ہے جنہیں بمصداق بینڈکی کو بھی زکام ہوا۔ باوجود جہل اور ہوائی نفس کے اجتہاد کی اور ائمہ دین پر بیجا طعن کی اور اپنے مقلدین کو مشرک بنانے کی سوجھی ہے اور اولئک کالانعام بل ھم اضل کے زمرہ میں خواہ مخواہ اپنے کو شامل کرنیکی ٹھیرائی ہے انہیں کے متعلق علامہ شعرانی فرماتے ہیں یضل نفسہ ویضل غیرہ یعنی خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرینگے۔ (قال) مولوی احمد صاحب کے دعاوی کے مطابق جو آپ نے مجھ سے استفسار کیا ہے اور ان دعاوی میں مجھے انکا ہمنوا قرار دیا ہے اس کی بابت گذارش ہے کہ آپ کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ مولویصاحب نے یہ دعاوی کئے (قلت) میرے پاس بحمداللہ تحریری اور زبانی دونوں قسم کے اس بارہ میں ثبوت موجود ہیں میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ جب انجمن اہلحدیث کی جانب سے آتے ہی میرے نام تحریر شائع ہوئی تھی اور جس میں مولویصاحب کی نادانی اور اون کے دعوؤں کی جہالت کو چھپانے کی ناکام کوشش کیگئی تھی تو اسیوقت مقلدین کی جانب سے بھی فوراً جواب شائع کیا گیا۔ اور اوس میں مولوی احمد صاحب کے تمام ان دعوؤں کو لکھکر جو میری اس تحریر میں بھی موجود ہیں جو میںنے آپکے پاس روانہ کی تھی لکھکر آگے یہ تحریر کیا گیا تھا پس اگر آپ کو یا آپکے کسی عالم کو امور مندرجہ بالا میں وہی دعوی ہیں جو مولوی احمد صاحب کو تھے تو شوق سے مناظرہ کی مجلس منعقد فرمائے ہمارا کوئی عالم بلکہ حضرت مولینا ہی آپکے دعاوی کو باطل کر دینگے الخ اس کا آجتک کوئی جواب نہیں ملا اور غیر مقلدین نے پھر اس کی کوئی تردید شائع نہ کی اسیطرح جب آپ نے یہاں آکر میرے خلاف تردیدی تقریریں شروع کیں تو میںنے آپ کو زبانی چیلنج دیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ مولوی احمد صاحب

کی ان مسائل میں ہمنوائی کر رہے ہیں پس اگر حوصلہ ہے تو آپ ان کو ثابت کر دیجئے اس وقت نہ
کسی غیر مقلد نے آپ کی ہمنوائی کی تردید کی اور نہ صبح کو آپ نے تردید کے دو لفظ بھی کہلا کے بھیجے
قاصد بھیجا بھی تو تحریر کے متعلق اور جب میں نے ان دعوؤں کو لکھکر دیدیا اور ساتھ ہی مطالبہ کیا
کہ یا ان سے انکار کر دیجئے یا پبلک کے سامنے میرے روبرو انکو ثابت کر دیجئے تو اس کا بھی کوئی
جواب نہ ملا اور پھر تقاضہ کے دو تحریروں کے بعد بھی دو لفظ اس بارے میں لکھکر نہ بھیجے کہ میں انکا
ذمہ دار نہیں اور لیت و لعل کرتے رہے پھر اسی دوران میں جب آپ کی شکست کا خود آپ کی
جماعت کو ہی یقین ہو گیا۔ تو پھر میرے نام ارا کین انجمن اہلحدیث کی جانب سے ایک اشتہار شایع
کیا گیا کہ تم مولوی احمد صاحب سے مناظرہ کیلئے تیار ہو یا نہیں اس کا جواب بھی انجمن نعمانیہ کی جانب سے
چند گھنٹے بعد ہی شایع کر دیا گیا جسمیں میرے بار پھر مولوی احمد صاحب کے دعوؤں کو لکھا گیا اور ساتھ
ہی یہ بھی لکھا کہ اگر آپ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی شکست کا تحریری اقرار کریں تو پھر آپ اپنے
جس مولوی کو بھی چاہیں مناظرہ کیلئے بلالیں اور اوس سے یہ دعوے ثابت کرا دیں لیکن اس کے جواب
کے بعد بھی آپ کی جانب سے خاموشی ہی اختیار کیگئی اور آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی روپوشی
کے زمانہ میں مولوی احمد صاحب مع ایک ایڈیکانگ کے آپ کی جماعت کے مدعو ہو کر شام کو تشریف لائے
اور ہماری اور اپنی تمام تحریر و نکو رات بھر دیکھا اور سوچا مگر اپنے لا طائل دعوؤں کیلئے ثبوت بہم
پہنچتا نہ دیکھکر اگلے روز صبح کو ہی خاموشی سے روانہ ہو گئے اب آپ ہی فرمائے کہ اس سے زیادہ
ثبوت آپ اور کیا چاہتے ہیں رہا زبانی کا معاملہ سو مولوی احمد صاحب کی فتنہ انگیز تقریروں
کیلئے اگر آپ شہادتیں مہیا کرینگے تو انشاء اللہ حد تواتر کو پہنچ جائیں گی مگر افسوس آپ نے
ان کی تو کوئی تردید نکی بلکہ ان کے تائید میں میری جوابی تقریر و نکا الٹا رد کرنا شروع کر دیا۔
ماشاء اللہ: اور ثبوت کے وقت فتنہ پیدا کرنے کے بعد جان چرانے لگے کیا ہی صداقت سے
سہ وزیر چنیں شہریارے چناں۔ کی مثل آپ پر اور آپکے اتباع پر خوب صادق آتی ہے۔
(قال) میرے وعظونکو گوش خود میں دیوار سنا (قلت) مجتہد صاحب آپ غلطی تو سمجھا انشاء اللہ

مجھ سے کبھی نہیں ہوئی فلعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ہاں پس دیوار تو نہیں لیکن روبرو جناب سے گفتگو کا ضرور شایق تھا لیکن افسوس کہ مجھ بد قسمت کو جناب نے اپنے جمال وکمال سے محروم ہی رکھا بس یہ ہے لطف شوق جبھی کہ ہوں وہ بھی بیقرار۔ دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی (قال) اپنے خیالات صاف الفاظ میں ظاہر کرتا ہوں (قلت) آپ کے خیالات صاف الفاظ میں تو جبھی ظاہر ہوتے کہ پبلک کے سامنے میرے روبرو جو کچھ تقریروں میں کہا تھا ثابت کر دکھاتے اب تو تحریر میں جناب عیاریوں اور چالاکیوں سے کام نکال رہے ہیں (قال) تقلید کے متعلق کافی وافی بیان سابق میں گذر چکا (قلت) مگر افسوس کہ دعویٰ بغیر دلیل ہی رہا بلکہ اور منہ کی کھائی (قال) اور آپ کا یہ سوال کہ تقلید کے متعلق جناب یہ آیتیں پیش فرماتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے آیات مذکورہ اسی موقع پر تلاوت کی تھیں جہاں کہ حضرت شاہ صاحب اور مولینا شہید تلاوت کر چکے ہیں (قلت) حضرت شاہ صاحب اور مولینا شہید نے تو جہاں یہ آیتیں پیش کی ہیں ٹھیک پیش کی ہیں مگر آپ نے جو حنفی مقلدین پر اسکو چسپان کیا تو گویا متبعین امام اعظمؒ کو کافر و مشرک بنایا یہ آپکا فعل سراسر گمراہی ہے اور حضرت شہید اور شاہ صاحب ایسی لغو باتوں سے بحمد اللہ پاک ہیں آپ نیز اپنی معیت کا ناحق بہتان باندھتے ہیں (قال) میں نے نہ ان کو کبھی مشرک کہا اور نہ کافر (قلت) آپ تو اپنے زعم باطل میں برابر مقلدین کو کافر و مشرک کہتے چلے آرہے ہیں اس سے کہ التزام مذہب معین آپ کے نزدیک کفر ہے اور مقلدین اس کے مرتکب اور آپ ان جیلی قلم کی فریب وہ دوستمر دیکھے بعد بھی مقلدین کو بوجہ التزام مذہب معین کافر و مشرک کہہ رہے ہیں فرماتے ہیں غور سے سنئے ایجاب تقلید شخصی کو مولینا بحر العلوم نے تشریع جدید کہا اور تشریع جدید کفر ہے اب فرمائیے کہا کافر و مشرک کہا کہنے کے کچھ سینگ ہوتے ہیں آپ تو صاف صاف کافر و مشرک مقلدین کو بنا رہے ہیں مسلم شریف کی یہ حدیث آپ پر خوب صادق آتی۔ ایما امرء قال لاخیہ کافر فقد باء بھما احدھما ان کان کما قال والا رجعت الیہ جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو یہ اس کا قول

دونوں میں سے کسی ایک پر لوٹتا ہے اگر کہنے والا صحیح کہتا ہے تو فبہا ورنہ پھر یہ کفر کہنے والے ہی پر لوٹ جائیگا اس حدیث پر نظر رکھتے ہوئے اب ذرا اپنے قیاس باطل کو ملاحظہ فرمائیے (قال) ایجاب تقلید شخصی کو مولینا بحر العلوم نے تشریع جدید کہا ہے (قلت) یہ آپ کا بہتان ہے بحر العلوم کا مطلب ہم بیان کر آئے ہیں اور نقل کر آئے ہیں کہ وہ تقلید شخصی کو اس زمانہ میں واجب بالغیر مانتے ہیں (قال) اور تشریع جدید کفر ہے (قلت) جب قیاس کا صغریٰ ہی صحیح نہیں تو پھر کبریٰ لغو ہے (قال) اگر آپ کی نتیجہ براری صحیح ہو تو مولینا بحر العلوم کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولینا مدعیان وجوب تقلید شخصی کو کافر سمجھتے ہیں (قلت) جب صغریٰ ہی باطل ہے تو نتیجہ کیا خاک صحیح ہو سکتا ہے وہ تو بدرجہ اول باطل ہوگا رہا آپکا یہ فرمانا کہ آپ کی نتیجہ براری صحیح ہو تو کیا آپ کے نزدیک اگر اس قیاس کے صغریٰ وکبریٰ صحیح ہیں تو نتیجہ نہیں نکلیگا وہ کچھ اور ہوگا تو ذرا ہم بھی اسے سنیں مجتہد صاحب آپ کی اس منطق پر تو بچوں کو بھی ہنسی آتی ہے یہ تھی وہ بحث جو مجتہد صاحب نے متنازع فیہ تقلید شخصی کے عدم وجود اور اسی کے وجوب بالغیر کی حرمت اور اس کے شرک و کفر ثابت کرنیکے لئے زور و شور کیساتھ پیش کی تھی ناظرین کرام خود حق و باطل کا فیصلہ کرلیں ابھی ہم اس بحث کو بہت مختصر ختم کرتے ہیں کہ وقت ما ضائع نمود و عمر خود داده بباد ۔ اس بحث سے یہ بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگیا۔ کہ جن لوگوں کا دعویٰ ہے کہ تقلید شخصی کا وجود ہی نہیں اور اس کا وجوب بالغیر بھی کفر و شرک ہے وہ کس طرح اپنی غرض کیلئے محض کسی ایک عالم کی تقلید شخصی اور وہ بھی اندھا دھند کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ہاں فرق صرف اسقدر ہے کہ مجتہد صاحب تو نیچے کے طبقہ کے کسی عالم کے اور وہ بھی ہوائے نفس کی خاطر تقلید شخصی کرتے ہیں لیکن حنفی اس سراج الائمہ امام اعظم رح کے محض حفاظت دین کی خاطر مقلد ہیں جنکے منقبت اور جنکی تعریف بڑے بڑے مجتہدین اور علما اعیان صدیوں سے کرتے آتے ہیں اور جسکی تقلید کے ماتحت آخر زمانہ میں بھی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور ان کا خاندان، اور بحر العلوم اور ان کا خاندان اور شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جیسے بڑے بڑے علماء اور بزرگ ہوتے چلے آئے ہیں پھر بھلا مجتہد صاحب کی تقلید

کسطرح حنفی مقلدین کی تقلید کو پہنچ سکتی ہے۔ چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا۔ ببیں
تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اب ذرا ختم بحث پر چند نقول پیش کر دینا بھی ضروری ہیں
جو حنفی مذہب کی حقانیت اور اسکی مقبولیت پر صراحت کرتی ہیں تا کہ طعن کرنے والے حضرات
اس سے عبرت حاصل کریں۔ خواہ ان کے طعن و تشنیع مثل مجتہد صاحب کے پیچیدہ الفاظ ہی
میں کیوں نہ ہوں۔ میزان الکبریٰ میں امام شعرانیؒ فرماتے ہیں (۱) فانی بحمد اللہ تتبعت مذھبہ
فوجدتہ فی غایۃ الاحتیاط والورع لان الکلام صفۃ المتکلم وقد اجمع السلف
والخلف علی کثرۃ ورع الامام وکثرۃ احتیاطاتہ فی الدین وخوفہ من اللہ تعالیٰ۔
(ترجمہ) میں نے اللہ کا شکر ہے امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی خوب تحقیق کی ہے میں نے اس کو نہایت
احتیاط اور پرہیزگاری پر پایا اور ہونا بھی یہی چاہیئے اسلئے کہ کلام تو متکلم ہی کی صفت ہے اور سلف
خلف تک تمام کا اس پر اجماع ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نہایت پرہیزگار اور دین کے بارہ میں بہت ہی محتاط
اور اللہ تعالیٰ سے بہت خوف کرنیوالے ہیں۔ (۲) اور یہی امام شعرانیؒ مالکی اس سے آگے فرماتے ہیں
لما الفت کتاب ادلۃ المذاہب فلم اجد قولاً من اقوالہ واقوال اتباعہ الا وھو مستند الی
آیۃ او حدیث او اثر او الی مفھوم ذلک او حدیث ضعیف کثرت طرقہ الخ۔ میں نے جب تمام مذاہب
کی دلائل کو جمع کیا تو امام ابو حنیفہؒ اور ان کے پیرووں کے کسی قول کو بھی نہ پایا مگر یا وہ کسی آیۃ سے ماخوذ
ہے یا حدیث سے یا کسی صحابیؓ کے اثر سے یا اسی سے مستنبط ہے یا اس کا ماخوذ وہ حدیث ضعیف ہے جسکے بہت
سے طرق احادیث میں موجود ہوں یعنے اگر سب طریقوں کو ملائیں تو حدیث حسن کے درجہ کی ہو جائے۔
(۳) اور امام صاحب حدیث ضعیف پر کب عمل کرتے تھے اس کا حال بھی سن لیجئے۔ انہ کان یقول الضعیف
الحدیث احب الی من آراء الرجال (جواھر منیفہ) امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو حدیث ضعیف
بھی لوگوں کے قیاس اور رایوں سے زیادہ پیاری ہے۔ سبحان اللہ یہ شان ہے اہلحدیث کی جو امام
صاحب میں پائی جاتی ہے۔ نہ کہ آجکل کے مدعیان اجتہاد بر عکس نام نہند زنگی کا فور (۴) اور حضرت شہید
رحمۃ اللہ رسالہ منصب امامت میں فرماتے ہیں پھر جو شخص زیادہ تر قریب الافہم ہے وہ زیادہ

حقدار ہے وارث ہے اور جس طرح نبی معصوم ہے ابلاغ میں ویسا ہی مجتہد فی نفس
الامر محفوظ خطاء سے اور اس کا اجتہاد بھی قائم مقام نص شارع کے ہوتا ہے کیونکہ
مجتہد لوگ بذریعہ کشف بھی اپنی خطا معاف کرا لیتے ہیں الخ۔ اور ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ
ائمہ اربعہ میں سب سے مقدم اور اقرب الی الرسول ہیں (۵) یہی مولانا اسمٰعیل صاحب تنویر العینین میں
فرماتے ہیں۔ فان المذہب الحنفی عبارۃ عن مجموع اقوال عمدۃ المجتہدین یعنے حنفی مذہب عمدہ
مجتہدین کے اقوال کا مجموعہ ہے۔ (اسکے متعلق کافی بحث بھی گذر چکی ہے) (۶) اور امام شعرانیؒ فرماتے ہیں
ان اللہ لما من علی بالاطلاع عین الشریعۃ رایت المذاہب کلہا متصلۃ بہا، ورایت مذاہب
الائمۃ الاربعۃ تجری جداولہا کلہا ورایت جمیع المذاہب التی اندرست قد استحالت
حجارۃ ورایت اطول الائمۃ جدولا الامام ابوحنیفۃؒ ویلیہ الامام مالکؒ ویلیہ
الامام الشافعیؒ ویلیہ الامام احمد بن حنبل الخ یعنی جب اللہ نے احسان کیا اور میں مقام عین
شریعت پر مطلع ہو گیا تو میں نے تمام مذاہب کو بحر شریعت سے متصل پایا اور ائمہ اربعہ کے مذہب کو دیکھا کہ ان کی
جدولیں جاری ہیں اور جو مذاہب فقہ کے ختم ہو گئے ہیں وہ خشک پتھر کی طرح نظر آتے ہیں اور سب سے بڑی
نہر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی دیکھی پھر اسکے قریب قریب امام مالکؒ کی پھر امام شافعیؒ کی پھر امام احمدؒ کی۔ (۷)
اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ جنکی تعریف نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم امام الائمہ غیر مقلدین نے بھی
بہت کی ہے فرماتے ہیں بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ میشود کہ نورانیت ایں مذہب حنفی بنظر
کشفی در رنگ دریائے عظیم می نماید و سائر مذاہب در رنگ حیاض و جداول بنظر می
در آیند و بظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ می آید سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہؒ اند الخ
یعنے میں بغیر تعصب کئے کہتا ہوں کہ بذریعہ کشف امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا نور ایک بڑے دریا کی طرح معلوم
ہوتا ہے اور بقیہ تمام مذاہب کے نور حوض اور نالوں کی شکل میں نظر آتے ہیں اور ظاہر میں بھی یہی ہے کہ مسلمانوں
کا سواد اعظم اسی امام کا پیرو ہے (اور حدیث صحیح میں ہے اتبعوا السواد الاعظم) (۸) اور علامہ ابن حجر مکی
شافعیؒ خیرات الحسان میں لکھتے ہیں۔ قال ازھر بن کیسان رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وخلفه ابوبکرؓ وعمرؓ فقلت لهما اسأل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن شیٔ
قال اسئل ولا ترفع صوتك فسألته عن علم ابی حنیفة لانی کنت زاهداً فیه فقال هذا
علم انفتح من علم خضر۔ ازہر بن کیسان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور
آپکے پیچھے شیخین رضی اللہ عنہما تھے میں نے ان سے عرض کیا کہ میں کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا
چاہتا ہوں اونھوں نے فرمایا کہ پوچھو لیکن آواز بلند ہونے نہ پائے تب میں نے آپ سے امام ابوحنیفہؒ کے بارہ
میں دریافت کیا اسلئے کہ میں کچھ ان کے علم کے بارہ میں حسن اعتقاد نہ رکھتا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ
علم ہے جو خضر علیہ السلام کے علم سے ظاہر ہوا ہے۔ (۹) اور اس طرح خیرات الحسان میں فضل بن خالد کا خواب
نقل کیا ہے اسمیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ذلك علم یحتاج الناس الیه۔ یعنے ابوحنیفہؒ
کا علم اس درجہ کا ہے کہ لوگ اس کے حاجتمند رہیں گے۔ (۱۰) اور نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم نے تقصار
میں لکھا ہے۔ معاذ رازی گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را در خواب دیدم گفتم این اطلبك
فرمود عند علم ابی حنیفة الخ معاذ رازی فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ کو دیکھا تو
عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو کہاں تلاش کروں ارشاد فرمایا کہ ابوحنیفہؒ کے علم میں مجھکو ڈھونڈا ہو۔ سبحان اللہ
ذلك فضل اللہ یؤتیه من یشاء۔ (۱۱) اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ الناس کلهم فی الفقه عیال علی ابی
حنیفة یعنے تمام علماء فقہ میں ابوحنیفہؒ کی اولاد ہیں۔ (۱۲) اور حضرت شاہ صاحب کا واقعہ فیوض الحرمین
سے پہلے نقل ہی ہو چکا ہے یہ اور اسی قسم کے بیسیوں واقعات امام الائمہ رحمہ اللہ کے مذہب کی صحت اور
اسکی منقبت میں نیز اس کے حدیث کے مطابق ہونیکے بارہ میں موجود ہیں مگر پھر بھی مفسد اور فتنہ پرداز ہر
اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اس مذہب کے پیروؤں کو امام سے بدظن کردیں اور انکی تقلید سے نکالکر گمراہی میں ڈالدیں
خدائے تعالیٰ ان کو نیک ہدایت دے۔

غیر مجتہد کو اپنے امام کی تقلید کرنا تشریع جدید یا شرک نہیں ہے بلکہ عین اتباع شریعت ہے

(۱) امام طحاوی نے یحییٰ بن سیف الدینؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ان الواجب تقلیده واجب لا یعیده انه

لایجوز تقلید ما زاد علی واحد بحیث یکون حنفیاً وحنبلیاً فی آن واحد کما ھو الواقع
الآن من بعض الناس الخ ایک امام کی تقلید کرنا واجب ہے لیکن کسی خاص امام کی واجب نہیں ہے (یعنے ائمہ سے
کسی ایک امام کا مقلد ہونا ضروری ہے) اور ایک سے زائد امام کی تقلید ہرگز درست نہیں اس طرح پر کہ ایک ہی زمانہ
میں حنفی بھی ہو اور حنبلی بھی جیسا کہ آجکل بعض لوگوں کا طریقہ ہے انتہیٰ۔ (۲) اور شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ
فرماتے ہیں۔ وکان سیدی علی الخواص اذا سالہ انسان عن التقلید بمذھب معین الآن ھل ھو
واجب ام لا یقول لہ یجب علیک التقلید بمذھب ما دمت لم تصل الی شھود عین الشریعۃ الاولی
خوفاً من الوقوع فی الضلال وعلیہ عمل الناس الیوم۔ میزان الکبریٰ۔ میرے شیخ علی خواصؒ سے جب کوئی
شخص دریافت کرتا کہ اس زمانہ میں کیا تقلید شخصی واجب ہے یا نہیں تو آپ فرماتے کہ جبتک تو مرتبہ (شہود عین
شریعۃ اولیٰ) پر نہ پہنچے تجھپر کسی ایک مذہب معین کی تقلید واجب ہے بوجہ خوف گمراہی میں پڑنیکے اور اسی پر آجکل
لوگوں کا عمل ہے۔ یہ فتویٰ تقریباً پانچ چھ سو سال کا زمانہ ہوا جب دیا گیا ہے۔ اب اس زمانہ اور اس زمانہ
میں جو علم وبے علمی کا فرق موجود ہے اسکو دیکھکر منصف مزاج انسان خود دل میں فیصلہ کرلے۔ (۳) اور دوسری
جگہ بھی امام شعرانیؒ ارشاد فرماتے ہیں وقد قدمنا فی ایضاح المیزان وجوب اعتقاد الراجح علی
کل من لم یصل الی الاشراق علی العین الاولی من الشریعۃ وبہ صرح امام الحرمین وابن السمعانی
والغزالی وغیرھم وقالوا لتلامذتھم یجب علیکم التقلید بمذھب امامکم الشافعیؒ ولا عذر لکم عند
اللہ تعالیٰ فی العدول عنہ ولا خصوصیۃ للامام الشافعیؒ فی ذلک عند کل من سلم من التعصب
بل کل مقلد من مقلدی الائمۃ یجب علیہ اعتقاد ذلک فی امامہ الخ۔ (میزان الکبریٰ) (ترجمہ) ہمنے
سابق میں ایضاح میزان میں بیان کردیا تھا کہ جس شخص کو (وصول عین شریعۃ اولیٰ) کا درجہ (یعنے
درجہ اجتہاد مطلق) نصیب نہیں ہوا اوسپر واجب ہے کہ ایک امام کی اپنے اعتقاد راجح کے ماتحت تقلید کرے
ہمارے اس قول کی تصریح امام الحرمینؒ ابن سمعانیؒ غزالیؒ اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے بھی کی ہے اور یہ
علماء اپنے شاگردوں کو فرمایا کرتے تھے کہ تمپر اپنے امام شافعی کی مذہب کی تقلید کرنا واجب ہے اور اس
سے خارج ہونے میں تمہارے لئے اللہ تعالےٰ کے نزدیک کوئی عذر نہیں ہے۔ (اس سے آگے چلکر فرماتے

ہیں) اور اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کی ہی کوئی خصوصیت نہیں جو شخص تعصب سے پاک ہے وہ جانتا ہے کہ ائمہ رحمہم اللہ کے جو مقلدین ہیں ان کے ذمہ اپنے اپنے امام کی تقلید اسی طرح واجب ہے۔ (۴) اور یہی علامہ شعرانی تقلید ائمہ پر ایک بہترین تقریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ومعلوم ان نزاع الانسان لعلماء الشریعۃ وجدالھم وطلب ادحاض حججھم التی ھی الحق کالجدال مع صلی اللہ علیہ وسلم وان تفاوت المقام فی العلم فان العلماء سدرجتنا الرسل وکما یجب علینا الایمان والتصدیق بکل ما جاءت بہ الرسل وان لم نفھم حکمۃ فکذلک یجب علینا الایمان والتصدیق بکلام الائمۃ وان لم نفھم علتہ حتی یاتینا عن الشارع ما یخالفہ۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ کسی شخص کا علماء شریعت کیساتھ نزاع اور جھگڑا کرنا اور انکی صحیح دلائل کے ابطال کے درپے ہونا اور ان پر اعتراضات کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ جنگ جدال کرنا ہے اگرچہ وہ علماء کرام باہم علمی مراتب میں متفاوت ہی ہوں۔ اس لئے کہ دراصل علماء انبیاء علیہم السلام کے قائم مقام ہیں پس جس طرح ہم پر رسولوں اور انبیاء کی تصدیق اور ان پر ایمان لانا واجب اور انکی ہر بات کو ماننا ضروری ہے چاہے ہم اسکی حکمت کو نہ جان سکیں اسی طرح ہمیں ائمہ دین کے کلام کی تصدیق بھی اور ان کے ہر کلام کو ماننا واجب ہے خواہ ہم اسکی علت کو نہ جانیں مگر جبکہ شارع علیہ السلام سے اسکے خلاف ہمارے پاس کوئی صراحتہ آجائے۔ اور آگے چلکر تحریر فرماتے ہیں

(۵) فنقول فی کل ما جاءنا عن ربنا او نبینا آمنا بذلک علی علم ربنا ویقاس بذلک ما جاء عن علماء الشریعۃ فنقول آمنا بکلام ائمتنا من غیر بحث فیہ ولا جدال۔ ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ شئے جو خدا اور اسکے رسولوں سے ہم تک پہنچی ان سب پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور اسی پر قیاس کرنا چاہئے ان باتوں کا جو علماء شریعت سے ہم کو پہنچی ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ بغیر بحث و جھگڑے کے ہم اپنے ائمہ کے کلام کو مانتے اور تسلیم کرتے ہیں۔ اب جناب مجتہد صاحب کو اختیار ہے کہ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ وغیرہم کے ان اقوال کے مطابق چاہے ان پر تشریع جدید کا فتویٰ لگا کر ...... کہیں لو رحلے ان کو اتخذوا احبارھم ورھبانھم الآیہ کا مصداق بنائیں اور یا ان کو قابل تسلیم جانیں۔ مگر یہ پیش نظر رہے کہ آپ کے امام الائمہ نواب صدیق حسن خانصاحب علامہ شعرانیؒ کو سند الشریعہ والطریقہ مان چکے ہیں۔ سہ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مسئلہ رفع الیدین

قال (۲) رفع یدین بموجب حدیث صحیح سنت ہی (قلت) بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ؎ جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا۔ تقریروں میں تو جناب کے بہت کچھ دعوے تھے حتی کہ میرے متعدد بار سوالات کرنے پر بھی انکی تردید نہ کی۔ لیکن آج ثبوت کے میداں میں وہ سب دعوے ہباءً منثورا ہو کر رہ گئے حیف صد حیف لم تقولون ما لا تفعلون ناظرین کرام پہلے ذرا مجتہد صاحب کے سابق دعوے کو سنیں اور پھر اس جواب غیر مدلل کو دیکھیں جو یہاں اس کے ثبوت میں مجتہد صاحب فرماتے ہیں۔

(۲) رفع یدین کی بقار سنیۃ اور اس کا دوام آخر عمر مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک، حدیث صحیح سے ثابت ہی اور جو رفع یدین نہیں کرتے انکی نماز مثل حمل ساقط کی ہے۔ اب اسکا ثبوت ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ رفع یدین بموجب حدیث صحیح سنت ہے۔ مجتہد صاحب اس مبہم اور گول مول فقروں سے کیا فائدہ۔ صاف فرمائیے کہ آپکا اس سے مطلب کیا ہے اگر یہ مطلب کہ صحیح حدیث میں رفع یدین کا فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا ہے تو یہ تو متنازع فیہ ہی نہیں اور نہ صرف اس قدر ثبوت سے اس کا سنت ہونا نکلتا ہے پھر اس کے بیان کرنے سے کیا نتیجہ اور اگر یہ مطلب ہے کہ صحیح احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کو مسنون فرمایا ہے تاکہ قولی سنت بنجاے یا صحیح وصریح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر مبارک تک اس فعل کو کرتے رہے اور اسکی سنیۃ احادیث صریح سے آجتک باقی ہے تو یہ بیشک آپ میں اور ہم میں مختلف فیہ ہے۔ بسم اللہ کیجئے اور اپنے اس دعوے کو ثابت فرمائیے۔ اگر آپ اس دعوے کو ثابت کردیں گے تو ہم اسکو بسر وچشم مانینگے۔ ورنہ دعوی بلا دلیل سے شرم کیجئے۔ مگر براہ کرم ان حدیثوں کی طرف توجہ نہ فرمائیے جن سے صرف وقتیہ فعل رفع یدین ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ہم ان سبکو بحمد اللہ مانتے ہیں اور اختلاف نفس فعل نہیں ہی اس لئے کہ فقط اتنی ہی بات سے کسی شئی کی سنیۃ ثابت نہیں ہوجاتی تا وقتیکہ اسکی بقار کا ثبوت بہم نہ پہونچ جاے۔ ورنہ تو آپ کا ہر وہ فعل جو آپ سے

احیاناًبھی ثابت ہوا ہے یا ثابت ہو کر پھر اسکا عدم وجود ثابت ہو سنت مصطلحہ قرار پا جائیگا جسکا کوئی بھی قائل نہیں۔ اختلاف تو بقاء سنیۃ اور اس فعل کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آخر حصئہ عمر مبارک تک ثبوت بہم پہونچانے میں ہے تاکہ وہ فعل آپ کے وصال کے بعد بھی سنت ہی کہلائے (قال) اور ابتک اسکی سنیۃ باقی ہے (قلت) مگر دعوئی بلا دلیل ہے جو کسی کے نزدیک قابل سماعت نہیں۔ اصل دعوؤں سے تو جان چھڑا گئے اور اب حنفیت و شافعیت کے اختلاف میں پناہ لینے لگے۔ خیر اب بھی اگر کچھ حوصلہ اور ہمت تھو اس دعوئی بقاء سنیۃ کیلئے ہی ایک حدیث صریح و صحیح پیش فرمائیے۔ ورنہ دعوئی بلا دلیل سے شرمائیے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ آپ اسکو بھی نہ ثابت کرینگے اور پھر اس پر بھی تاویلیں اور حجتیں نکالینگے (قال) اس کا کوئی ناسخ نہیں پایا گیا (قلت) مجتہد صاحب جان چھڑانے کے لئے بچوں کی سی باتیں نہ کیجئے جب اس فعل کا بقاہی احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں تو پھر ناسخ کی تلاش کی کیا حاجت (قال) اور از سلف تا خلف ہر قرن میں اس کے قائل و عامل چلے آئے ہیں۔ قلت۔ یہ کس سوال کا جواب ہے۔ کیا ان ادھر ادھر کی باتوں سے دعوئی بقاء سنیۃ ادا ہو جائیگا۔ افسوس۔ برین عقل و دانش ببایدگریست۔ یا باین شوراشوری یا باین بے نمکی۔ کیا اس سے دوام سنیۃ ثابت ہو گئی۔ تارکین رفع یدین بھی تو یہی دعوئی صحیح کرتے ہیں کہ از سلف تا خلف قرناً بعد قرن بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ تابعین و تبع تابعین و علماء حقہ اسکی بقاء سنیۃ کا انکار کرتے چلے آئے ہیں اور رفع یدین کو مسنون نہیں جانتے۔ پھر آپکی ان باتوں سے کیا حاصل۔ حوصلہ ہے تو اصل مسئلہ اور اپنے دعوے کا ثبوت پیش فرمائیے (قال) اس پر طعن و تشنیع حرام۔ قلت۔ جناب مجتہد صاحب! اس بات کا بھی اصل مقصد سے کوئی تعلق نہیں میں خوب سمجھ رہا ہوں کہ جب ثبوت کا وقت آیا تو جناب غیر متعلق باتوں میں طول دیکر اصل بحث کو اڑانے کی فکر کر رہے ہیں اور مجبور ہو کر ذلت کے ساتھ ادھر ادھر ہاتھ پیر مار رہے ہیں۔ اہل عقل اس سے عبرت حاصل کریں کہ کہاں رو د مسجد کے وہ دعوے اور کہاں یہ لاچاری اور بیچارگی۔ اگر جناب کی اس سے یہ مراد ہے کہ اگر ایک مرتبہ بھی کوئی فعل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور کوئی شخص اسکو اب کرے اور دیکھنے والا فعل نبی سمجھ کر اسکی مذاق کرنے یا اسپر طعن و تشنیع کرنے لگے تو یہ حرام ہے تو اسپر ہمارا بھی

صادق ہے اور ہم تو سمجھتے ہیں کہ انکو اندیشہ کفر ہے اور موجب حبط اعمال ہے۔ اسی لئے تو ہم شوافع پر یا مالکیہ و حنابلہ پر بہت سے مسائل میں ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کی اجتہادی غلطی اپنے امام کے مقابلہ میں سمجھتے ہوئے پر بھی ایک لفظ لعن یا تشنیع کا کہنا گناہ سمجھتے ہیں۔ لیکن افسوس تو آپ پر اور آپکی جماعت پر ہے کہ باوجود اس امر کے جاننے کے کہ امام اعظم رح کو تبعیں بھی احادیث سے ہی عدم رفع اور رفع یدین کی عدم سنیت کے قائل ہیں لیکن پھر اسپر لعن کرتے ہیں۔ اس لئے مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کا یہ ارشاد آپ ہی پر خوب صادق آتا ہے واما الطاعن العالم بالحديث الخ اس لئے کہ دونوں صورتوں میں طاعن عالم بالحدیث کا ایک ہی حکم ہے اگرچہ بیان میں اس جگہ ایک ہی جانب کا ذکر ہے اس لئے کہ وہ اسی تنویر میں امام ابوحنیفہ رح کے مذہب معین کو عمدة اقوال المجتهدين کا خطاب دیتے ہیں۔ قال فتح الباری میں عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رفع یدین کرنے سے اکیس ثواب حاصل ہوتے ہیں۔ قلت اصل سوال میں اس کا بھی کوئی مطالبہ نہیں تھا۔ نیز عقبہ بن عامر کا یہ اثر جو فتح الباری میں ابن عبدالبر کے حوالہ سے نقل کیا ہے اسکی کوئی سند مذکور نہیں اور آپ جانتے ہیں کہ بے سند کوئی حدیث یا اثر قابل حجت نہیں اور نہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی وہ حدیث ان عبد الله ابن زبير رأى رجلا يرفع يديه في الصلوة عند الركوع وعند رفع رأسه من الركوع فقال لا تفعل فان هذا شيء فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم تركه یعنے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ایسا نہ کر اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا ہے اور پھر اسکو چھوڑ دیا ہے جسکو کہ عینی نے نقل کیا ہے[۴۵]۔ تمام احادیث رفع یدین کے لئے فیصلہ کن ہیں۔ پھر انکو تسلیم کرنے سے کیوں انکار ہے۔ آپکی بھی وہی مثال ہے "میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو"[۴۶]۔ نیز اگر عقبہ بن عامرؓ کے اثر سے اس قدر ثواب معلوم ہوتا ہے تو پھر جبکہ صحیح احادیث میں سجدہ اور بین السجدتین بلکہ ہر خفض و رفع کے وقت رفع یدین ثابت ہے تو انکو چھوڑ کر کیوں اس ثواب سے محروم رہتے ہو۔ دیکھئے نسائی میں بسند صحیح مالک ابن حویرث سے روایت موجود ہے رأى النبي صلى الله عليه وسلم رفع يديه في صلوته

[۴۵] اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث رفع رسول اللہ فرفعنا وترک فترکنا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہمنے بھی کیا جب آپنے اسکو ترک کردیا تو ہم نے بھی چھوڑ دیا۔

[۴۶] اور جن الفاظ کیسا [illegible] وقت انگلی سے اشارہ کرنیکے بارہ میں ہے ۱۲

واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع واذا سجد واذا رفع راسہ من السجود الخ یعنے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز کے شروع میں رفع یدین کیا اور جب رکوع کیا اور جب سر کو اٹھایا اور جب سجدہ کیا اور جب دونوں سجدوں سے سر اٹھایا تب بھی رفع یدین کیا اور فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو اصح ما فی الباب فرمایا ہے یعنے اس بارہ میں سب حدیثوں میں زیادہ صحیح حدیث یہ ہے مگر آپ اسکو چھوڑے ہوے ہیں اور مشکل الآثار میں ہے کان یرفع یدیہ فی کل خفض ورفع وسجود وقیام وقعود وبین السجدتین اور فتح الباری میں بھی حافظ نے اس حدیث کو مع سند کے نکالا ہے اور مشکل الآثار میں بھی اسکی صحیح سند موجود ہے فماھو جوابکم فھو جوابنا۔ یعنے جو جواب تم ان صحیح حدیثوں کا دیتے ہو اور ان موقعوں میں رفع یدین نہیں کرتے وہی جواب ہماری طرف سے تمام رفع یدین کی حدیثوں کا ہے۔ ہم بھی دیکھتے ہیں کہ جناب مجتہد صاحب ان صحیح حدیثوں پر عمل نہ کر کے کیا توجہ کرتے ہیں۔ قال اس سے زاید کسی امر کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ قلت اب آپ کیوں ذمہ دار ہوتے۔ روڈ مسجد کی تقریروں کے وقت تک ہی ذمہ دار تھے۔ اور یہ ہم سے آپ کیا فرماتے ہیں اپنے مریدین سے فرمائیے یا مولوی احمد صاحب (جو آپ ہی کی طرح مجتہد ہیں) اُن سے فرمائیے جنکو آپ نے اس غیر ذمہ داری سے جھوٹا ثابت کردیا اور بتا دیا کہ جتنے دعوے انہوں نے کئے تھے وہ سب جھوٹے تھے۔ اور حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار کی وعید کا انکو مورد بنایا ہے فلا حول ولا قوۃ الا باللہ اور میدان ثبوت سے پیچھے ہٹ کر ساری جماعت کو ذلیل کیا اگر ان میں کچھ عقل وہوش ہے تو وہ سمجھینگے کہ اُن کے مجتہدین کے دعووں کی کیا حقیقت ہوتی ہے اور یہ مثل کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور کس طرح اُنپر صادق آتی ہے۔ خدای قدوس انکو بیجا تعصب سے نجات دے۔ تاکہ وہ آپکی اس عاجزی اور پھر گذشتہ دعووں کا مقابلہ کر کے انصاف کر سکیں۔

بہر حال آپ نہ تو اپنے گذشتہ دعووں پر ہی قایم رہے اور نہ موجودہ دعوی بقای دوام سنیۃ رفع یدین تا آخر عمر مبارک صلی اللہ علیہ کی کوئی دلیل صحیح صریح حدیث سی پیش کر سکے اور نہ انشاء اللہ آیندہ

کر سکیں گے۔ حالانکہ مدعی ہونیکی وجہ سے ثبوت صرف آپ ہی کے ذمہ ہے اور ہم چونکہ اس بقاء و دوام کے منکر ہیں اس لئے ہمیں بقاعدہ علم مناظرہ اسقدر کہدینا کافی ہے کہ ہم رفع یدین کی بقاء سنیتہ اور اس فعل کا صدور آپکی ذات مبارک سے آخر عمر مبارک تک تسلیم نہیں کرتے لیکن بطور اتمام حجت ہم اپنے اس انکار کی بھی سند پیش کرنا احادیث کے ذریعہ سے مناسب سمجھتے ہیں۔ لہذا اس لئے بطور مقدمہ یہ بات واضح ہوجانا چاہیے کہ رفع یدین کے وہ جزئی واقعات جوکہ صحیح احادیث سے ثابت ہیں اُن کے وقوع میں تو ہمارا اور آپ کا اتفاق ہے یعنی ہم بھی مانتے ہیں کہ ان متعدد احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا ہے۔ لیکن صرف اتنے ثبوت سے اس مسئلہ کا سنتہ ہونا امت کے لئے ثابت نہیں ہوسکتا تا وقتیکہ اس فعل کا بقاء ثابت نہ ہوجائے یعنی یہ نہ معلوم ہوجائے کہ یہ فعل آپ آخر عمر تک برابر کرتے رہے اور اگر کبھی ایکبار دو بار نہیں کیا بوجہ خوف وجوب نہیں کیا۔ ورنہ اس کا وجود آخر عمر مبارک تک برابر صحیح احادیث سے میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جولوگ بقاء و دوام سنتہ کا دعویٰ اس مسئلہ میں کرتے ہیں اُن کے پاس بخاری و مسلم کی تو کجا کوئی حدیث صحیح بھی نہیں ہے جس سے وہ بقاء و دوام ثابت کرسکیں ہاں اُن کے پاس اس دعویٰ کے لئے اپنا ایک قیاس ہے اور قیاس کی بھی ایک ناقص دلیل جسکو اصطلاح میں استصحاب حال کہتے ہیں یعنی کسی شخص کے ایک فعل میں چند جزئی واقعات دیکھ کر یا سنکر بغیر دلیل اپنے قیاس سے اس شخص کی طرف اس فعل کے دائمی اور باقی رہنے کا حکم لگا دینا چاہیے کہ ایک بزرگ کے متعلق چند مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ وہ دوپٹہ (پگڑی) ہی باندھتے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں اسکی آخر عمر کی حالت کا کسی روایت کے ذریعہ سے حال معلوم نہیں ہوا کہ پھر اسکا کیا طریق رہا۔ لیکن بے دلیل ہم اپنے قیاس سے یہ کہتے ہیں کہ جب وہ پہلے سے ایسا ہی کرتا تھا تو برابر آخر عمر تک ایسا ہی کرتا رہا ہوگا۔ اسی کو استصحاب حال کہتے ہیں کہ پہلی بات پر اپنے گمان سے آخری زمانہ کے لئے بھی یہی حکم لگا دینا اور یہ قیاس کی سب سے ادنیٰ درجہ کی دلیل سمجھی جاتی ہے اور اگر اس گمان کے مقابلہ میں دوسرا شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ پگڑی نہیں باندھتا تھا یا کوئی ایسا شخص جو ہمیشہ اس مذکور الصدر کے ساتھ رہتا ہو اور اسکا خلوت وجلوت کا دوست ہو وہ یہ کہے کہ فلاں بزرگ جو میرے دوست تھے ہیں لباس وغیرہ میں انہیں کا اتباع کرتا ہوں تم اگر ان کے لباس

کی ہیئت دیکھنا چاہتے ہو تو میری پوشش کو دیکھ لو اور ہم دیکھتے ہیں کہ اسکی پوشش میں دوپٹہ (پگڑی) نہیں ہے تو اب اس شخص کا یہ قول یا یہ فعل اس گمان کرنیوالے شخص کے مقابلہ میں قابل قبول ہوگا اور گمان کرنے والے کا گمان غلط ٹھہریگا اور یہی کہا جائیگا کہ اِن بزرگ سے اگرچہ پہلے تو دوپٹہ (پگڑی) باندھنا ثابت ہے لیکن اب یہ شخص جو قولاً فعلاً اسکا انکار کرتا ہے تو اسکا انکار یقیناً بعد کے فعل پر محمول ہے یعنی بعد کو انہوں نے اسکو چھوڑ دیا۔ چاہے وہ اس ترک کر دینے کی تصریح کرے یا نہ کرے اسی لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس شخص کا قول و فعل پہلی روایتوں کے خلاف ہے۔ کیونکہ درحقیقت اِن دونوں باتوں میں کوئی مخالفت ہی نہیں بدینوجہ کہ وہ جب اسکا ساتھی ہے تو جانتا ہے کہ پہلا فعل یعنے پگڑی باندھنا بھی صحیح ہے اور دوسرا یعنے پھر نہ باندھنا بھی صحیح ہے۔ لہٰذا اس قیاس کے مقابلہ میں اسکا قول معتبر ہوگا چاہے وہ پہلے کے فسخ کی تصریح کرے یا نہ کرے۔ ہاں اگر اسکا کوئی دوسرا دوست اور بھی ہے جو اب تک برابر پگڑی باندھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اس بزرگ کو ایسا ہی کرتا دیکھا ہے یا میرا لباس انہی کا لباس ہے تو بھی پہلے دوست ہی کی بات راجح ہوگی اس لئے کہ جب وہ بزرگ پہلے پگڑی باندھتا تھا تو اس فعل کو اس دوسرے دوست کا اسکی طرف نسبت کردینا ہی چاہیے وہ فعل سابق ہی میں کرتا ہو ٹھیک ہے لیکن جو پگڑی نہیں باندھتا اور اسکا انکار کرتا ہے کہ وہ بزرگ کبھی نہیں باندھتے تھے اسکا یہ قول و فعل جب ہی درست ہوگا کہ وہ دیکھ چکا ہو کہ آخر عمر میں ان بزرگ نے پگڑی باندھنا ترک کر دی تھی، ورنہ تو وہ جھوٹا کہلائیگا۔ یا اپنے بزرگ کی سنت کا تارک مانا جائیگا۔ اس لئے یہی کہا جائیگا کہ پہلے وہ بزرگ پگڑی باندھتے تھے اور پھر انہوں نے ترک کر دیا۔ ٹھیک یہی حال ہے رفع یدین کے مسئلہ کا۔ اس لئے کہ مسئلہ رفع یدین میں جو احادیث پیش کیجاتی ہیں وہ تین قسم کی ہیں یا تو موضوع ہیں اور یا ضعیف ہیں اور یا صحیح ہیں۔ مگر اُن سے صرف جزئی واقعات کا ثبوت ملتا ہے یعنے چند راویوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں رفع یدین کیا نہ ان صحیح روایتوں میں کوئی قولی حدیث ہے جس میں آپ نے اسے سنت فرمایا ہے اور نہ اُن سے اس فعل رفع یدین کا دوام یا بقا ہی ثابت ہوتا ہے تاکہ یہ فعل قولی یا فعلی سنت بن سکے بلکہ اس کے مقابلہ میں صحیح احادیث صراحتہً ثابت کر رہی ہیں کہ آپ بجز تکبیر تحریمہ کے

پھر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور بعض احادیث ترک پر بھی دلالت کرتی ہیں۔ بہرحال جب حدیث صحیح سے بقاء سنیہ رفع یدین موجود نہیں اور صرف استصحاب حال کے طور پر مدعیان رفع یدین اسکی بقا سنت ثابت کرتے ہیں تو ہم اس کے مقابلہ میں ان صحیح احادیث کو پیش کرتے ہیں کہ جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین کے خلاف ثبوت پایا جاتا ہے بلکہ بعض روایات میں تو ترک بھی ثابت ہوتا ہے جو قریب قریب صراحتہ کے ہے۔ اس لئے جو روایات آپ ثبوت میں پیش کرتے ہیں وہ تو ہمارے منافی ہی نہیں ہیں اور نہ ہمیں اُن سے انکار۔ اور جو احادیث کہ ہم پیش کرتے ہیں وہ آپکی ان روایات کے مخالف نہیں ہیں جنکو آپ پیش کرتے ہیں اور ہم اُن کو مانتے ہیں۔ ہاں آپ کے بے دلیل قیاس کے ضرور مخالف ہیں جس کے مقابلہ میں آپ کا دعویٰ صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ ہمارا انکار ہی صحیح ہے جیسا کہ گزر چکا۔ لہٰذا اب سنئے وہ احادیث جس سے رفع یدین کا انکار ثابت ہوتا ہے۔

(۱) عن علقمہ عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود رواہ الطحاوی واسنادہ حسن۔ حضرت علقمہ رض حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر اولیٰ کے وقت میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر نہیں کرتے تھے۔ روایت کیا اسکو طحاوی نے اور سند اس حدیث کی حسن ہے۔

(۲) عن علقمہ قال قال عبد اللہ بن مسعود رض الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ۔ رواہ ابو داؤد والنسائی والترمذی۔ قال النیموی اسنادہ صحیح وصححہ ابن حزم۔ حضرت علقمہ نے فرمایا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض نے فرمایا کیا میں تمکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سی نماز پڑھکر نہ دکھاؤں یہ کہکر انہوں نے نماز پڑھی تو سوائے پہلی مرتبہ کے پھر رفع یدین نہیں کیا۔

ان دونوں قولی وفعلی صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رفع یدین مسنون نہیں ہے اس لئے کہ اگر یہ سنت ہوتا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رض جیسے صحابی جو علم میں بھی جلیل القدر صحابی ہیں

اور مجتہدین صحابہ رضؓ میں سے مانے جاتے ہیں اور عمر میں کبھی بڑے شمار ہیں اور سالہاسال تک خدمت اقدس میں حاضر رہے ہیں اور ہزار ہا نمازیں آپکے پیچھے پڑھیں اور دیکھیں اور بوجہ کبر سن ہونے کے ہمیشہ اگلی صف میں جگہہ پاتے تھے وہ قولاً اور فعلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین کا انکار کرتے ہیں اور اسکی سنیۃ کو تسلیم نہیں کرتے۔ لہذا اگر یہ فعل آخر عمر مبارک تک مسنون ہوتا تو اس جلیل القدر صحابی رسولؐ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ اس سنۃ صحیحہ کے تارک ہوتے اور معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام نمازیں رفع یدین کے ثبوت کی نمازوں کے بعد بغیر رفع یدین ہوئی ہیں۔ رہا اُن صحابہؓ کا عمل جو رفع یدین کرتے رہے سو اُن کے متعلق یہ گمان کرنا کہ اُنہوں نے چونکہ ابتدا ازمانہ میں اس فعل کو کرتے دیکھا اس لئے اپنے نزدیک سنت سمجھکر چھوڑا اتنا مستبعد اور بعید از عقل نہیں ہے جسقدر کہ ایک صحابی کا سنۃ مستمرہ کا ترک کر دینا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اسکو غلط منسوب کرنا ایک منصف اگر اسپر غور کرے تو وہ انشاء اللہ صحیح مطلب کو بخوبی پا سکتا ہے۔

(۳) باب الامر بالسکوت فی الصّلوٰۃ والتراص عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہما قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانّھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصّلوٰۃ۔ رواہ مسلم۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ مبارک سے) ہمپر نکلے یعنے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا معاملہ ہے کہ میں تمکو دیکھتا ہوں کہ سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اُٹھاتے ہو۔ نمازیں سکون سے رہو۔

دیکھئے یہ حدیث کس صراحت و وضاحت کے ساتھ رفع یدین کی ممانعت کر رہی ہے۔ اور حدیث بھی صحیح مسلم کی ہے اور آپ تعجب کریں کہ ہم نے ہی اس حدیث کو اس جگہہ بیان کیا ہے۔ بلکہ اس صاف و صریح حدیث سے اسی بارہ میں حافظ جمال الدین زیلعیؒ حافظ حدیث نے بھی استدلال کیا ہے۔ دراصل مسلم میں دو حدیثیں ہیں ایک تمیم بن طرفہ رضؓ سے ہے جو ہم نے نقل کی اور دوسری عبداللہ بن

قبطیہؓ سے ہے اور دونوں حدیث کے مدار حضرت جابرؓ ہی ہیں اس لئے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو گیا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک ہی ہیں اور دونوں سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے کے بارہ میں ہیں امام بخاریؒ کو بھی یہی مغالطہ ہو گیا ہے۔ مگر حافظ جمال الدین رحمہ اللہ نے نصب الرایہ میں اس مغالطہ کو نہایت مدلل طریقہ سے صاف کر دیا ہے فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں جدا جدا موقعہ پر آپ سے ثابت ہوئی ہیں تمیم بن طرفہ کی حدیث رفع یدین کے ممانعت میں ہے اور عبداللہ بن قبطیہ کی حدیث سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے کی ممانعت میں ہے اور ان حدیثوں کا دو ہونا خود ان احادیث ہی سے ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ تمیم بن طرفہ کی حدیث میں ہے (۱) خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ساتھ شریک نہ تھے بلکہ نماز پڑھتے میں حجرہ سے نکلے۔ اور عبداللہ بن قبطیہؓ کی حدیث میں ہے (۲) کنا اذا صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنے ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ساتھ نماز پڑھ رہے تھے دوسرا فرق یہ ہے کہ عبداللہ بن قبطیہؓ کی حدیث میں ہے واشار بیدیہ الی الجانبین یعنے سلام پھیرتے وقت دونوں جانب کو ہاتھوں سے اشارہ کیا۔ اور تمیمؓ کی حدیث میں سلام کے وقت اشارہ کرنیکے واقعہ کا قطعاً کوئی ذکر ہی نہیں (۳) تیسرا فرق یہ ہے کہ تمیم بن طرفہ کی حدیث میں ہے اسکنوا فی الصلوٰۃ یعنے نماز کے اندر سکون اختیار کرو اور عبداللہ بن قبطیہؓ کی حدیث میں اس کا قطعاً کوئی تذکرہ نہیں ہے اور اسکنوا فی الصلوٰۃ کا جملہ کسی طرح اس حدیث میں چسپاں بھی نہیں ہوتا اس لئے کہ سلام تو مخرج صلوٰۃ ہے اسکے لئے فی الصلوٰۃ کہنا صحیح نہیں۔ صحیح حدیث میں ہے تحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم۔ یعنے تکبیر نماز کے لئے اور چیزوں سے روک دینے والی اور سلام ان چیزوں کا کھول دینے والا ہے۔ ہاں یہ جملہ تمیم کی حدیث میں ہی چسپاں ہوتا ہے اس لئے کہ رفع یدین نماز کے اندر کی ہی حرکت ہے جس سے سکون کا حکم دیا جا رہا ہے ان تین بہترین فرق اور دلیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلی حدیث یقیناً رفع یدین کے ممانعت کے بارہ میں ہے اور دوسری سلام کے وقت ہاتھ اٹھانیکے بارہ میں ہے۔ اس لئے مسلم کے مؤلفین نے بھی دونوں حدیثوں کے لئے جدا جدا ہی باب باندھے ہیں پہلی حدیث میں سکون فی الصلوٰۃ اور اسمیں استحکام کا باب باندھا ہے۔ اور عبداللہ بن قبطیہؓ کی

حدیث میں باب کراھیتہ ان یشیر بیدیہ اذا سلم من الصلوٰۃ یعنی سلام کے وقت ہاتھوں سے
اشارہ کرنیکے مکروہ ہونیکا باب باندھا ہے۔ نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم بھی اس کا کوئی رد نہ کرسکے۔
صرف اسقدر بے دلیل کہہ کر رہ گئے کہ حافظ جمال الدین یا جیسے مصنف محدث اور حافظ حدیث سے ایسی توجیہ
بعید اور مستبعد ہے لہٰذا مجتہد صاحب اور ان کے اتباع بھی اس حدیث کو دیکھیں اور انصاف کریں کہ صحیح مسلم
کی یہ حدیث کیا سبق دیتی ہے۔ (۴) اور خلیفۂ ثانی فاروق اعظم حضرت عمر بن الخطابؓ بھی رفع یدین
نہیں کرتے تھے دیکھئے عن ابی الاسود قال رایت عمر بن الخطاب یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم
لایعود رواہ الطحاوی وابوبکر بن ابی شیبۃ قال النیموی فی آثار السنن وھو اثر صحیح۔
ابوالاسودؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ تکبیر تحریمہ کے بعد نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے
اس اثر کو طحاوی اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے علامہ نیموی مرحوم آثار السنن میں
فرماتے ہیں کہ یہ اثر باعتبار سند و متن کے صحیح ہے۔ (۵) اور خلیفۂ رابع حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی نماز میں
رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیاً کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ
من الصلوٰۃ ثم لایرفع بعد رواہ الطحاوی وابوبکر بن ابی شیبۃ والبیہقی۔ واسنادہ صحیح
صحیح سند سے طحاوی بیہقی اور ابی بکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت
کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور پھر رفع یدین نہیں کرتے
تھے (۶) اخرج ابوداؤد عن میمون المکی انہ رای عبداللہ بن زبیر وصلّی بھم یشیر بکفیہ
حین یقوم وحین یرفع ویسجد وحین ینتھض للقیام فیقوم فیشیر بیدیہ فانطلقت
الی ابن عباسؓ فقلت انی رایت ابن الزبیر صلی صلوٰۃ لم ار احداً یصلیھا فوصفت لہ
ھذہ الاشارہ فقال ان احببت ان تنظر الی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقتد
بصلوٰۃ عبداللہ۔ ابوداؤد نے بیان کیا ہے کہ میمون مکی کہتے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن زبیرؓ
کو دیکھا جبکہ انہوں نے نماز پڑھائی تو وہ رفع یدین کرتے تھے کھڑے ہوتے وقت رکوع اور سجدہ کے وقت
اور سجدہ سے اٹھتے وقت میں یہ دیکھکر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں نے آج عبداللہ

8

بن زبیرؓ کو اسطرح نماز پڑھتے دیکھا کہ آجتک کسی شخص کو بھی ایسی نماز پڑھتے نہ دیکھا تھا اور رفع یدین کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر تجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھنا مقصود ہے تو عبد اللہ بن زبیرؓ کا نماز میں مقتدی بنجا. دیکھئے اس حدیث کے اس جملہ کو صلی صلوٰۃ لم اداحداً یصلیہا سے صاف صاف معلوم ہو گیا کہ صحابہؓ کے اور تابعین کے ہی زمانہ میں رفع یدین کثرت سے متروک ہو گیا تھا اور بہت ہی کم لوگ تھے جو رفع یدین کرتے تھے اسی لئے میمونؒ کو یہ کہنا پڑا کہ آجتک میں نے کسی کی ایسی نماز نہ دیکھی تھی. اور ظاہر ہے کہ صحابہؓ و تابعینؒ اگر اسکو سنت سمجھتے ہوتے تو اسطرح اس سنت کو نہ چھوڑ بیٹھتے لہٰذا انکا اس حدیث سے ترک کر دینا جبکہ ثابت ہو گیا تو پھر کس طرح اسکو سنت کہا جا سکتا ہے. رہا حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد اس کا جواب مفصل تمہید میں اور حدیث ابن مسعودؓ میں گذر چکا ممکن ہے کہ وہ اس ابتدا زمانہ کے فعل کو منسوخ نہ مانتے ہوں اور دوسرے صحابہؓ جو ترک کر بیٹھے وہ منسوخ ہونیکے قایل ہوں اور اثبات پھر صورت نفی پر غالب ہے اسجگہ حضرت ابن عباسؓ کے منسوخ نہ ماننے سے تو انپر کوئی الزام نہیں آتا اور روزمرہ پانچ وقت کی سنت کو منسوخ نہ جانتے ہوئے بھی اس کو ترک کر دینے سے صحابہؓ پر تارکین سنت کا معاذ اللہ الزام آتا ہے اسلئے ہماری ہی توجیہ صحیح ہے. دوسرے حضرت ابن عباسؓ نے اس کو صلوٰۃ نبی ہی کہا ہے اسکی سنیتہ کی بقاء کا دعویٰ نہیں کیا اس لئے ان کا قول ہم پر وارد بھی نہیں ہوتا. (۷)

عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر فلم يكن يرفع يديه الا في التكبيرة الاولى من الصلوٰة رواه الطحاوي وابوبكر بن ابي شيبة والبيهقي وسنده صحيح. مجاہدؒ کہتے ہیں میں نے ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ بجز تکبیر تحریمہ نماز میں اور کسی وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے. طحاوی. ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے اس کو نکالا ہے. اور سند اس اثر کی بھی صحیح ہے. حضرت ابن عمرؓ سے جو یہ اثر منقول ہے اسپر امام بخاریؒ نے اعتراض کیا ہے جزء رفع الیدین میں لیکن بحمد اللہ انکے جوابات بھی محدثین دے چکے ہیں جنکو دیکھنا ہو بذل المجہود آثار السنن اعلاء السنن میں دیکھ سکتا ہے یہاں اس کو طول نہیں دیا جا سکتا بہرحال یہ تو حضرت ابن عمرؓ سے ثابت ہو گیا بسند صحیح کہ وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے پس اگر بقول امام بخاریؒ کوئی اثر انکا رفع یدین کرنے کا صحیح ثابت ہو جائے تو فہو المراد پھر تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے

اور جب انہیں اس کے نسخ کا علم ہو گیا تب ہی تو مجاہدؒ ان کے رفع یدین کے ترک کو بیان کر رہے ہیں۔ (۸) عن البراء بن عازب قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتیٰ یکون ابہاماہ قریبًا من شحمتی اذنیہ ثم لا یعود۔ (رواہ الطحاوی)۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے وقت تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب پہنچ جاتے اور اسکے بعد پھر آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (۹) عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترفع الایدی الا فی سبعۃ مواطن فی افتتاح الصلوٰۃ واستقبال القبلۃ وعلی الصفا والمروہ وبعرفات وبجمع وفی المقامین وعند الجمرتین (رواہ الطبرانی) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رفع یدین نہ کیا جائے مگر سات جگہ میں نماز شروع کرنے کے وقت استقبال قبلہ کے وقت۔ صفا اور مروہ پر (دعا کے وقت) عرفات میں اور مزدلفہ میں اور مقامین میں اور جمرتین (جمرہ وسطیٰ وعقبیٰ) کے نزدیک یہ حصر اگرچہ حقیقی نہیں ہے کیونکہ ہاتھ اٹھانا اور مقامات پر بھی احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن جن چیزوں میں کہ یہاں بیان کر دیا گیا ہے ان میں کمی وزیادتی کیلئے ضرور حصر حقیقی مانا جائیگا تو جبکہ روزمرہ کی فرض نمازوں کا ذکر کر دیا گیا کہ انمیں صرف ابتداء صلوٰۃ میں ہی ہاتھ اوٹھانا چاہئے تو پھر اور افعال کے وقت اٹھانا مسنون نہیں ہوگا۔ بلکہ ممانعت میں داخل ہو جائیگا۔ (۱۰) عن عباد بن الزبیرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ فی اول الصلوٰۃ ثم لم یرفعہما فی شئی حتی یفرغ اخرجہ البیہقی۔ حضرت عبادؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کو شروع کرتے تو ابتداء نماز میں ہاتھ اٹھاتے اور پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ قال النیموی الصحابۃ رضی اللہ عنہم ومن بعدہم مختلفون فی ھذا الباب واما الخلفاء الاربعۃ فلم یثبت عنہم رفع الایدی غیر تکبیرۃ الاحرام الخ۔ مولانا ظہیر حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ اور انکے بعد کے لوگوں کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن خلفاء اربعہ سے بجز تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کسی صحیح حدیث و اثر سے ثابت نہیں ہے۔ آثار السنن۔ اب بتائیے کہ کیا ہم خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم سے بھی زیادہ سنت کے

متبع ہونیکا دعویٰ کرسکتے ہیں یہ تو انہیں بھی معلوم ہی ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے رفع یدین کیا ہے پھر ان لوگوں کا رفع یدین نہ کرنا اور اسکو چھوڑ دینا ایک منصف شخص کیلئے اسکی کافی دلیل ہے کہ یہ حضرات اس کو ہرگز ہرگز سنت نہیں سمجھتے تھے فمن ادعی خلافہ فعلیہ البیان ۔ یہاں ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا عمل بخاری جیسی کتاب پر ہے یا دوسرے لفظوں میں تمام صحیح حدیثوں سے قطع نظر کرکے ائمہ فقط امام بخاری ہی کے مقلد ہیں لیکن اس جگہ یہ دعویٰ بھی پورا پورا نہ چل سکا اس لئے کہ بخاری شریف سے جو واقعات اس مسئلہ میں نکلے اور ثابت ہوئے وہ تو ہمیں بھی مسلم اور جس چیز کا ہمیں انکار ہے اس کے رد کیلئے کوئی دلیل ان کے پاس بخاری بلکہ کسی صحیح حدیث سے بھی نہیں ہے اور ہمنے تو بحمد اللہ مسلم شریف سے بھی صحیح حدیث اپنے انکار کی سند میں پیش کر دی۔ اگر بخاری شریف میں ہی رفع یدین کی سنت کے ثبوت کا کام چل سکتا تو امام بخاریؒ کو علیحدہ کتاب جزء رفع الیدین لکھنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی للعاقل تکفیہ الاشارہ ۔ ہمیں اس جگہ حدیث کی کتاب لکھنا نہیں ہے اسلئے مقصد ثابت کرنیکے لئے چند احادیث و آثار صحیحہ نقل کر دیئے اگر کسی کو جزء رفع الیدین اور تنویر العینین وغیرہ کا جواب اور مفصل بحث دیکھنی ہو تو بذل المجہود، آثار السنن وغیرہ کو دیکھنا چاہیئے باقی اگر مجتہد صاحب کچھ ان حوالوں کے متعلق فرمائینگے تو پھر ہم بھی اسوقت کچھ عرض کرینگے انشاء اللہ ۔ اور علامہ فیروز آبادی نے جو سفر السعادت میں عشرہ مبشرہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ دوام فعل رفع یدین کا نقل کرتے ہیں تو یہ انکا دعویٰ بالکل بے دلیل ہے علامہ قاسم سندی نے اپنے رسالہ کشف الرین میں اس کا کامل و مکمل جواب دیا ہے اور لکھا ہے کہ عشرہ مبشرہ تو کجا کسی صحابیؓ سے بھی دوام کے متعلق حدیث صحیح موجود نہیں البتہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بیہقی نے ایک روایت نکالی ہے جسکی سند بالکل صحیح نہیں اور بعض نے تو اسکو موضوع ثابت کر دیا ہے ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان ۔ بہرحال فاروق اعظمؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ان کے علاوہ جلیل القدر صحابہؓ سے باسناد صحیح ثابت ہے کہ وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے لہٰذا ایسے بڑے بڑے صحابہؓ جبتک کہ ان کو یہ علم نہ ہو جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کو ترک فرما دیا ہے اس روزمرہ کی سنت کو جو دن رات میں پانچ مرتبہ ان کے سامنے ہوتی ہے ہرگز ہرگز نہیں

چھوڑ سکتے اور تارک سنت نہیں بن سکتے. ہاں یہ ممکن ہے کہ جن صحابہؓ سے رفع یدین ثابت ہے انہوں نے چونکہ آپ کو ایسا کرتے دیکھا تھا تو باوجود اسکے ترک بھی بوجہ عدم علم نسخ کے یا بوجہ فرط شوق اتباع سنت خواہ وہ متروکہ ہی ہو اپنے خیال میں سنت سمجھکر کرتے رہے ہوں اور یہ کچھ مستفید نہیں۔ اور نہ معاذ اللہ صحابہؓ کی شان اعلیٰ میں کوئی نقص آتا ہے بلکہ اکثر صحابہؓ سے ایسے امور ثابت ہیں کہ جمہور صحابہ اس فعل کو متروک مانتے ہیں لیکن وہ اس وجہ سے کہ آپ کو اس فعل کو کرتا ہوا دیکھ چکے تھے سنت ہی مانتے اور اسپر عمل کرتے رہے. (۱) دیکھئے جمہور صحابہؓ رکوع میں تطبیق کو متروک جانتے تھے یعنی ابتدا زمانہ میں ایسا ہوا اور پھر اسکے بعد گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا آپ سے ثابت ہوا اور پہلا فعل متروک ہو گیا. لیکن حضرت علیؓ جو خلوت و جلوت دونوں میں خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں باریاب تھے اور ہزاروں نمازیں آپ کی دیکھ چکے تھے اور اس طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جلیل القدر اور کبیر السن صحابہ میں سے تھے مگر دونوں کے دونوں نماز میں تطبیق ہی کرتے تھے. (۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نزول محصب یعنی حج کے خاص زمانہ میں اس جگہ میں ٹھیرنے کو عام صحابہؓ کے خلاف سنت سمجھتے تھے حتیٰ کہ جس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و بتقضیہ ضرورت سے تھوڑی دیر بھی رکے تھے یا پیشاب کیلئے کسی مقام پر بیٹھے تھے تو یہ بزرگ صحابی ان ان مقام پر ضرور سنت سمجھکر اترتے اور اسی جگہ پیشاب کیلئے بیٹھتے حالانکہ یہ امور عادیہ ہیں جو سنت کے تحت میں بھی نہیں آتے مگر ہمارا یقین ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا یہ فعل ازدیاد محبت اور فرط اتباع سنت ہی کی وجہ سے تھا. (۳) اسی طرح انہی حضرت عمرؓ کا نعل سبتیہ کا پہننا یا زرد کپڑا پہننا اور اسی قسم کے بعض کام کرنا جو ترمذی میں مذکور ہیں باوجودیکہ ان کے متعلق صحابہؓ انپر اعتراض کرتے تھے لیکن وہ انکو صرف اس لئے نہ چھوڑتے تھے کہ ہمنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے. ہاں آج کوئی شخص اس قسم کے واقعات کو سنت کہنے لگے تو اس کا یہ کہنا کسی طرح درست نہیں اسلئے کہ صحابہؓ تو اپنی آنکھوں سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان افعال کو دیکھ چکے تھے اسلئے اگر انہیں اس کے نسخ کا یا ترک کا حال معلوم نہ ہوا یا ہوا لیکن انھوں نے اپنی رؤیت کو دوسرے صحابی کی روایت پر ترجیح دیکر اس کو نہ چھوڑا تو یہ ان کا حق تھا مگر ہم جبکہ اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہے اور ہمارے لئے کسی فعل کا سنت ہونا یا نہ ہونا صرف روایات پر ہی

رہگیا ہے تو اب ہمارے لئے صرف وہی فعل سنت بن سکتا ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ تبار کے خلاف میں صحیح احادیث موجود نہوں کہ اس فعل کا بقار دوام صحیح احادیث سے عدم تبار ودوام کے مقابلہ میں ثابت ہو جائے یا اس کے مقابلہ میں عدم بقار کی صحیح احادیث و آثار قطعاً نہیں ہوں اور پھر اس کی سنیت صحیح احادیث سے ثابت ہو جائے۔ اس ہماری لطیف بحث سے اس بات کا بھی جواب ہو گیا جو صاحب تنویر مولانا اسمٰعیل صاحب نے وجود و عدم رفع پر ایک منطقی بحث فرمائی ہے۔ الغرض اسی قسم کے بہت سے واقعات آپ کو صحیح احادیث میں ملجائینگے کہ ایک فعل کے باوجود متروک ہوجانیکے یا سرے سے سنت ہی نہ ہونیکے بعض صحابہ صرف اس لئے کہ آپ نے ایسا کیا ہے اور انہوں نے اپنی آنکھ سے آپ کو کرتے دیکھا ہے۔ اسکو سنت سمجھکر برابر اسی پر عامل رہے بلکہ حضرت ابن عمرؓ کا اس قدر عاشق سنت رسول اللہ ہونیکے باوجود ترک رفع یدین اور زیادہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو اس کا منسوخ ہونا محقق ہوچکا تھا۔ پس اس صورت میں جو بقار دوام سنیتہ رفع یدین کے قایل ہیں تا وقتیکہ اس کا ثبوت کسی صریح و صحیح حدیث سے نہ ثابت کردیں انکا دعویٰ بے دلیل ہی رہیگا اور جو لوگ اس کی سنیت کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے یہ مذکورہ بالا دلائل بہت کافی و وافی ہیں۔ اور بقاعدہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جنکے معتقد اور مداح آپ حضرات بھی ہیں تو انکار رفع یدین کی حدیثیں ثبوت رفع سے بہت زیادہ بڑھ جائینگی اسلئے کہ وہ جہر بسم اللہ میں فرماتے ہیں کہ جتنی احادیث سے جہر ثابت ہوتا ہے ان کے علاوہ تمام نمازوں میں سر مانا جایگا۔ تو اس قاعدہ کے مطابق ہم یہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان متعدد احادیث صحیحہ کے علاوہ جن سے رفع یدین ثابت ہوتا ہے بقیہ تمام نمازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں رفع یدین سے خالی ہیں فمن ادعیٰ خلافہ فعلیہ البیان جسکو ہمت و حوصلہ ہو وہ اس کے خلاف دلیل پیش کرے ورنہ بے دلیل بات کہنے سے شرمائے۔

اس جگہ اس بات کو بھی واضح کردینا ضروری ہے کہ غیر مقلدین حضرات اکثر لوگوں کو دھوکا دینے کو یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ دیکھو چاروں امام رحمہم اللہ یہ فرماتے ہیں کہ ہمارے قول کو صحیح حدیث کے سامنے رد کر دو اس لئے امام اعظم رحمہ اللہ کو یہ صحیح احادیث رفع یدین کی نہیں پہنچی تھیں اس لئے تم اب حدیث پر عمل کرو اس کی مفصل بحث کہ امام کے قول کو چھوڑ کر کس موقعہ پر حدیث پر عمل کرنا چاہئے اور یہ کس شخص کا حق ہے عنقریب آئیگا

یا متبحر عالم کا سابق میں گذر چکی یہاں ہم صرف عینی و فتح الباری کا وہ حوالہ یاد دلاتے ہیں جسمیں امام شافعیؒ کے اس قول اذا صح الحدیث فھو مذھبی کی یہ توجیہ نقل کی ہے کہ یہ حکم جب ہے کہ امام کو اس مسئلہ میں حدیث نہ معلوم ہو اور اگر معلوم ہے اور پھر انہوں نے اسکی کوئی توجیہ کر دی ہے یا اس کو دوسری احادیث سے رد کر دیا ہے تو اب کسی کو یہ حق نہیں کہ ائمہ کے اس قول کو ایسی حدیث کے بارہ میں پیش کرے (دیکھو ہم سابق میں نقل کر آئے ہیں عینی و فتح دونوں سے) لہٰذا ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کو رفع یدین اور اسکے خلاف دونوں قسم کی احادیث کا علم تھا اور انہوں نے احادیث ہی کی دلائل سے رفع یدین کے سنت نہ ہونے کا حکم لگایا ہے پس جو شخص حنفی مقلدین کو اس بارہ میں دھوکا دیتا ہے کہ تمہارے امام کو رفع یدین کی حدیثوں کا علم نہ تھا وہ کاذب و مفتری ہے حافظ بدرالدین عینیؒ نے بحوالہ مبسوط اس مناظرہ کو نقل کیا ہے جو اسی رفع یدین کے مسئلہ میں امام اعظمؒ اور امام اوزاعیؒ کے درمیان مکہ معظمہ میں ہوا تھا اور غالباً علامہ سبکی شافعیؒ نے اپنی کتاب طبقات الشافعیہ میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ مبسوط میں ہے ان الاوزاعی لقی اباحنیفۃ فی المسجد الحرام فقال ما بال اھل العراق لا یرفعون ایدیھم عند الرکوع وعند رفع الراس من الرکوع وقد حدثنی الزھری۔ یعنے امام ابو حنیفہؒ کی ملاقات امام اوزاعیؒ سے مسجد حرام میں ہوئی تو امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ اہل عراق کا کیا حال ہے کہ وہ رفع یدین رکوع کے وقت اور اس سے سر اوٹھاتے وقت نہیں کرتے حالانکہ مجھ سے حدیث بیان کی ہے زہری نے۔ عن سالم عن ابن عمرؓ انہ علیہ السلام کان یرفع یدیہ عندھما اور زہری سالم سے اور سالم حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ ان دو جگہ میں رفع یدین کرتے۔ فقال ابو حنیفۃؒ حدثنی حماد عن ابراھیم النخعی علی علقمۃ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یرفع یدیہ عند تکبیرۃ الافتتاح ثم لا یعود امام ابو حنیفہؒ نے جواب دیا کہ مجھ سے حدیث بیان کی حماد نے اونہوں نے ابراہیم نخعی سے اونہوں نے علقمہ سے اور اونہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے اور پھر کسی جگہ نماز میں رفع یدین نہ کرتے۔ اس کے بعد امام اوزاعیؒ اور امام

ابو حنیفہؒ کے درمیان راویوں کے بارہ میں مناظرہ ہوا۔ قال عجبا من ابی حنیفۃؒ احدثہ
بحدیث الزهری عن سالم وهو یحدثنی بحدیث حماد عن ابراهیم فاشار الی علو اسنادہ
امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ مجھے تعجب ہے ابو حنیفہؒ سے کہ میں تو انکے سامنے زہری عن سالم کی حدیث بیان
کرتا ہوں اور وہ اس کے مقابلہ میں حماد عن ابراہیم کی سند کی حدیث بیان کرتے ہیں مطلب یہ تھا
کہ میری بیان کردہ سند آپ کی سند سے عمدہ ہے فقال ابو حنیفۃ اما حماد فکان افقہ من الزهری
واما ابراهیم فکان افقہ من سالم ولولا سبق ابن عمر فقلت بان علقمۃ افقہ منہ اما عبد اللہ
فعبد اللہ فرجح بفقہ رواتہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ حماد تو زہری سے زیادہ فقیہ و عالم ہیں اور
ابراہیم سالم کے مقابلہ میں زیادہ فقیہ ہیں۔ اور اگر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ صحابی نہ ہوتے تو میں یہ
کہتا کہ علقمہ (اگرچہ تابعی ہیں) لیکن ان سے زیادہ فقیہ ہیں اور عبد اللہ بن مسعودؓ تو عبد اللہ ہی ہیں مطلب یہ ہے
کہ اگر سند ہی پر بحث ہے تو پھر میری سند کے راوی تمہاری سند کے راویوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ
فقیہ ہیں فسکت الاوزاعی رحمہ اللہ امام اوزاعیؒ یہ دلیل سنکر خاموش ہو گئے قلت لابی حنیفۃ
ترجیح آخر وهو ان ابن عمر راوی الحدیث فی الرفع کان لا یرفع الا عند الاحرام للوجہ
الذی ذکرنا۔ اس کے بعد امام عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کے لئے اس بارہ میں ایک اور بھی ترجیح
کی وجہ ہے وہ یہ کہ عبد اللہ بن عمرؓ راوی حدیث ہے جسکو امام اوزاعی نے پیش کیا ہے بسند صحیح ثابت
ہے کہ وہ رفع یدین بجز تحریمہ کے وقت کے پھر نہیں کرتے تھے۔ انتہی اب آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ امام
اعظم پر یہ الزام کہ انہیں رفع یدین کی احادیث کا علم نہ تھا کہاں تک درست ہے سو ہم الزام انکو دیتے تھے
قصور اپنا نکل آیا۔ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے جو شرح مسند امام اعظمؒ (بروایت حصکفیؒ) میں اس قصہ
پر تبصرہ کیا ہے اسنے نہ صرف اس واقعہ کی تائید و تصدیق کی ہے بلکہ اس سے نہایت وضاحت کیساتھ
اس منطقی دلیل کا رد بھی نکلتا ہے جو صاحب تنویر حضرت شہیدؒ نے عدم اور وجود فعل پر بیان کی ہے
نیز ان جہلا متعصبین کا بھی بخوبی رد ہو جاتا ہے جو امام اعظمؒ پر اکثر حدیثوں کے علم نہ ہونیکا جھوٹا الزام
لگا دیا کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں اجتمع ابو حنیفۃ والاوزاعی وهو من اکابر المجتهدین فی زمن

التابعین حتیٰ اذا رکب کان الثوری ومالک فی رکابہ احدھما یسوق والآخر یعود۔
امام ابوحنیفہؓ امام اوزاعی ایک مرتبہ ایک جگہ جمع ہوئے (ملاعلی قاری فرماتے ہیں) کہ امام اوزاعیؒ بڑے
مجتہدین اور بزرگ تابعین میں سے ہیں حتیٰ کہ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تو سفیان ثوریؒ اور امام مالکؒ
دونوں جلو میں رکاب کیساتھ ساتھ ہوتے ایک سائق بنتے اور دوسرے قاید ہوتے۔ فقال الاوزاعی

لابی حنیفۃ مابالکم لا ترفعون ایدیکم عند الرکوع وعند الرفع منہ فقال ابوحنیفۃ
لاجل انہ لم یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شیٔ امام اوزاعی نے اعتراض کیا
کہ تم رفع یدین کیوں نہیں کرتے امام اعظمؒ نے جواب دیا اسلئے نہیں کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے اس کے بارہ میں کوئی شیئ ثابت نہیں ہے۔ ملاعلی قاریؒ اس کو نقل کرکے لکھتے ہیں ای حدیث

غیر معارض بغیرہ یجب بہ العمل وانما اطلق الکلام لانہ ادعی الالزام واذا تعارض

الحدیثان تساقطا والاصل عدم الرفع لان مبنی الصلوٰۃ علی السکون فی الشرع

ومایقال بترجیح احدھما یعنی امام صاحب کے اس قول لم یصح عن رسول اللہ علیہ
وسلم فیہ شیئ کا یہ مطلب ہے کہ اس مسئلہ میں ایسی کوئی حدیث صحیح نہیں پائی جاتی جو دوسری
حدیثوں کے مقابلہ میں جو کہ اس کے خلاف میں منقول ہیں واجب العمل ہو اور امام اعظمؒ نے
اپنے کلام کو اسلئے مطلق بیان کیا اور اس کی تشریح نہ کی کہ انکا مقصود مناظرہ میں مدعی کو الزام
دینا ہے تو گویا امام صاحب کا اس مناظرانہ دلیل کا یہ مطلب نکلا کہ تم بھی حدیث رکھتے ہو اور
ہمارے پاس بھی صحیح حدیث ہے تو بقاعدہ اذا تعارضا تساقطا کے دونوں ایک دوسرے پر
حجت نہ ہونگی اور نماز میں اصل عدم رفع ہے اسلئے کہ شریعت مطہرہ نے نماز کا مدار سکون ہی پر
رکھا ہے لہٰذا ترجیح بھی نہ چلیگی انتہیٰ۔ اور جب امام اوزاعی نے رہ ترجیح کی ٹھیرائی تو امام صاحب
نے پھر اپنے راویوں کا افقہ ہونا ظاہر کرکے اپنی سند کی ترجیح بھی ظاہر فرمادی۔ آگے چلکر ملاعلی
قاریؒ فرماتے ہیں فمن زعم ان ماادردہ البخاری من صحیحہ فی بابہ لم یبلغ اباحنیفہ و
اصحابہ خرج عن حد الانصاف ودخل فی باب الاعتساف الخ پس جس شخص نے یہ گمان

کرلیا ہے کہ جو حدیث اس بارہ میں امام بخاری نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے وہ امام ابو حنیفہ یا انکے اصحاب کو نہیں پہنچیں یہ شخص حد انصاف سے نکل گیا اور اس نے ظلم اور بیجا تعصب پر کمر باندہ لی۔ اب ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں ہم اب اس کے بعد اس حدیث کو بیان کرکے جسکو دہلوی مولویصاحب نے بہت زور و شور کیساتھ اپنے دعویٰ کی دلیل میں پیش کیا تھا اور جو در اصل موضوع ہے اپنے اس بیان کو ختم کرتے ہیں عن علیؓ لما نزلت فصلّ لربک وانحر قال یاجبرئیل ما ھذہ النحیرۃ قال یأمرک ربک اذا تحرمت الصلوٰۃ ان ترفع یدیک اذا کبرت واذا رکعت واذا رفعت من الرکوع الحدیث حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوی فصلّ لربک وانحر تو آپنے فرمایا اے جبرئیل یہ نحیرہ کیا چیز ہے انھوں نے عرض کیا کہ آپ کا رب حکم کرتا ہے کہ تحریمہ کہو نماز کے لئے تو رفع یدین کرو اور جب رکوع کرو اور جب رکوع سے سر اوٹھاؤ۔ روایت کیا اسکو بیہقی نے اور حاکم کی روایت میں اسقدر اور ہے واذا سجدت فانہا صلوٰتنا وصلوٰۃ الملئکۃ الذین فی السمٰوات السبع وان لکل شئ زینۃ وزینۃ الصلوٰۃ رفع الیدین عند کل تکبیرۃ اور رفع یدین کرو جب سجدہ کرو اسلئے کہ ہماری نماز اور ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کی نماز یہی ہے اور ہر شئے کیلئے زینت ہے اور نماز کی زینت ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کرنا ہے۔م ان حدیثوں میں عمر بن صبیح ہے اور اس شخص نے اس حدیث کو اپنی طرف سے وضع کیا ہے اور حدیث کو گھڑکے مقاتل کے نام سے بیان کیا ہے اور اسرائیل اس کو لے اڑا اور لوگوں سے روایت کرنا شروع کردیا۔ میزان الاعتدال میں ہے اسرائیل بن حاتم المروزی ابوعبداللہ عن مقاتل بن حیان قال ابن حبان روی عن مقاتل الموضوعات والاوابد والطامات من ذلک خبر یرویہ عمر بن صبیح عن مقاتل وظفر بہ اسرائیل فرواہ عن مقاتل عن الاصبغ بن نباتہ عن علی۔ اسرائیل بن حاتم مروزی ابوعبداللہ الخ کہا ہے ابن حبان نے کہ یہ شخص مقاتل سے موضوع حدیثیں اور بے تکی اور غلط بے ٹھکانے حدیثیں روایت کرتا ہے انھی میں سے یہ

م یہ دونوں حدیثیں قطعاً جعلی ہیں اس لئے کہ موضوع ہیں

حدیث ہے عمر بن صبیح نے مقاتل کے نام سے گھڑ کر بیان کی اور اسرائیل نے اسکو سنکر مقاتل کے نام سے
عن مقاتل عن الاصبغ بن نباتہ عن علی سند گھڑ کر روایت شروع کر دی۔ اور ابن کثیر جو جلیل القدر
محدث و مفسر ہیں اپنی تفسیر میں سورۂ کوثر کی تفسیر کے تحت میں اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے لکھتے
ہیں وقد روی ابن ابی حاتم منہا حدیثاً منکراً جداً فقال حدثنا الخ ابن ابی حاتم نے
اس مقام پر ایک حدیث بیان کی ہے جو بالکل منکر ہے یعنی قطعاً ناقابل اعتماد ہے۔ اور اس کے
بعد لکھتے ہیں وھذا رواہ الحاکم فی المستدرک من حدیث اسرائیل بن ابی حاتم
یعنی ایسے ہی اسکو حاکم نے مستدرک میں اسرائیل بن ابی حاتم سے روایت کر دیا ہے۔ اور ابن
جوزیؒ جو مشہور محدث اور جرح و تعدیل کے امام ہیں اپنی کتاب موضوعات میں لکھتے ہیں
لما نزلت انا اعطیناک الکوثر قال لجبرئیل ما ھذہ النحیرۃ الحدیث وضعہ
عمر بن صبیح علی مقاتل فظفر بہ اسرائیل فحدث بہ واصبغ بن نباتہ لا تساوی
شیئاً یعنی لما نزلت انا اعطیناک الکوثر قال لجبرئیل ما ھذہ النحیرۃ الحدیث
اس حدیث کو عمر بن صبیح نے وضع کیا ہے اور گھڑ لیا ہے اسرائیل کو جب یہ حدیث ہاتھ لگی تو لوگوں
سے حدیث کہہ کر بیان کرنا شروع کر دیا اور اصبغ ابن نباتہ جو اس حدیث میں ہے وہ ہیچ ہے
یعنے کوڑی کے کام کا بھی نہیں ہے۔ میزان الاعتدال میں اس راوی کا حال اسطرح لکھا ہے
(۱) قال ابوبکر بن عیاش کذاب ابوبکر بن عیاشؒ کہتے ہیں کہ بہت ہی جھوٹا شخص ہے (۲)
قال ابن معین لیس بثقۃ وقال مرۃ لیس بشیئ ابن معینؒ کہتے ہیں کہ یہ شخص ثقہ نہیں ہے
اور کبھی کہا کہ یہ راوی ہیچ ہے۔ (۳) وقال النسائی وابن حبان متروک اور نسائی اور ابن
حبان کہتے ہیں متروک الحدیث ہے اور عمر بن صبیح کا حال بھی سن لیجئے (۱) قال ابن حبان کان
ممن یضع الحدیث ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو حدیثیں گھڑ گھڑ کے
بیان کرتے ہیں (۲) قال الدارقطنی وغیرہ متروک دارقطنیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص
متروک الحدیث ہے (۳) وقال الازدی کذاب ازدیؒ فرماتے ہیں کہ یہ شخص بہت ہی

بڑا جھوٹا ہے یہ ہے اس حدیث کا حال جس پر مدعیان عمل بالحدیث کو بہت بڑا ناز ہے اور جسکو سنا سنا کر حنفی مسلمانوں کو جہنمی اور دوزخی ہونیکا فتویٰ لگایا جاتا ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ خدائے قدوس انپر رحم فرماکر نیک ہدایت دے اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ جو جرح و تعدیل میں بھی بہت نرم ہیں اور جنکی تصنیفات میں موضوع ضعیف ہر قسم کی روایتیں نقل ہوتی ہیں وہ بھی اس حدیث کے موضوع ہونیکو نہ اٹھا سکے لیکن اپنی نرم مزاجی کے وجہ سے موضوع تو نہ کہا مگر ضعیف واضعف ہونیکا صاف صاف قرار کرلیا۔

رفع یدین کے سنت نہ ہونیکا ایک نکتہ

یہ بھی ہے کہ ویسے تو رفع یدین کے متعلق بعض جزوی افعال کا ثبوت احادیث سے نکلتا ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جب صفت صلوٰۃ کا باب کتب احادیث میں آتا ہے اور ان میں وہ احادیث بیان کی جاتی ہیں جنمیں صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے تمام افعال و جزئیات شمار کرلیتے ہیں تو انمیں باستثناء چند تمام احادیث میں اس سنت (رفع یدین) کا قطعاً ذکر نہیں آتا حالانکہ صحابہ کرام انمیں مستحبات تک کو بھی نہیں چھوڑتے اور ذکر کردیتے ہیں۔ پس اگر یہ فعل سنتہ ہے تو صفتہ صلوٰۃ کی احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ کیوں اس کے ذکر سے ساکت ہے۔ اسلئے جو حضرات فعل رفع یدین کی احادیث کی کثرت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ اس کا بھی لحاظ رکھیں کہ رفع یدین کو سنتہ نہ ماننے والوں کے پاس ان احادیث کو ملاکر رفع یدین کی احادیث سے بدرجہا زیادہ ذخیرہ موجود ہے اور گذشتہ بحث سے یہ اچھی طرح معلوم ہوچکا کہ کوئی حدیث اس بارہ میں موجود نہیں ہے کہ جس سے یہ ثابت ہوجائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر عمر مبارک تک اس فعل کو کیا ہے بلکہ اس کے خلاف صحیح احادیث موجود ہیں۔ اور رفع یدین کے سنت ہونے پر کوئی قولی حدیث بھی موجود نہیں ہے لہٰذا رفع یدین نہ فعلی سنت ہے اور نہ قولی سنت ومن ادعیٰ خلافہ فعلیہ البیان۔

مسئلہ آمین

اس کے بعد مجتہد صاحب کے تیسرے دعویٰ کو ملاحظہ فرمائے اور پھر اس کے ثبوت کو پرکھئے۔ دعویٰ تو

یہ تھا کہ (۳) آمین بالجہر کی بقاء سنیۃ اور اس کا دوام آخر عمر مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث صحیح سے ثابت ہے اور جو آمین بالجہر نہیں کرتے وہ اپنی نماز کو خراب کرتے ہیں اور تارک احادیث صحیحہ ہیں۔ لیکن اب ثبوت کے وقت فرماتے ہیں۔ (قال) آمین بالجہر کی سنیۃ احادیث صحیحہ و آثار صحابہؓ سے ثابت ہے (قلت) اس سنیۃ سے جناب کا کیا مطلب ہے اگر یہ مطلب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض نمازوں میں جہر بآمین ثابت ہے تو اس کا تو ہمیں بھی انکار نہیں اور نہ اسقدر ثبوت سے سنیۃ ثابت ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ حدیث صحیح میں صراحتہً جہر بآمین کی سنیۃ پائی جاتی ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بوجہ خوف وجوب باستثنار دو ایک مرتبہ کے آخر عمر مبارک تک برابر یہ فعل جہر بآمین احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو یہ بیشک متنازع فیہ ہے لہٰذا ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک ہی کے متعلق کوئی ایک ہی صحیح حدیث پیش فرمائیے ورنہ دعوئی بلا دلیل سے شرمائیے۔ (قال) اور اس کی سنیۃ اب تک باقی ہے (قلت) دعوئی بلا دلیل ہے یا وہی دعوئی یا وہی دلیل ہے جو دعوئی اجتہاد میرا اور بھی زیادہ قابل افسوس ہے بقاء و دوام سنیت کی ایک ہی صریح و صحیح حدیث پیش فرما دیجئے اگر ہمت و حوصلہ باقی ہے (قال) اور اس کا کوئی ناسخ نہیں پایا جاتا (قلت) جب دعوئی ہی ثابت نہیں تو پھر اس کے نسخ کی کیا حاجت (قال) اور قرناً بعد قرن علماء کا تا این زمان اسپر عمل در آمد رہا ہے (قلت) یہ باتیں اصل دعوئی اور اصل مقصود سے متعلق نہیں ہیں بلکہ عجز عن الدلیل پر دلالت کرتی ہیں آپ خواہ مخواہ بغلط مبحث کرنیکے لئے ادہر ادہر کی باتیں جو متنازع فیہ ہی نہیں بیان کر رہے ہیں میں کہتا ہوں کہ قرناً بعد قرن صحابہؓ و تابعین و علماء حقہ اس زمانہ تک جہر بآمین کی سنیۃ کے قولاً یا فعلاً منکر رہے ہیں اور اس کو ہرگز سنت نہیں سمجھتے تو کیا ان باتوں سے آپکا دعوئی یا میرا مقصد حاصل ہو جائیگا نہیں ہرگز نہیں۔ اگر غلط دعوے کرنے کے بعد کچھ غیرت باقی ہے تو اصل دعوئی پر کوئی دلیل پیش فرمائیے۔ ورنہ معلوم شد قدرتے ترا معلوم شد۔ (قال) اس پر طعن و تشنیع حرام (قلت) مجھے تو آپ کی اس گھبراہٹ اور پریشانی پر بے ساختہ ہنسی آتی ہے کہ جو باتیں غیر متنازع فیہ نہیں ہیں ان کو محض

عوام فریبی اور بے جا دہمکی کے طور پر اصل مقصد سے ہٹ کر آپ بیان فرما رہے ہیں اور رجال جھوٹے سچے کے لئے ادہر ادہر ہاتھ پیر مار رہے ہیں. مجتہد صاحب یہاں طعن وتشنیع کا کیا ذکر کیا ہے جو آپ بے موقع اور بے محل ہمکو قرآنی وعید سے ڈراتے ہیں یہ خصوصیات تو جناب ہی کی جماعت میں ہیں باور نہو تو ان کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لو. ہم تو آپ سے صرف جناب کے دعوی کا ثبوت مانگ رہے ہیں بھلا اس بات سے اور آپ کے بے محل اس قسم کی وعید کے پیش کرنے سے کیا تعلق ہے بات اگر کہا کیجئے تو سوچ کر تو کہا کیجئے دعووں کے وقت تو وہ زور اور ثبوت کے وقت یہ حالت افسوس لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون. (قال) اس سے زاید کسی امر کا میں ذمہ دار نہیں۔ (قلت) اب کیوں ذمہ دار ہوتے رد ڈسجد کی تقریر دنیں سب باتوں کے ذمہ دار تھے تب ہی تو سابق امام کی منوات کی تائید میں سینہ سپر ہونیکا دعوی کرتے تھے مگر اب سب بھول گئے. مگر یہ خدا کا شکر ہے کہ جلدی ہی دونوں اماماں غیر مقلدین کا پول کھل گیا اور غیر مقلدین حضرات کو اپنے عقیدوں کی جلدی ہی حقیقت معلوم ہو گئی کہ یہی حال ان کے اور دعووں اور عقیدوں کا بھی ہے. کسی شاعر نے آپ ہی جیسے امام کیلئے کہا ہے ؎ چہ اعتماد کند کس بوعدہ ات اے گل کہ ہمچو غنچہ زبان در تہ زبان داری ۔ خیر جناب تو دعووں کو بھی بھول گئے اور دعووں کے ثبوت کو بھی حالانکہ بقول خود جناب مدعی ہیں اور ہم مدعا علیہ یا منکر دعوی. اس لئے ثبوت تو آپ ہی کے ذمہ تھا ہمارے لئے تو فقط لانسلم یعنے ہم آپ کے دعوی کو تسلیم نہیں کرتے. یہی کہدینا کافی تھا لیکن آپ کی عجز و مجبوری دیکھکر جی چاہتا ہے کہ ہم اپنے انکار سنیۃ ہی کی کچھ سندیں پیش کردیں تاکہ اتمام حجت ہو جائے. اور مجتہد صاحب کے بے دلیل دعووں اور ہمارے مدلل انکار دعاوی کا پورا پورا ثبوت ہو جائے. لہذا سنئے اس میں تو ہمارا اور آپکا اتفاق ہے کہ آمین امام و مقتدی دونوں کو کہنا چاہئیں جیسا کہ بخاری وغیرہ میں حدیث ہے عن ابی ھریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق تامینہ تامین الملئکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ یعنے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب

امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اسلئے کہ جو شخص کہ اس کا آمین کہنا ملائکہ کی آمین کہنے کے موافق ہو جائیگا اس کے سبب پہلے گناہ معاف ہو جائینگے اور دوسری حدیث میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا امین۔ یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو بخاری کی ان دونوں حدیثوں سے امام اور مقتدی کے لئے آمین کہنا ثابت ہوتا ہے اسمیں ہم اور آپ دونوں متفق ہیں لیکن آپ اس سے زائد اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ آمین کو جہر سے کہنا چاہئے اس کا خلاف کرنیوالا تارک سنت ہے چونکہ جہر کی تقار سنیۃ اور اسکا دوام ثابت ہے لہذا اسمیں ہمارا آپسے نزاع ہے ہم کہتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم تو کجا کوئی صحیح حدیث بھی آپ ایسی پیش نہیں کر سکتے کہ جس سے جہر با آمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دائمی طور پر آخر عمر مبارک تک ثابت ہو جاوے تاکہ سنت بن سکے۔ نیز بخاری اور مسلم کی حدیثوں سے تو انشاء اللہ قیامت تک صراحتہً جہر بھی ثابت نہیں کر سکتے چہ جائیکہ اسکا سنت ہونا۔ رہا یہ امر کہ بخاری کی پہلی حدیث کے جملے اذا امن الامام فامنوا سے امام کا جہر کرنا ثابت کرتے ہیں سو یہ انکا اثبات صحیح نہیں اس لئے کہ جمہور علماء نے اس جملہ کو مجاز پر محمول کیا ہے تاکہ اس جملہ اور بخاری کی دوسری حدیث کے جملہ اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا امین۔ سے موافقت ہو جاوے اور باہم تعارض نہ رہے دیکھئے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں۔ قالوا فالجمع بین الروایتین تقتضی حمل قولہ اذا امن علی المجاز یعنے محدثین کہتے ہیں کہ جمع بین الروایتین اسی کو چاہتا ہے کہ اذا امن کو مجاز پر حمل کیا جائے اور امام سیوطی شافعی رحمہ اللہ تنویر الحوالک میں تحریر فرماتے ہیں والجمہور علی القول الاخیر لکن اول قولہ اذا امن علی ان المراد اذا اراد التامین لیقع تامین الامام والماموم معاً الخ اور جمہور قول اخیر پر ہیں لیکن سب کے سب نے اذا امن کی توجیہ یہ کی ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے تاکہ امام اور مقتدی دونوں کی آمین یکساں ہو بہر حال

ان عبارتوں سے یہ معلوم ہوگیا کہ جمہور اذا امن کو مجاز پر محمول کرتے ہیں پس اس سے امام کے لئے جہر آمین ثابت کرنا صحیح نہیں ہو سکتا اسیطرح امام بخاری رحمہ اللہ نے جو دوسری حدیث کے جملہ فقولوا آمین سے مقتدیوں کے لئے جہر بآمین ثابت کیا ہے یہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ لفظ قولوا کہنے کے معنے میں استعمال ہوتا ہے عرف اور لغت میں جہر کرنا اس کے معنی نہیں ہیں نیز اگر یہ صحیح ہو تو پھر صحیحین (بخاری و مسلم) کی حدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قولوا اللھم صل علی محمد الخ تو اب اس کے معنی امام بخاری کی توجیہ کی مطابق یہ ہونگے کہ تم نماز میں زور سے اللھم صل علی محمد الخ پڑھا کرو حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں اور بخاری و دیگر کتب صحاح میں ہے اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا ولک الحمد یعنے جبکہ امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا و لک الحمد کہو پس اس عبارت سے مقتدی کیلئے ربنا و لک الحمد بھی زور سے ہی کہنا سنت ہوجائیگا اور ابوداؤد میں ہے عن النبی صل اللہ علیہ وسلم قال اذا اصبحتم فقولوا اللھم بک اصبحنا وبک امسینا الخ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم صبح کو اٹھا کرو تو کہا کرو اللھم بک اصبحنا وبک امسینا الخ اور ابوداؤد کی دوسری حدیث میں ہے اذا اکل احدکم طعامًا فلیقل اللھم بارک لنا فیہ یعنے جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو چاہیئے کہ یہ دعا پڑھے اور مسند دیلمی میں ہے اذا ختم احدکم القران فلیقل اللھم انس وحشتی فی قبری یعنے جب کوئی ایک تمہارا قرآن شریف ختم کرے تو چاہیئے کہ یہ پڑھے اور اسی طرح آیت قولوا امنا باللہ وغیرذالک میں) قولوا کے معنی کہو کی بجائے جہر کرو اور پکار کر کہو لینے پڑینگے جسکا کوئی بھی قائل نہیں اس بہتر اور مدلل استدلال سے یہ نتیجہ نکلا کہ امام بخاری کا دوسری حدیث کے لفظ فقولوا آمین سے بھی جہر مراد لینا صحیح نہیں ہو سکتا الحاصل بخاری شریف کی دونوں حدیثوں سے امام اور مقتدی کے لئے صرف آمین کہنا تو ثابت ہوتا ہے لیکن جہر ثابت نہیں ہوتا یعنے بخاری کی حدیثوں سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ تو متنازع فیہ نہیں اور جو متنازع فیہ ہے وہ ان سے ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا آپکا یہ دعویٰ تو بالکل غلط نکلا کہ ہم اس مسئلہ

ہیں صحیحین کی حدیثوں پر عمل کرتے ہیں بلکہ امین تو ہم اور آپ دونوں برابر ہی رہے۔ اب
رہا معاملہ دوسری احادیث کا سو ان کی تین حالتیں ہیں۔ بلکہ مسئلہ آمین کی تمام احادیث تین صورتوں
پر منقسم ہیں (۱) بعض احادیث تو اس بارہ میں نقادان حدیث کے نزدیک باتفاق ضعیف ہیں۔ (۲) بعض
بعض احادیث جو باتفاق محدثین صحیح ہیں وہ ہیں جنہیں فقط آمین کا ثبوت نکلتا ہے اور ان میں
جہر کا قطعاً ذکر نہیں ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیثیں اور بعض دیگر احادیث۔ (۳) اور بعض احادیث
وہ ہیں جنہیں اگرچہ جہر ثابت ہوتا ہے لیکن ان کی صحت پر اتفاق نہیں بعض ان کو حسن کے یا صحیح
کے درجہ میں رکھتے ہیں لیکن بعض دلائل کے ساتھ ان کی تضعیف کرتے ہیں یا انہیں تین یعنے
معمولی ضعف بتاتے ہیں اور بہر صورت ان سے اگرچہ جہر ثابت ہوتا ہے لیکن صرف جزئی
ثبوت نکلتا ہے یعنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص خاص نادر میں جہر آمین کا فقط
فعل ثابت ہوتا ہے اس کی سنیت یا بقاء سنیۃ یا دوام و استمرار فعل قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ اور
فقط جزئی ثبوت سے کوئی فعل سنت نہیں کہلا سکتا بالخصوص جبکہ منکرین سنیۃ کے پاس اس کے
سنت نہ ہونیکی دلائل احادیث ہی سے موجود ہوں تاوقتیکہ اس فعل کی سنیۃ شارع علیہ السلام کی
جانب سے مصرح نہ ثابت ہو جائے یا اس کا استمرار و دوام تا آخر حیات مبارک صلی اللہ علیہ وسلم یعنے
نہ متحقق نہ ہو جائے۔ لہذا ہمکو جبکہ ہم آمین میں اس امر (جہر) کا انکار کرتے ہیں اور اس کو
سنت نہیں مانتے نمبر (۱) و (۲) کی جیسی احادیث کے جواب دینے کی تو بحمد اللہ کوئی ضرورت
نہیں جیسا کہ ہم ثابت کر آئے۔ ہاں البتہ قسم ثالث (۳) کی احادیث کو ہم صحیح تسلیم کرتے ہوئے
اور اتمام حجت کے لئے ان ہی محدثین کے اقوال پر اعتماد کرتے ہوئے جو ان کی صحت کے قائل
ہیں ان احادیث کے چند جواب نقل کرتے ہیں جو محققین محدثین حنفیہ ان کے بارہ میں مدلل
ارشاد فرماتے ہیں لہذا سنئے (پہلا جواب) جن احادیث سے جہر ثابت ہوتا ہے وہ جزئی واقعات
ہیں جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی تعلیماً جہر فرما دیا تھا (ورنہ اصل آمین میں اخفا ہی
ہے) جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی ظہر و عصر کی نماز میں ایک آیت یا دو آیتیں جہر سے

پڑھ دیں تاکہ صحابہؓ کو معلوم ہو جائے کہ سری نمازوں میں کون کون سی سورتیں آپ پڑھتے ہیں

بخاری شریف کی حدیث ہے عن عبداللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ کان النبی صلی اللہ علیہ

وسلم یقرء فی الرکعتین من الظہر والعصر بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وسورۃ ویسمعنا

الآیۃ احیانا (بخاری) عبداللہ بن قتادہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم ظہر وعصر کی اول دو رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب اور سورۃ پڑھا کرتے تھے اور کبھی

کبھی ہم کو کوئی آیت سنا دیتے تھے (۲) یعنے جہر پڑھ دیتے تھے۔ اور معجم طبرانی میں حضرت ابی

مالک اشعریؓ سے حدیث ہے جسمیں ہے۔ انہ صلی بھم الظہر فقرء فاتحۃ الکتاب

یسمع من یلیہ (الحدیث) یعنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ظہر کی نماز پڑھائی تو آپ نے

سورۃ فاتحہ پڑھی (اس طرح سے) کہ جو آپ کے قریب تھے انھوں نے اسکو سنا۔ (۳) یا

جیسا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ثنا میں یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے

تعوذ میں جہر ثابت ہے جسکے متعلق حافظ ابن قیم حنبلی زاد المعاد میں اسطرح فرماتے ہیں۔

(دبا بقنوت النوازل) فاذا جھر بہ الامام احیانا لیعلم المامومین فلا باس بذلک

فقد جھر عمر بالاستفتاح لیعلم المامومین وجھر ابن عباس بقراءۃ الفاتحۃ فی صلوۃ

الجنازۃ لیعلمھم انھا سنۃ ومن ھذا ایضا جھر الامام بالتامین۔ امام کبھی اگر قنوت

نازلہ میں جہر کردے تاکہ مقتدیوں کو اس کی تعلیم دے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ حضرت

عمرؓ سے مقتدیوں کی تعلیم کی غرض سے ثنا میں جہر کرنا اور حضرت ابن عباسؓ سے جنازہ کی

نماز میں فاتحہ کا جہر کرنا تاکہ تعلیم دین مقتدیوں کو کہ یہ سنت ہے (اسلئے کہ انکا اسمیں یہی مذہب

تھا) ثابت ہے اور اسی قسم میں داخل ہے آمین میں جہر کرنا۔ انتہی (زاد المعاد) (۴) اسی طرح حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تعوذ میں جہر کرنا ثابت ہے۔ یعنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں

جہر کرنا ثابت ہے۔ اب آپ ہی فرمائے کہ یہ کسقدر تعجب کی بات ہے کہ ان تمام احادیث میں

جو صحیحین کی بھی ہیں اور غیر صحیحین کی بھی اور سب صحیح ہیں تو کوئی شخص بھی جہر کو سنت نہیں کہتا اور نہ

آپ ان مواقع مذکورہ میں جہر کرنیکو سنت جانتے ہیں لیکن آمین کے جہر کو جس کا ثبوت حذواً بحذو ٹھیک ٹھیک اسی طرح ثابت ہے جیسا کہ ان احادیث سے ظہر و عصر میں قراۃ کا جہر اور ثنا کا جہر اور تعوذ کا جہر بے دلیل سنت بتاتے ہیں یہ تحکم اور دعوے بلا دلیل نہیں تو اور کیا ہے اور اسپر طرہ یہ ہے کہ جو بیچارہ احادیث کے نظائر پیش کرکے اسکی سنیت کا انکار اور اس کے وجود کا اقرار کرتے ہیں ان کو جناب بے محل اور بے موقع وعید سے ڈراتے اور دھمکاتے ہیں. یہ بے دلیل سنیہ زوری نہیں تو اور کیا ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ جناب کے پاس سنیۃ جہر یا اسکی تقرار سینہ یا صراحۃ سنیۃ کی ایک دلیل بھی صحیح موجود نہیں صرف جزئی واقعات سے ہی سنیۃ کا حکم لگانیکو تیار ہیں. اور منکرین سنیۃ جہر آمین کے پاس ان احادیث کی نظائر کی علاوہ اس صحیح توجیہ کیلئے کہ آمین کا جہر تعلیم کی غرض سے کبھی کبھی ہوا ہے نہ کہ سنیۃ کی غرض سے جیسا کہ ہم ابھی صحیح احادیث سے ثابت کرچکے ایک مخصوص حدیث بھی اس بارہ میں موجود ہے. جس سے بحمد اللہ ہماری اس توجیہ کو اور قوت و زبردست تائید حاصل ہوتی ہے. لہٰذا سنئے حافظ ابوبشر دولابی اپنی کتاب (کتاب الاسماء والکنیٰ میں نقل فرماتے ہیں) (۵) عن ابی السکن حجر بن

عنبس الثقفی قال سمعت وائل بن حجر الحضرمی یقول رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین فرغ من الصلوٰۃ حتی رائت خدہ من ھذا الجانب ومن ھذا الجانب وقرء غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین یمد بہا صوتہ ما اراہ الا یعلمنا۔

وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے حتی کہ میں نے دونوں جانب کے رخسارہ مبارک کو بھی (سلام پھیرتے وقت) دیکھا کہ جب آپنے (نماز میں) غیر المغضوب علیہم پڑھا تو آمین کو زور سے کہا اور آپ کا یہ زور سے آمین کا کہنا بجز اس کے کہ ہمکو آمین کی تعلیم دینا مقصود تھا اور کسی وجہ سے نہ تھا. انتہیٰ عرف الشذی تقریر فخر المحدثین والمفسرین حضرت مولانا انور شاہ صاحب مدظلہ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند مرتبہ مولانا چراغ صاحب اس حدیث کے تمام رواۃ ثقہ ہیں صرف ایک یحیی بن سلمہ ہے جس کی

متعلق بعض تو کچھ کلام کرتے ہیں لیکن حاکم اور ابن حبان دونوں اس کو بھی ثقہ کہتے ہیں لہذا یہ حدیث یا صحیح ہے ورنہ حسن کے درجہ سے کم نہیں۔ اب آپ ہی فرمائے کہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ خود نماز میں شریک ہیں وہ تو فرماتے ہیں کہ یہ جہر صرف تعلیم کی غرض سے تھا نہ کہ سنۃ ہونیکی وجہ سے مگر آپ ہیں کہ بے دلیل ہی اس کو سنت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا۔ لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں (۲) دوسرا جواب۔ کسی حدیث میں لفظ کان آگیا ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں جو ابوداؤد میں ہے۔ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تلا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ قال آمین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول (ابوداؤد) مستدلین جہر چاہتے ہیں کہ اس سے استمرار ثابت کریں لیکن انکا یہ استدلال بھی ہرگز صحیح نہیں۔ اسلئے کہ لفظ کان عربی میں مداومت کے لئے موضوع نہیں اور نہ مقتضی تکرار و استمرار ہوتا ہے۔ امام نووی شرح مسلم میں ارشاد فرماتے ہیں والمختار انہا لا تقتضی التکرار ولا الاستمرار وکذا قال الفخر فی المحصول یعنی مختار مذہب یہی ہے کہ کان تکرار و استمرار کو نہیں چاہتا اور فخر رازیؒ نے بھی محصول میں اسی طرح کہا ہے۔ نیز اگر کان کے معنی تکرار کے یا استمرار کے ہوں تو بعض صحیح حدیثوں کو معاذ اللہ غلط ماننا پڑجائیگا مثلاً صحاح کی یہ حدیث عن عائشۃؓ کنت افتل قلائد ھدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث (او کما قال) یعنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی کے لئے قلادہ بانٹتی تھی۔ پس اگر یہاں کان کے معنی استمرار و تکرار کے لئے جائیں تو بالکل غلط مطلب ہوجائیگا اور واقعہ کے قطعاً خلاف اس لئے کہ ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے صرف حجۃ الوداع میں تشریف لے گئے ہیں جو ایک ہی مرتبہ ہوا ہے اور عائشہ صدیقہؓ کی یہ حدیث اسی ذیل میں واقع ہوئی ہے تو پھر استمرار کہاں رہا۔ بالخصوص اسوقت تو استمرار بالکل ہی غلط ٹھہریگا جبکہ دوسری جانب میں اخفا آمین بھی احادیث میں موجود ہے جیسا کہ انشاء اللہ آگے آرہا ہے۔ تیسرے اگر کان استمرار کیلئے ہی ہوتا ہے تو پھر بخاری کی

اس حدیث میں بھی جواب قتادہؓ سے ظہر وعصر میں آیۃ میں جہر کرنا ثابت ہے استمرار ہی کے معنی لینا چاہیئیں جس کا کوئی بھی قائل نہیں لہٰذا یہ دعویٰ بھی بلا دلیل ہے اور اس لفظ کی آڑ پکڑنا ہرگز درست نہیں (۳) حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث و نیز بعض دیگر احادیث میں جو کسی جزئی جزئی واقعہ کا تذکرہ ہے ان میں جہر آن معنی میں نہیں ہوا جسکو آجکل کے غیر مقلدین سنت سمجھتے ہیں اور بے دلیل دعویٰ رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ دراصل حقیقت خفا ہی تھا لیکن اخفا میں بھی کبھی آواز ایسی نکلتی ہے جو در جہر نہیں ہوتا بلکہ صوت خفی ہی ہوتی ہے جیسا کہ اسی حدیث مذکورہ میں ہے حتیٰ یسمع من یلیہ من الصف الاول یعنے آپنے اسطرح آمین کہی کہ صف اول میں سے بھی جو آپ کے نزدیک ہی تھے انھوں نے اس کو سنا۔ یا ایک دوسری روایت میں ہے فسمعتہ وانا خلفہ یعنی میں نے آمین کو سنا اس حال میں کہ میں آپ کے پیچھے ہی کھڑا تھا۔ لہٰذا جن احادیث میں لفظ جہر بآمین ہے وہ روایت بالمعنی ہیں بشرطیکہ صحت کو بھی پہنچ جائیں اور وہ بھی بلحاظ احادیث صحیح صرف چند مرتبہ ہی ثابت ہوا ہے۔ ہماری اس توجیہ کو جو بحمد اللہ مدلل ہے علامۂ ابن عبد الہادی حنبلی رحمہ اللہ بھی تنقیح میں فرماتے ہیں (بحث جہر البسملہ) اذا قرب من الامام اوحاذاہ سمع ما یخافت وانہ یسمی ذلک جہراً کما ورد انہ کان یصلی بھم الظہر فیسمعھم الآیۃ والآیتین بعد الفاتحۃ احیاناً الخ۔ یعنے جب امام کے بالکل ہی نزدیک ہو یا بلا مقابلہ میں پیچھے کھڑا ہو اور امام کے اس پڑھنے کو سنے جو وہ اخفار کے ساتھ پڑھ رہا ہے تو اس کا نام جہر نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ آپنے ظہر کی نماز پڑھائی اور بعد فاتحہ کبھی آیت یا دو آیت مقتدیوں کو سنا دیں۔ اور یہی صاحب در مختار حنفی بھی تحریر فرماتے ہیں ادنے المخافتۃ اسماع نفسہ ومن یقربہ فلو سمع رجل او رجلان لایکون جہراً الخ یعنے ادنیٰ درجہ اخفار کا یہ ہے کہ اپنے نفس کو سنائے اور اسکو جو کہ اسکے قریب ہو پس اگر ایک یا دو آدمیوں نے اسکو سن لیا تو اسے جہر نہیں کہتے اور یہی علامۂ شامی بھی فرماتے ہیں۔ تو اس لحاظ سے بھی جہر بآمین کا دعویٰ صحیح نہیں ہے (چوتھا جواب) ان احادیث کو مستثنیٰ کرنیکے بعد جو صحیح ہیں

نگران میں جہر کا ذکر نہیں اور نہ ان سے جہر ثابت ہوتا ہے اور جو ضعیف ہیں اور خصم پر حجت نہیں ہیں بعض احادیث جہریہ کو جنکے ضعف وصحت میں اختلاف ہے ہم نے ابتک صحیح مان کر مذکورہ بالا جوابات بحمد اللہ نہایت مدلل بدلائل احادیث و آثار دئیے ہیں۔ اسی کا لحاظ رکھتے ہوئے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ ان احادیث سے جبکہ نہ استمرار ثابت ہوتا ہے اور نہ بقاء و دوام سنیتہ ثابت ہوتی ہے اور جو جزئی فعل ثابت ہوئے ان کے جواب دیکر ہمنے ان کو تسلیم کر لیا۔ تو اب جناب کے پاس بقاء سنیتہ بلکہ ثبوت سنیتہ کی کوئی حدیث صحیح صریح باقی نہیں رہی اور فقط آپ کا قیاس رہ گیا کہ جہر سنت ہے اور اس کی سنیتہ ابتک باقی ہے۔ اور اس قیاس کے مقابلہ میں ہمنے اسکی عدم سنیتہ احادیث و آثار سے ثابت کر دی تو آپ کا دعویٰ سنیتہ غلط اور بے دلیل رہا اور ہمارا انکار سنیتہ صحیح اور مدلل ہے۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ جناب کے اس قیاس کے مقابلہ میں جہر کے خلاف کی احادیث بھی قدرے نقل کر دیں تا کہ جناب کا دعویٰ جو صرف قیاس پر مبنی ہے اس کا غلط ہونا اور بھی واضح ہو جائے۔ (۱) عن وائل بن حجر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرء غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین واخفی بہا صوتہ الحدیث رواہ احمد والترمذی وابوداؤد الطیالسی والدار قطنی والحاکم واخرون و اسنادہ صحیح (آثار السنن) وائل بن حجر سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہمکو نماز پڑھائی آنحضرت کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پس جبکہ پڑھا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو آمین پڑھی آہستہ احمد نے روایت کیا ہے اسکو امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابوداؤد نے اور ترمذی نے اور طیالسی نے اپنی مسند میں اور دار قطنی نے اور حاکم نے اور محدثین نے اور اسناد اس حدیث کی صحیح ہے لیکن اس حدیث میں ایک طول طویل بحث ہے وہ یہ کہ یہی وائل بن حجر کی حدیث جو شعبہ کی روایت سے ہے ابوداؤد و ترمذی میں سفیان سے بھی ہے اور اسمیں بجائے اخفی بہا صوتہ کے رفع بہا صوتہ ہے یعنے آپ نے آمین زور سے پڑھی۔ اور امام بخاری وغیرہ نے شعبہ کی حدیث میں چند اعتراض کئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ سفیان کی حدیث کو شعبہ کی حدیث پر ترجیح دیں لیکن محدثین

حنفیہ نے بحمداللہ ان سب اعتراضوں کا جواب خود امام بخاری۔ ترمذی۔ حافظ ابن حجر شافعیؒ کے
ہی اقوال سے نہایت مدلل دیدیا ہے بوجہ طول بحث کے ہم اس کو نقل نہیں کر سکتے جنہیں
دیکھنے کا شوق ہو بذل المجہود، آثار السنن وغیرہ دیکھیں اور نفع اٹھائیں ہم تو اس جگہ اس تمام بحث
کو دیکھکر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر سفیانؒ و شعبہ کی حدیث کا مقابلہ کیا جائیگا تو یا دونوں ہم پلہ
اتریںگی اور یا انشاء اللہ شعبہؒ کی ہی حدیث راجح رہیگی. جب مجتہد صاحب اسپر کچھ قلم فرسائی فرمائینگے
تب ہم بھی کچھ لکھینگے. لیکن اسجگہ ہمنے اس کو کیوں نقل کیا اس کی وجہ یہ ہے. کہ اس حدیث سے
دو صورتوں میں تو ہمکو فائدہ ہے اور مجتہد صاحب کو نقصان. اور ایک صورت میں مجتہد صاحب
کو بھی نہ فائدہ نہ نقصان اور ہمکو بھی فائدہ نہ نقصان۔ دونوں حدیثیں جبکہ باعتبار سند کے صحیح
ہیں جیساکہ دلائل سے ثابت ہے جو محدثین حنفیہ نے بیان کر دئے ہیں. اور واقعہ صرف ایک
ہی ہے باتفاق محدثین تو بحکم اذا تعارضا تساقطا نہ یہ حدیث ہماری طرف سے آپ پر حجت
اور نہ سفیانؒ کی حدیث آپ کی جانب سے ہمپر حجت ہے اور اگر ترجیح کی ٹھیرے تو سفیانؒ کی
حدیث علی سبیل الفرض راجح بھی ہے تو بھی ہمارا مقصد حاصل ہے اور آپ کو تب بھی مضر اس لئے
کہ پھر ہم اس کے وہی مدلل جواب دینگے جو علی الاطلاق پہلے ذکر کر آئے ہیں. جنکی مختصر فہرست
حسب ذیل ہے (۱) یہ جزئی واقعہ ہے جو تعلیماً ہوا ہے اس سے سنت ہونا ثابت نہیں ہو سکتا
کما مر. بالخصوص جبکہ انہی وائل بن حجر سے حدیث موجود ہے کہ یہ جہر تعلیماً ہوا ہے۔ (۲) یہ رفع
بہا صوتہ بصورت جہر نہ تھا بلکہ اس درجہ میں تھا جسکو قریب ایک دو آدمی سن سکیں کما مر اور
یہ اخفاء کے منافی نہیں. (۳) اگر جہر علی سبیل التسلیم اس سے نکلتا بھی ہے تو اس کے متن میں
اضطراب پیدا ہو گیا ہے جو محض ترجیح سے دوسرے پر قابل حجۃ نہیں ہو سکتا اور شاید اسی وجہ سے
امام بخاریؒ نے باوجود اسکو ترجیح دینے کے پھر بھی اپنی صحیح بخاری میں نہیں نکالا۔ بہر صورت
یہ حدیث یا صرف ہم ہی کو مفید ہے یا ہمکو تو بہر صورت مضر نہیں مگر آپ کو بعض صورتوں میں مضر
ہے. اسیطرح یہ کہ سفیانؒ جو کہ رفع بہا صوتہ کے راوی ہیں انکا مذہب اخفاء آمین کا ہی ہے اور

۴. اور اگر ہمارا دعویٰ صحیح ہے اور ضرور صحیح ہے کہ شعبہ کی حدیث ہی راجح ہے تو یہ آپ کو مضر ہے. اور ہمکو مفید

وہ جہر بآمین کو سنت نہیں جانتے اس لئے میں اگر یہ دعویٰ کروں کہ یہ حدیث ہر طرح ہمارے ہی مفید ہے اور آپ کے لئے یا مضر یا غیر مفید تو بلحاظ دلائل کچھ بیجا نہیں ہے (۲) عن ابی هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا يقول لاتبادروا الامام اذا كبر فكبروا واذا قال ولا الضالين فقولوا امين (رواہ مسلم) دیکھئے یہ دوسری حدیث صحیح مسلم کی ہے حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو سکھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم امام سے سبقت نہ کیا کرو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو یہ حدیث اس بات کو صاف بتاری ہے کہ امام کو آمین زور سے نہ کہنا چاہئے اسلئے کہ اگر امام کو جہر بآمین سنت ہوتا تو آپؐ مقتدیوں کو آمین کہنے کا وقت امام کے آمین کہنے کا وقت بتاتے یعنے اذا امن الامام فامنوا اور یہاں ولا الضالین کا موقعہ بتایا تو صحیح مسلم کی اس قولی حدیث سے معلوم ہو گیا کہ امام کو جہر کرنا سنت نہیں ہے۔ (۳) عن الحسن عن سمرة بن جندب انه كان اذا صلى بهم فسكت سكتتين اذا افتتح الصلوة واذا قال ولا الضالين سكت ايضا هنيئة يعنے سمرہ بن جندبؓ جب نماز پڑھاتے تو دو سکتہ کرتے ایک افتتاح صلوٰۃ میں (ثناء کیلئے) اور ایک جب ولا الضالین کہتے تو تھوڑی دیر چپ رہتے اس کو احمد اور دارقطنی نے روایت کیا ہے اور حضرت سمرۃ بن جندب اپنے اس فعل کو نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں یعنے حدیث کو مرفوع کرتے ہیں۔ (۴) وعن الحسن ان سمرة بن جندب وعمران بن حصين. تذاكرا فحدث سمرة بن جندب انه حفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم سكتتين سكتة اذا كبر وسكتة اذا فرغ من قراءة غير المغضوب عليهم ولا الضالين فحفظ سمرة وانكر عليه عمران بن حصين فكتبا في ذلك الى ابی بن كعب فكان في كتابه اليهما او في رده عليهما ان سمرة قد حفظ رواه ابوداود واخرون (بذل المجهود) اسنادا سکی حسن صحیح ہے۔ حسن کہتے ہیں کہ سمرہ بن جندبؓ اور عمران بن حصینؓ میں گفتگو ہوئی سمرہ بن جندبؓ نے حدیث بیان کی کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم سے دو سکتہ یاد رکھے ہیں یا محفوظ رکھے ہیں ایک سکتہ آپ جب کرتے جب تکبیر تحریمہ کہتے
اور ایک سکتہ آپ جب فرماتے کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے فارغ ہو جاتے
(یعنے آمین کہنے کے لئے خاموش ہو جاتے) سمرہ بن جندب تو اپنا اس بارہ میں حفظ بیان
کرتے تھے اور عمران بن حصین انکار کرتے تھے بالآخر دونوں نے فیصلہ کیلئے حضرت ابی بن کعب رضؓ
کو لکھا پس جو جواب کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے ان کو اس بارہ میں لکھا ہے اسمیں یہ تھا کہ
ان سمرۃ قد حفظ یعنے سمرہ بن جندب کی یاد بالکل صحیح ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے بلا
ریب یہ نکلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آمین آہستہ سے کہتے تھے اس لئے ولا الضالین
پڑھکر خاموش ہو جاتے تھے اور اس سکتہ کے وقت سب مقتدی بھی آمین پڑھ لیتے تھے اس
لئے حضرت سمرہؓ بھی آہستہ ہی آمین پڑھتے تھے۔ (۵) وعن ابراھم قال خمس یخفیہن الامام
سبحانك اللھم وبحمدك والتعوذ وبسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین واللھم ربنا لك
الحمد رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ واسنادہ صحیح (آثار السنن)۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ پانچ چیزیں ہیں
جنکو امام آہستہ کہے اس میں آمین کو بھی گنا یا ہے الخ (عن ابی موسیٰ الاشعری فی حدیث
طویل قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلاتنا
فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال
غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین یجبکم اللہ الخ اس کا بھی وہی مطلب
ہے جو حضرت ابوہریرہ رضؓ کی حدیث کا ہے اور یہ تعلیم آپ نے صحابہؓ کے سامنے خطبہ دیتے وقت
دی ہے۔ جس کے متعلق حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں خطبنا وبین لنا سنتنا وعلمنا
صلاتنا یعنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو خطبہ دیا جنمیں ہمکو صحیح سنت کی تعلیم دی اور نماز کا
صحیح طریقہ سکھایا اس میں یہی تھا کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم
ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اللہ تمہاری دعا قبول کریگا۔ رواہ مسلم۔ (۶) قال عطاء آمین
دعاء وقال اللہ تعالےٰ ادعوا ربکم تضرعاً وخفیہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم انکم لا تدعون اصم ولا غائبا. عطا فرماتے ہیں کہ آمین دعا ہے یہ بخاری میں ترجمۃ
الباب میں ہے۔ اور جب آمین دعا ٹھیری اور جہر آمین کی سنیت ثابت نہوئی تو اگر تم اصل
کی طرف رجوع کریں تو یہی طریق صواب ہے اور ہم دیکھتے ہیں اصل دعا میں بموجب قرآن مجید
وحدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اخفا ہے نہ کہ جہر خدائے قدوس ارشاد فرماتا ہے کہ تم اپنے رب
کو تضرع اور آہستہ سے پکارو اور آہستہ دعا مانگو۔ اور حدیث میں ہے کہ تم دعا کرتے
وقت کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے یعنی خدا کو پکارتے ہو جو ہر جگہ موجود و
سمیع وبصیر ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ ہماری دلیل عموم پر مبنی ہے یعنی یہ حکم عام ہے جو آمین
کو بھی شامل ہے۔ (۸) قال النیموی لم یثبت الجہر بالتامین عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ولا عن الخلفاء الاربعۃ وما جاء فی الباب فهو لا یخلو من شیء یعنی صاحب آثار
السنن نے تو یہانتک کہدیا ہے کہ جہر بآمین نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت اور نہ خلفاء
اربعہؓ سے ثابت اور اس بارہ میں جو بھی احادیث وآثار ہیں وہ کسی نہ کسی علت سے خالی
نہیں ہیں۔ اور اس دعویٰ کو انہوں نے اپنی کتاب میں کافی مدلل کیا ہے۔ اگرچہ ہم نے اس
مگر اور اس بحث میں ان کے طرز کو اختیار نہیں کیا (۹) عن ابی وائل قال کان علی وعبد اللہ
لا یجہران ببسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بالتامین رواہ الطبرانی
فی الکبیر وفیہ ابو سعید البقال وهو ثقۃ مدلس۔ اعلاء السنن۔ یعنی ابی
وائل کہتے ہیں کہ حضرت علی وحضرت عبد اللہ آمین تعوذ اور بسم اللہ میں جہر نہیں کیا کرتے
تھے روایت کیا اس کو طبرانی نے معجم الکبیر میں راوی اس کے سب ثقہ ہیں صرف ابو سعید
ثقہ ہونیکے باوجود تدلیس کرتا ہے اور مدلس راوی کی حدیث اگر وہ ثقہ ہے تو محدثین
کے نزدیک قابل قبول ہے۔ بشرطیکہ اس سے سماع ثابت ہو جائے (۱۰) عن ابی وائل قال لم یکن عمر وعلی یجہران ببسم
اللہ الرحمن الرحیم ولا بآمین (آثار السنن) یعنی حضرت عمرؓ وحضرت علی آمین وبسم اللہ
میں جہر نہیں کرتے تھے۔ اور معجم طبرانی میں ایک حدیث ہے جس سے تو عدم سنیۃ جہر بآمین کا صاف

صاف فیصلہ ہی کر دیا ہے د و ہو ہذا (۱۱) عن وائل ان علیہ السلام امّن ثلاث مرات الم
معجم طبرانی (عرف الشذی) یعنے وائل روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ
آمین کہا۔ اور حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں جو شرح مواہب لدنیہ میں
منقول ہے تثلیث امین تثلیث الواقعۃ لا انہ امن ثلثا فی واقعۃ واحدۃ
کما زعمہ بعض الناس الجاھلون الخ یعنے امن ثلثا کے یہ معنی ہیں کہ راوی تین واقعوں
میں آمین کا ذکر کر رہا ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ ایک واقعہ میں تین مرتبہ آمین کہی جیسا کہ بعض جاہلوں نے
سمجھ رکھا ہے لہٰذا یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جہر با آمین کو اگر تسلیم ہی کریں تو
یہ تین مرتبہ یا کم و بیش صرف تعلیماً ہی ہوا ہے سنیۃ کا اس سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ اسکے
علاوہ بعض معترضین اپنی غلطی سے عطاؒ تابعی کا قول پیش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں دو
سو صحابہؓ سے ملا ہوں وہ جہر با آمین کرتے تھے۔ حالانکہ یہ اعتراض ہم پر وارد ہی نہیں ہوتا کیونکہ
ہم تو پہلے مان چکے کہ صحابہؓ اس میں مختلف ہیں اور اگر کثرت دکھانے کے لئے پیش کیا جاتا
ہے تو جہر نہ کرنے والے صحابہؓ میں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل
القدر اور مجتہد صحابہؓ ہیں اور حافظ ابن تیمیہؒ کے اصول پر تو کہا جائے گا کہ جن چند احادیث
سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جہر کرنا ثابت ہوتا ہے اس کے علاوہ تمام نمازیں آپ کی عدم
جہر یعنی اخفا میں شامل ہونگی اور اسی طرح ان صحابہؓ کے علاوہ جو جہر کرتے ہیں ہزارہا صحابہؓ
نہ کرنے والوں میں شمار ہوں گے پھر کثرت کا دعویٰ بھی صحیح نہ رہیگا۔ نیز ابن ماجہ میں جو حضرت
ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے اگرچہ وہ ضعیف ہے لیکن مثبتین جہر اسکو بھی پیش کرتے ہیں مگر اس لفظ
پر کبھی غور نہیں کرتے کہ اسمیں حضرت ابو ہریرہؓ شکایت کرتے ہیں ترک الناس التامین
یعنے لوگوں نے آمین کا کہنا چھوڑ دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو سو چار سو نہیں بلکہ ہزارہا
صحابہؓ و تابعین میں سے اکثر جہر با آمین نہیں کرتے تھے تب ہی تو حضرت ابو ہریرہؓ کو یہ شکایت
کرنا پڑی۔ اس سے بڑھکر اس کی تائید میں وہ نقل ہے جو ابن جریر طبریؒ نے تہذیب الآثار میں

بیان کیا ہے ان اکثر الصحابۃ والتابعین رضی اللہ عنہم انہم کانوا یخفون بہا۔ اکثر
صحابہؓ اور اکثر تابعین رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے کہ وہ آمین میں اخفا کرتے تھے جہر نہیں
کرتے تھے۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ عطاؒ کا دو سو صحابہؓ کا جہر ثابت کر دینا ہزارہا صحابہؓ میں سے
کثرت پر دلالت کرتا ہے یا ابن جریر طبریؒ کا جو کہ مسلّم امام حدیث و تفسیر ہیں ان کا یہ تصریح کر دینا
کہ اکثر صحابہؓ و تابعین جہر نہیں کیا کرتے تھے کثرت پر دلالت کرتا ہے سو ہم الزام انکو دیتے
تھے قصور اپنا نکل آیا۔ اس سے تمام بحث کا یہ نتیجہ نکلا کہ جہر آمین کی سنیۃ کسی طرح ثابت نہیں
اور اصل اس میں اخفا ہی ہے چہ جائیکہ بقاء و دوام سنیۃ کا دعویٰ صحیح ہو۔ ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان

مسئلہ قراۃ فاتحہ خلف الامام

مجتہد صاحب کا چوتھا دعویٰ تو تقریروں میں یہ تھا کہ۔ قراۃ فاتحہ خلف الامام فرض ہے
تمام مقتدیوں کے لئے اور اسکی فرضیۃ آجتک باقی ہے اور امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے
والے کی نماز قطعاً نہیں ہوتی اسلئے کہ اس کی فرضیۃ مقتدی کے لئے نص صریح قطعی الدلالۃ
سے ثابت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر تک برابر اس کی تاکید فرماتے رہے۔ لیکن اب
ثبوت کے وقت وہ دم خم تو نہ رہے مگر بے دلیل ہی اب یہ فرماتے ہیں کہ (قال) قراۃ فاتحہ
خلف الامام مقتدی پر فرض ہے اور اس کی فرضیۃ آجتک باقی ہے (قلت) اس فرضیۃ
و بقاء فرضیۃ کی کوئی تو ایک صحیح و صریح حدیث پیش فرمائی ہوتی یا دعویٰ بلا دلیل ہی خیال
کے یہاں معتبر ہے اگر ایسا ہے تو پھر ناحق آپنے بیچارہ مولوی احمد صاحبؒ کی اپنی عدم ذمہ داری
کا اظہار کرکے جھوٹا بنایا اور خواہ مخواہ ان کو من کذب علیّ متعمدا الخ میں شامل کرنیکی صورت
نکالی اور سب دعووں کو بھی اس تحریر میں قبول کر لیتے تو بہتر تھا اس لئے کہ دلیل دینا تو آپکے
یہاں ضروری ہی نہیں کسقدر غضب ہے کہ زبانی مناظرہ سے جان چرائی اور تحریری کی
اڑ پکڑی اب تحریر لکھنے بیٹھے تو اسمیں بھی دلائل کے نام صفر۔ دعوے تو یہ کچھ اور دلیل

کا نام تک نہیں۔ کیا اسی برتے پر مقلدین کو طعن کرنے کا حوصلہ کیا تھا۔ افسوس سے لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار ہی نہیں۔ آپ نے دعوے تو بقا فرضیتہ کا کردیا لیکن واضح رہے کہ انشاء اللہ قیامت تک ایک ہی صحیح و صریح حدیث اس کے لئے نہیں پیش کر سکتے اور نہیں دکھا سکتے (قال) اس کا کوئی ناسخ نہیں (قلت) پہلے کسی صحیح و صریح حدیث سے فرضیتہ یا استمرار فرضیتہ تو ثابت کر دیجئے نسخ کی توجیہ ہی ضرورت ہو گی۔ ورنہ فضول کلام کو غلط کرنے سے کیا فائدہ (قال) معتقد فرضیتہ اگر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو قطعاً اسکی نماز نہ ہوگی (قلت) خوب اب تو جناب کے ہوش درست ہو گئے اور آگئے قرینہ پر یا تو یہ زور و شور تھا کہ شب و روز حنفیہ پر طعن و تشنیع ہوا کرتی تھی کہ یہ نص صریح اور احادیث صحیحہ کے تارک ہیں اور ان کی نماز قابل اعتماد نہیں یا آج غیر مقلدیت اور اجتہاد کو بالائے طاق رکھکر حنفیہ و شافعیہ کے اختلاف میں محدود ہو گئے اور اس کی آڑ پکڑنے لگے اب فرماتے ہیں کہ معتقد فرضیتہ کی نماز بغیر فاتحہ پڑھے نہیں ہوتی جسکا مطلب یہ نکلا کہ اسکی فرضیتہ قرآن و احادیث کی منصوص فرضیتہ نہیں جیسا کہ آجتک آپ کا دعوی رہا ہے بلکہ اس کی فرضیتہ مجتہدین کے اجتہاد کے ماتحت مجتہد فیہ ہے تو ایسی صورت میں منکرین فرضیتہ کو تارک احادیث صحیحہ کہنا سخت جہالت اور حماقت ہے اور انپر طعن کرنا حدیث صحیح کے ماتحت جو مسلم میں مذکور ہے خود مورد لعن و طعن بننا ہے فیا للعجب (قال) اور از سلف تا خلف (قلت) یہ تو وہی پہلی بات ہے جو اصل بحث سے بالکل غیر متعلق ہے اور صرف اثبات دعوی سے گریز کے حیلے ہیں۔ (قال) اور اس پر طعن و تشنیع حرام (قلت) پھر یہ وہی بے تعلق باتیں اور غیر متنازع فیہ کلام جناب نے شروع کر دیا یہ بات تو مولوی احمد صاحب کو سنانی تھی یا خود آپ کو سوچنا چاہئے تھا کہ جب جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرضیتہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں اور من حیث الاحادیث یہ بھی صحیح نہیں ہے تو پھر کیوں آپنے اور آپکے جیسے دوسرے مجتہد صاحب نے حنفی مقلدین پر لعن طعن کر کے حبط اعمال کا سامان کیا اور حرمت کے مرتکب ہوئے۔ آپ کی بھی وہی مثل ہے۔ خود را فضیحت

ودیگران رانصیحت (قال) بہرحال دعویٰ حرمت وکراہت سراسر غلط و باطل۔

(قلت) ناظرین ذرا پہلے ہماری اس تحریر کو دیکھ لیں جسکا جواب مجتہد صاحب دے رہے ہیں اور پھر اس بے تکے کلام اور جھوٹی بات کو دیکھیں جو یہاں مجتہد صاحب فرمارہے ہیں۔ بھلا مجتہد صاحب ہماری اس تحریر میں بتائے تو کس جگہ یہ دعویٰ مذکور ہے اپنی اس جھوٹی عبارت کا ایک لفظ تو میری تحریر میں اس بارہ میں دکھا دیجئے۔ ورنہ وعید فلعنۃ اللہ علی الکاذبین سے ڈریئے۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ سب باتیں اب ثبوت کے وقت گریز اور جان چھڑانے کے لئے ہو رہی ہیں۔ مگر یاد رکھئے کہ ان غلط دعوؤں کا لقمہ آپ کے گلے میں ایسا اٹکا ہے کہ نہ اگلا جائیگا اور نہ نگلا جائیگا ؎ من خوب می شناسم پیران پارسارا۔ میں جناب کی ان چالاکیوں کو خوب سمجھتا ہوں ؎ بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش۔ من انداز قدت رامی شناسم۔ (قال) اس سے زائد میں کسی امر کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ (قلت) آپ تو اس قدر کے بھی ذمہ دار نہیں ہیں بے دلیل ہی سب کچھ فرمارہے ہو۔ مجتہد صاحب یہ بات آپ بار بار ہمسے نہ کہئے اگر آپ عاجز ہیں تو مولوی احمد صاحب سے کہئے یا اپنی جماعت سے کہئے جنکی آپ وکالت کررہے ہیں وہی کچھ آپ کی اس عاجزی اور کمزوری کے لئے بہتر راہ سوچینگے۔ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں کہ کمان سے چھوٹا تیر واپس نہیں ہوتا ذمہ داری وغیر ذمہ داری کو تو دعوے کرتے وقت سوچنا چاہئے تھا اب تو دو ہی راستہ ہیں یا ہمارے تحریر کردہ دعوؤں کو ثابت کر دیجئے جیسا کہ آپ وعدہ کرچکے ہیں اور یا پبلک کے روبرو مجمع عام میں ان غلط دعوؤں سے توبہ کیجئے اور آئندہ مسلمانوں کو بہانہ بہانہ سے کافر نہ بتائے اور ان پر طعن وتشنیع نہ کیجئے۔ ورنہ یاد رکھئے ؎ ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ خیر مجتہد صاحب کے تو ثبوت کے وقت ہوش وحواس بھی بجا نہ رہے ورنہ دعوے کے لئے دلیل دینا تو ان کے یہاں حرام ہی ہے صرف تقلید کے مسئلہ میں چونکہ بعض عبارتوں میں فریب دہی اور ابلہ فریبی کی گنجائش تھی لہٰذا اپنے زعم میں اسے تو خوب ثابت کرنیکی کوشش کی اگرچہ بحمد اللہ اس میں بھی منہ کی کھائی مگر بقیہ تمام دعوؤں

ہیں دلیل دینا مجتہد صاحب کیلئے نصیب دشمناں بن گیا اس لئے اب اگرچہ ہم منکر فرضیۃ ہیں
اور مجتہد صاحب مدعی فرضیۃ اس لئے ہمکو تو فقط لانسلم ہی کہدینا کافی ہے مگر اتمام حجت کے طور
پر مناسب سمجھتے ہیں کہ جب مجتہد صاحب نے اس دعوے سے بھی گریز کرلیا اور بقیہ دعوے کی
بھی دلیل نہ دیسکے۔ بلکہ غیر ذمہ داری کا اعلان کردیا۔ تو ہم ہی اپنے انکار کی کچھ سندیں پیش کردیں
لہذا سنئے! مجتہد صاحب کے دعویٰ کی تحلیل کیجائے، تو وہ تین جزمیں محلل ہوسکتا ہے یعنے اس
دعوے کے تین ٹکڑے ہوسکتے ہیں (۱) فاتحہ کا نماز میں پڑھنا فرض ہے یعنے بغیر فاتحہ نماز باطل
ہوتی ہے اور قطعاً نہیں ہوتی (۲) مقتدی کے لئے امام کی قرأۃ کافی نہیں بلکہ اس کو بھی
فاتحہ پڑھنا فرض ہے (۳) اور اس کا ثبوت بنص صریح احادیث صحیحہ میں موجود ہے جو بغیر ثبوت
نسخ منسوخ نہیں ہوسکتی اور ہم ان تینوں دعووں سے منکر ہیں اور ہر دعوے کے انکار پر
بحمداللہ احادیث وآیات قرآنی سے دلیل رکھتے ہیں لہذا ہم ہر دعوی کے انکار میں جدا جدا
بحث کرتے ہیں تاکہ بحیثیت مجموعی اصل دعوی کا عدم ثبوت ثابت ہوجائے اس لئے کہ اجزاء
کے انتفا سے کل بھی منتفی ہوجاتا ہے (پہلے دعوے کے انکار کی پہلی دلیل) یہ ہے۔ قال اللہ
تعالےٰ فی القرآن المجید۔ فاقرؤا ما تیسر من القرآن۔ یعنے خدائے قدوس کلام مجید میں
ارشاد فرماتا ہے کہ تم نماز میں قرآن میں سے جو آسان معلوم ہو وہی پڑھ لیا کرو۔ یہ آیت ہمکو
اس بات کا حکم کرتی ہے کہ نماز میں نفس قرأۃ فرض ہے فاتحہ یا کسی صورت کی کوئی خصوصیت
نہیں بلکہ قرآن شریف میں سے جہاں سے بھی ہم پڑھ لیں تو ہم خدا کے حکم سے عہدہ برآ ہو
جائینگے اور اس فرضیۃ کی ادا سے فارغ ہوجائینگے۔ اور اسی کی تائید بخاری شریف کی
یہ حدیث کرتی ہے۔ عن ابی ھریرۃ فی حدیث طویل فقال والذی بعثک بالحق ما
احسن غیرہ فعلمنی فقال اذا قمت الی الصلوٰۃ فکبر ثم اقرء ما تیسر معک من القرآن
ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً الحدیث۔ رواہ البخاری۔ حضرت ابو ہریرہؓ ایک شخص کا واقعہ
نقل فرماتے ہیں کہ اس نے مسجد میں آکر نماز پڑھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف فرما تھے

نماز پڑھکر جب وہ چلنے لگا تو آپ کو سلام کیا آپ نے جوابِ سلام دیکر فرمایا ارجع فصل فانك لم تصل جاؤ نماز پڑھکر آؤ اس لئے کہ یہ تمہاری نماز نہیں ہوئی. دوبارہ پھر اسی طرح وہ شخص آیا اور آپ نے پھر وہی جواب مرحمت فرمایا تب اُسنے عرض کیا کہ اس ذات پاک کی قسم جسنے آپ کو مبعوث فرمایا ہے میں اس سے زیادہ اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا لہٰذا مجھکو سکھا دیجئے کہ میں کیسے پڑھوں تب آپ نے ارشاد فرمایا جب تو نماز کے لئے آمادہ ہو تو تکبیر کہہ پھر جو تجھے قرآن میں سے آسان پڑے وہ پڑھ پھر رکوع کر یہانتک کہ رکوع اطمینان کے ساتھ ادا ہو۔ (بخاری شریف) قرآن کریم کی نص صریح اور صحیح بخاری کی نص صریح دونوں اس بات کو واضح کر رہی ہیں کہ بلا تخصیص فاتحہ وغیر فاتحہ کے قرآن کریم سے نماز میں ماتیسر پڑھ لینا فرضیتہ قرأت کو ادا کر دیتا ہے اور یہی مذہب ہے امام اعظم سراج الائمہ امام ابو حنیفہؒ کا کہ مطلق قرآن کا نماز میں پڑھنا یعنی ماتیسر کو ادا کردینا فرض ہے۔ اور فاتحہ کا اور سورت کا یا فاتحہ کے علاوہ چند آیات کا خصوصیت سے پڑھنا فرض نہیں بلکہ واجب ہے اور فرض و واجب میں شرعی فرق یہ ہے کہ فرض کے چھوڑدینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور واجب کے چھوڑدینے سے نماز ناقص اور واجب الاعادہ ہوتی ہے. تو اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فاتحہ وسورت کا واجب ہونا امام اعظم نے کہاں سے نکالا. تو اس کے لئے بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی وغیرہا کی یہ احادیث صحیحہ ہیں۔ (۱) عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى صلوٰة لم يقرء فيها بفاتحة الكتاب فهي خداج يقولها ثلثا رواه مسلم۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ناقص ہے تین مرتبہ یہی فرمایا. روایت کیا ہے اس کو مسلم نے۔ (۲) عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا صلوٰة لمن لم يقرء بفاتحة الكتاب. رواه الجماعة حضرت عبادہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں. روایت کیا اس کو جماعہ نے. یعنے ناقص ہے جو نہونیکے برابر ہے جیسا کہ اوپر حدیث صحیح مسلم میں گذر چکا۔ (۳) عن عائشة قال سمعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلّی صلوٰۃ لم یقرء فیھا بام القرآن فھی خداج

رواہ احمد وابن ماجۃ والطحاوی واسنادہ حسن (اثار) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے

روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو نماز پڑھے اور اس میں سورۂ

فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ناقص ہے۔ امام احمدؒ۔ ابن ماجہؒ۔ اور امام طحاویؒ نے اس کو نقل

کیا ہے اور اسناد اس کی اچھی ہے۔ (۴) عن ابی سعیدؓ قال امرنا ان نقرء بفاتحۃ

الکتاب وما تیسر رواہ ابوداؤد واحمد وابو یعلی وابن حبان واسنادہ صحیح۔ (آثار السنن)

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حکم کیا گیا کہ ہم نماز میں سورۂ

فاتحہ اور اس کے سوا جو آسان ہو پڑھا کریں۔ یعنے فاتحہ کیساتھ سورہ بھی ملایا کریں۔ (۵) عن

عبادۃ بن الصامت یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ

الکتاب فصاعدًا رواہ ابوداؤد و سکت عنہ ورجالہ رجال الصحیح (اعلاء السنن)

حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں ہے

جو سورۂ فاتحہ اور اس سے زیادہ (سورت یا چند آیات) کو نہ پڑھے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد

نے اور اس کی سند سے خاموشی اختیار کی لیکن اس حدیث کی سند صحیح ہے اس لئے کہ اس

کے تمام راوی صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ (۶) عن ابی سعید قال قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلوٰۃ الطھور وتحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم

ولاصلوٰۃ لمن لم یقرء بالحمد وسورۃ فی فریضۃ وغیرھا رواہ الترمذی حضرت ابوسعید

فرماتے ہیں۔ فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی کنجی پاکی ہے (یعنے وضو) اور

نماز میں سب چیزوں سے روک دینے والی تکبیر ہے اور اس سے حلال کر دینے والا سلام ہے

اور اس شخص کی نماز نہیں جس شخص نے الحمد اور سورۃ کو اس میں نہ پڑھا فرض نماز ہو یا غیر فرض

اس روایت میں ابوسفیان سعدی ہے۔ جو بعض کے نزدیک متکلم فیہ ہے لیکن اس کی تحسین خود

ترمذی نے کتاب التفسیر میں کر دی ہے۔ بقیہ راوی سب غیر متکلم فیہ ہیں۔ اس لئے حدیث حسن ہے

(۷) اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ ہی کی جو مسلم میں ہے اس میں زہری روایت کرتے ہیں۔ لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بام القرآن فصاعدا یعنے نماز بغیر فاتحہ اور اس سے زاید (یعنے سورۃ یا چند آیات) کے نہیں ہوتی۔ (۸) اور نسائی میں بھی اس حدیث میں لفظ فصاعدا موجود ہے۔ صحیح بخاری صحیح مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ صحیح ابن حبان۔ مسند ابویعلی وغیرہا کی یہ احادیث امام الائمہ امام اعظم کی اس مسئلہ میں دلیل ہیں کہ فاتحہ اور اس سے زائد کا نماز میں پڑھنا واجب ہے اور نماز بغیر ان کے ناقص رہتی ہے جو واجب الاعادہ ہے اور بوجہ وجوب اعادہ گویا نہ ہونے کے حکم میں ہے اور بحکم آیت کریمہ فاقرؤا ماتیسر من القرآن نماز میں فرض صرف نفس قراءۃ ہی ہے جس کی تائید بخاری کی گذشتہ حدیث بھی کرتی ہے۔ اس طریق سے بغیر کسی تاویل کے قرآن کریم کی آیت پر بھی عمل ہو جائیگا اور تمام احادیث صحیحہ جو اس بارہ میں آئی ہیں ان پر بھی عمل ہو جائیگا اور اگر اس طریقہ کو اختیار نہ کیا جائے تو پھر چند خرابیاں لازم آئنگی اور متعدد صحیح احادیث کو بغیر کسی صحیح توجیہ کے چھوڑ دینا پڑیگا جن کو ہم بطور شبہات اور اس کے جواب کے گذارش کرتے ہیں۔ (شبہ اول) حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو صحیحین وغیر صحیحین میں مذکور ہے لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب۔ اور لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب فصاعدا اس سے آیت فاقرؤا ماتیسر من القرآن میں تخصیص کر لینا چاہئے تاکہ یہ مطلب ہو جائے کہ آیت میں تو مطلق قراۃ فرض ہے اور اس حدیث نے سورۂ فاتحہ کی بھی تخصیص کر دی کہ بغیر اس کے نماز ہی نہیں ہوتی۔ یا آیت کو مجمل مان لیا جائے اور اس کی تفصیل اس حدیث کو ٹھیرا دیا جائے۔ ایسا کرنے میں کیا نقصان ہے (اس کا جواب) یہ ہے کہ اول تو حدیث سے مطلقا قرآن کریم میں تخصیص کر لینا خود ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے سلف سے اس میں اختلاف ہے۔ دوسرے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث مشہور و متواتر سے یا بقول مجتہدین علیہم کے خبر واحد سے بھی قرآن کریم کی آیت میں تخصیص ہو جاتی ہے لیکن یہاں تب بھی تخصیص ممکن نہیں اس لئے کہ تخصیص ہمیشہ عام حکم میں ہوا کرتی ہے اور اسی طرح تفصیل کی ہمیشہ حکم اجمالی میں ضرورت پڑتی ہے لیکن یہ آیت

نہ تو عام ہے جو تخصیص کیجا سکے اور نہ مجمل ہے جو تفصیل کی محتاج ہو۔ دیکھئے خود حافظ ابن حجر شافعیؒ فتح الباری میں اس کا فیصلہ فرما رہے ہیں اور حدیث ابو ہریرہؓ کے تحت میں لکھتے ہیں جسکو ہم ابھی نقل کر آئے ہیں والذین عینوھا اجابوا بان الدلیل علی تعینہا تقیید المطلق فی ھذا الحدیث وھو متعقب لانہ لیس بمطلق من کل وجہ بل ھو مقید بقید التیسیر الذی یقتضی التخییر وانما تکون مطلقا لو قال اقرء قرانا ثم قال اقرأ فاتحۃ الکتاب وقال بعضہم ھو بیان للمجمل وھو متعقب ایضا لان المجمل ما لم تتضح دلالتہ وقولہ ما تیسر متضح لانہ ظاھر فی التخییر الخ۔ اور جن لوگوں نے فاتحہ کو رکن صلوٰۃ یعنے فرض مقرر کیا ہے وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ فرضیۃ فاتحہ کی دلیل اس حدیث کے اطلاق کو مقید مان لینے سے ہوتی ہے اور یہ ان کا کہنا قابل قبول نہیں اس لئے کہ یہ حدیث مطلق نہیں ہے من کل الوجوہ بلکہ قید تیسیر کیساتھ مقید ہے جو اس اختیار کو مقتضی ہے کہ فاتحہ وغیر فاتحہ میں سے جو آسان ہو وہ پڑھے یہ حدیث مطلق تو جب ہوتی کہ آپ یہ فرماتے اقرأ قرانا یعنے قرآن پڑھ پھر فرماتے اقرأ فاتحۃ الکتاب۔ اور بعض کا خیال ہے کہ یہ مجمل کا بیان ہے یعنے ما تیسر سے مراد فاتحہ ہے تو یہ بھی قابل قبول نہیں اس لئے کہ مجمل وہ ہوتا ہے جسکی دلالت واضح نہ ہو اور ما تیسر تو خود واضح اور ظاہر ہے اس امر کے لئے آپ اس کو اختیار دیتے ہیں کہ جو چاہے قرآن سے پڑھ لے بغیر تخصیص فاتحہ و غیر فاتحہ کے۔ انتہیٰ۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں یہ بہترین فیصلہ اس حدیث کے تحت میں بیان کیا ہے جو بخاری سے ہم نقل کر آئے ہیں جس میں ہے فاقرء ما تیسر معک من القرآن اور جس سے ہمنے استدلال فرضیۃ قراۃ قرآن بقدر تیسر کا کیا ہے۔ اب آپ دیکھ لیجئے کہ اس حدیث کے الفاظ۔ اور آیت فاقرءوا ما تیسر من القرآن میں کیا فرق ہے ہمکو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قرآن کریم ہی سے اخذ کی گئی ہے اور آپ اسی حکم کا اعادہ فرما رہے ہیں جو خدائے قدوس کے اس کلام سے نکلتا ہے۔ اس لئے اس آیت و حدیث میں نہ تخصیص جائز ہے اور نہ

یہ تفصیل کی محتاج ہے پس امام اعظم کا استدلال ہی بالکل صحیح ہے (دوسرا شبہ) ان احادیث میں لاصلوٰۃ آتا ہے جسکی ظاہر معنی یہ ہوتے ہیں کہ نماز نہیں ہے اور تمہارے استدلال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطلق فرض ادا ہو جاتا ہے لیکن نماز ناقص ہوتی ہے یعنے آپ اس نفی سے مراد نفی کمال لے رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے جبکہ ظاہر الفاظ سے مطلق نفی صلوٰۃ معلوم ہوتا ہے۔

(تو اس کا جواب یہ ہے) کہ ہم بیشک لاصلوٰۃ کے اپنے معنے بحال رکھتے ہوئے مراد اس سے نفی کمال لیتے ہیں اور اس کی تین وجہ ہیں اول یہ کہ اگر ہم اس سے مراد نفی کمال نہ لیں تو پھر آیت کریمہ میں کہ جس کی تائید میں صحیح بخاری کی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ بھی موجود ہے اور ان احادیث میں تعارض اور مخالفت ہو جائیگی۔ اس لئے کہ جیسا کہ گذر چکا آیت تو اس بارہ میں مقید ہے کہ تم کو اختیار ہے جو آسان معلوم ہو وہی قرآن سے پڑھ لو یعنے فاتحہ فرض نہیں صرف ماتیسر من القرآن فرض ہے اور حضرت عبادہؓ وغیرہ کی احادیث کہتی ہیں کہ فاتحہ بھی ماتیسر کے علاوہ فرض ہے بلکہ بعض صحیح احادیث کہتی ہیں کہ فاتحہ سے زاید بھی یا سورت بھی فرض ہے پس اگر لاصلوٰۃ کے معنی یہ لے لیں کہ نماز سرے سے ہوتی ہی نہیں یعنے اصل صلوٰۃ کو بھی منتفی مان لیں۔ تو اس تعارض اور اختلاف کے وجہ سے یا آیت کو چھوڑنا پڑیگا اور یا احادیث صحیحہ کو اور آیت میں تخصیص ممکن نہیں تاکہ اس میں تخصیص کریں اسلئے کہ وہ خود مخصوص اور مقید حکم ہے تو اب بہت بڑی خرابی پیدا ہو جائیگی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ان القرآن یفسر بعضہ بعضاً یعنے قرآنی کی بعض آیات بعض آیات کی خود ہی تفسیر کر دیتی ہیں تو اسی طرح حدیث میں بھی یہی ضابطہ ہے کہ الحدیث یفسر بعضہ بعضا بعض حدیث خود ہی بعض حدیث کی تفسیر کر دیا کرتی ہیں۔ تو حضرت عبادہؓ کی حدیث میں جو لاصلوٰۃ اس شخص کی نماز کے بارہ میں ہے جو فاتحہ نہ پڑھے۔ اس لاصلوٰۃ کی تفسیر صحیح مسلم کی حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرما رہے ہیں۔ من صلی صلوٰۃ لم یقرء فیہا بفاتحۃ الکتاب فھی خداج یعنے جو نماز میں فاتحہ نہ پڑھے اسکی نماز خداج ناقص ہے۔ لغت عرب میں خداج کے معنی نقصان

کے آتے ہیں یا حمل کے نہیں آتے الخداج کل نقصان فی شئ (منجد) اس طرح حضرت عائشہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی تفسیر فہی خداج فرماتی ہیں جو طحاوی۔ ابن ماجہ مسند امام احمد میں مذکور ہے۔ تو اب آپ ہی انصاف فرمائے کہ جو تفسیر احادیث صحیحہ لاصلوٰۃ کی کر رہی ہیں وہ درست ہے یا جو ہم اپنے فہم ناقص سے کرتے ہیں وہ درست ہے اس لئے امام ابو حنیفہ اس نماز کو خداج یعنے ناقص فرماتے ہیں اور نفی کمال مراد لیتے ہیں۔ اور یہ محاورہ ہے کہ اہل عقل ناقص اور ردی کام کو اکثر یہی کہا کرتے ہیں کہ یہ تو نہونیکے حکم میں ہے۔ (تیسری وجہ یہ ہے) کہ جس شئے کی نظیر موجود ہوتی ہے تو صاحب اوراک وفہم کا یہی فیصلہ ہوتا ہے کہ اس شئے پر بھی اس کی نظیر ہی کا حکم ہونا چاہئیے تو امام اعظم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جبکہ تمام علماء باتفاق ان احادیث وآیت میں لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ نہیں ہوتی۔ لاایمان لمن لاامانۃ لہ جس شخص میں امانۃ موجود نہیں اس کے ایمان ہی نہیں۔ لاصلوٰۃ لعبد الآبق حتی یرجع بھاگے ہوئے غلام کی نماز ہی نہیں ہوتی جبتک کہ آقا کے پاس واپس نہو۔ انہم لاایمان لہم تحقیق ان لوگوں کی قسمیں ہی نہیں لاصلوٰۃ سے بھی یہی مراد لیتے ہیں کہ اصل صلوٰۃ تو ہو جاتی ہے لیکن نماز کامل نہیں ہوتی یا مقبول نہیں ہوتی یا اس کا ایمان کامل نہیں ہے یا ان لوگوں کی قسمیں معتبر نہیں ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان مقامات پر تو بغیر اختلاف نفی سے نفی کمال مراد ہو اور لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب میں جبکہ اس کے دلائل وشواہد بھی موجود ہوں نفی کمال مراد نہو فمن ادعی الفرق بینہما فعلیہ البیان پس جو شخص ان احادیث میں فرق کا مدعی ہے اس کو چاہئیے کہ ہماری طرح اس کو احادیث صحیحہ سے ثابت کرے ورنہ ہمارے اس صحیح ومدلل توجیہ کو قبول کرلے۔ (چوتھی وجہ یہ ہے) کہ ان احادیث میں بعض میں تو فاتحہ کا تذکرہ ہے اور بعض میں فاتحہ کیساتھ ما زاد اور فصاعدا اور ما تیسر اور سورۃ بھی ہے جو سورۃ اور فاتحہ کو ایک حکم میں ہی بتاتی ہیں اور یہ تمام زیادتیں ثقہ اور ثقہ راویوں سے صحیح وحسن احادیث میں موجود ہیں اور ثقہ کی زیادتی باتفاق جمہور محدثین معتبر ہے اگر اسکی زیادت دوسرے ثقہ یا اس سے

ثقہ کی صحیح روایت سے نہ مخالف ہو اور یہاں یہ زیادت کسی ثقہ کی روایت کے مخالف نہیں اسلئے
کہ بعض روایات ثقہ میں ان الفاظ سے سکوت ہے اور بعض میں یہ زیادت پائی جاتی ہیں اور
زیادۃ سکوت کے منافی نہیں تو چاہیئے کہ سورۃ بھی فرض قرار دیجائے اور بغیر اس کے بھی نماز باطل
ہوا کرے حالانکہ اس کا جمہور میں سے کوئی بھی قایل نہیں ہے۔ پھر حدیث کے ایک جملہ کو فرض کہنا
اور اسی حدیث کے دوسرے جملہ کو فرض نہ ماننا کونسی شرعی دلیل پر مبنی ہے لہٰذا جو فاتحہ کو ان احادیث
سے فرض مانتے ہیں ان کو چاہیئے کہ یا اس سے زاید۔ سورت کو بھی فرض مانیں ورنہ فاتحہ کی
فرضیت کے بھی مدعی نہوں۔ تو الحمد للہ کہ ان وجوہات اربعہ سے نہایت وضاحت وصراحت کیساتھ
ثابت ہو گیا کہ امام اعظم کا مسلک ہی اس بارہ میں صحیح ہے کہ فاتحہ وما زاد واجب ہیں نہ کہ فرض
ہاں آپ اگر فاتحہ کو فرض مانینگے تو آپ پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ آیت کریمہ وصحیح بخاری کی اس حدیث
کو چھوڑا جسمیں ما تیسر من القرآن فرض بتایا گیا تھا اور پھر ان صحیح احادیث کو ترک کیا جنمیں
فاتحہ کیساتھ ساتھ سورۃ کا بھی ذکر تھا فمن ادعی ابطال ھٰذہ الوجوہ الاربعۃ فعلیہ البیان
جب یہ بات مدلل ہو چکی کہ فاتحہ کا پڑھنا نماز میں فرض نہیں ہے تو مجتہد صاحب کے دعویٰ کے
اس ایک ہی جزء کے غلط ثابت کردینے سے تینوں جزء آپ ہی غلط ہو گئے۔ یعنے جب آیت
وصحیح احادیث سے معلوم ہو گیا کہ سرے سے فاتحہ کا پڑھنا ہی فرض نہیں ہے تو پھر مقتدی کے
لئے بھی قرأۃ فاتحہ خلف الامام فرض نہوا اور اس کیلئے دعوے نص صریح بھی بالکل غلط نکلا۔ لہٰذا
ہم مجتہد صاحب کے مقابلہ میں تو اپنے فرض سے بالکل سبکدوش ہو گئے۔ لیکن ہم پھر بھی یہ بات چاہتے
ہیں کہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ کو ابھی ذرا اور واضح کردیں تاکہ ہمارا مقصد بھی کامل ہو جائے
لہٰذا سنیئے۔ قرآن کریم میں خدائے قدوس ارشاد فرماتا ہے۔ واذا قرئ القرآن فاستمعوا
لہ وانصتوا لعلکم ترحمون یعنے جب قرآن شریف پڑھا جائے تو تم اس کی طرف کان لگاؤ
اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ یہ آیت نماز میں مقتدی کے خاموش رہنے اور استماع
قرآن کے بارہ میں نازل ہوئی ہے چنانچہ تفسیر ابو سعود میں ہے وجمہور الصحابۃ رضی اللہ

عنهم علی انه فی استماع المؤتم یعنے جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے کہ یہ آیت مقتدی کے استماع قرآن کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ نیز حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے کہ یہ آیت مقتدی کے بارہ میں ہے۔ لیکن بعض مفسرین کا خیال یہ ہے کہ یہ آیت خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے کہ اسمیں استماع قرآن خاموشی کیساتھ کرنا چاہیئے۔ یہ اگر صحیح بھی ہو تو ہم کو پھر بھی کوئی مضر نہیں اس لئے کہ جب خطبہ میں استماع قرآن فرض ہوا تو نماز میں بدرجہ اولیٰ فرض ہوگا۔ دوسرے یہ علمائے محققین سلف وخلف کا متفقہ اصول ہے کہ لاعبرۃ لخصوص المورد بل العبرۃ لعموم الالفاظ یعنے حکم نصوص میں مورد خاص کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار رہا کرتا ہے۔ بہرصورت آیت کریمہ یہ حکم دیتی ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کا استماع فرض ہے۔ اور اس کی تائید مسلم شریف اور نسائی کی صحیح حدیث فاذا قرء فانصتوا یعنے جب نماز میں قرآن پڑھا جائے تو تم چپ رہو۔ کرتی ہے۔ لہٰذا امام اعظم فرماتے ہیں کہ جب امام قرأۃ قرآن کرے تو اسوقت مقتدیوں کا فرض یہ ہے کہ وہ استماع کریں اور خاموش رہیں۔ ممکن ہے کہ یہ شبہ کسی شخص کو پیدا ہو کہ جہری نماز میں تو خیر ہم سن سکتے ہیں لیکن سری نمازوں میں تو ہم سن ہی نہیں سکتے پھر کیوں خاموش رہیں تو یہ خیال بالکل غلط ہے اس لئے کہ آیت میں اسمعوا نہیں ہے بلکہ استمعوا ہے اور ان دونوں میں من حیث اللغۃ بہت بڑا فرق ہے اسمعوا کے معنی ہیں (سنو) اور استمعوا کے معنے ہیں (کان لگاؤ) چاہے سنائی دے یا نہ سنائی دے۔ اس فرق کو شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ نے اپنے ترجمہ میں خوب واضح کردیا ہے۔ اور اگر کسی شخص کو اس بارہ میں اب بھی تشفی نہ ہوئی ہو تو صحیح مسلم کی اس حدیث کو ملاحظہ فرماویں کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغیر اذا طلع الفجر وکان یستمع الاذان فان سمع اذاناً امسک والا اغار یعنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کے وقت کسی بستی پر حملہ کرتے تو پہلے اذان کی طرف کان لگاتے پس اگر اس بستی میں اذان سن لیتے تو پھر حملہ سے رک جاتے ورنہ حملہ فرماتے۔ دیکھیے یہاں استماع اور سمع میں کسقدر صاف فرق ظاہر ہوگیا۔ اور

شیخ ابن ہمامؒ نے تو فتح القدیر میں اس مسئلہ کو اور بھی صاف کردیا۔ فرماتے ہیں۔ وحاصل بالا ستدلال بالآیۃ ان المطلوب امران الاستماع والسکوت فیعمل بکل منھما والاول یختص الجھریۃ والثانی یجری علی اطلاقہ یعنے آیت سے استدلال کرنے سے یہ حاصل نکلتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو دو امر مطلوب ہیں ایک استماع اور دوسرا سکوت لہٰذا دونوں پر عمل کرنا چاہئے۔ اور اول یعنے استماع تو صلوٰۃ جہریہ کیلئے ہے اور انصات یعنے سکوت سرّیہ و جہریہ دونوں کو شامل ہے۔ یہ قول شیخ ابن ہمامؒ کا رفع نزاع کیلئے ہے ورنہ اصل وہی ہے جو ہم اوپر عرض کر چکے تو اب آیت و حدیث کا یہ حکم مقتدی کیلئے عام ہے فاتحہ وغیر فاتحہ دونوں کے استماع کیلئے اور دونوں کی قرأۃ کے وقت انصات کیلئے اسی لئے امام رازی شافعیؒ فرماتے ہیں۔ اذا ثبت ھذا فظھر ان الاشتغال بالقرأۃ مما یمنع من الاستماع علمنا ان الامر بالاستماع یفید النھی عن القرأۃ یعنے جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ اس حکم میں مقتدی بھی داخل ہے تو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ (مقتدی کا) قرأۃ میں مشغول ہونا استماع سے روکتا ہے تو ہم کو معلوم ہو گیا کہ خدائے قدوس کا ہم کو استماع کا حکم دینا قرأۃ سے روکنا ہے (فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ) پس اس آیت اور صحیح حدیث سے جو مسلم شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے۔ اور جو نسائی میں بھی موجود ہے یہ ثابت ہو گیا کہ مقتدی کو امام کے پیچھے جس وقت کہ وہ قرأت کرتا ہو خواہ سرّی نماز ہو جیسے کہ عصر و ظہر یا جہری ہو جیسے کہ مغرب و عشا ہرگز کچھ پڑھنا چاہئے نہ فاتحہ اور نہ سورت۔ لیکن ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اس آیت میں حضرت عبادہ بن ثابتؓ کی اس حدیث سے جو صحیحین میں ہے اور گذر چکی اور اس حدیث سے جو ابو داؤد و ترمذی میں مذکور ہے تخصیص کر لی جائے اور سورۂ فاتحہ کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا جائے تو اس کا یہ اعتراض چند وجوہ سے درست نہیں ہے۔ (پہلی وجہ یہ ہے) کہ مدعیان فرضیتِ قرأۃ خلف الامام کے جن احادیث سے اس نص قرآنی کو مقید کرنا چاہتے ہیں اور ان کو اس آیت کیلئے مخصص بتاتے ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک تو اس قسم کی احادیث ہیں جو ہم بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد

نسائی سے حضرت عبادہؓ. حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی روایتیں بیان کر چکے ہیں اور رہا حضرت عبادہؓ کی وہ حدیث ہے جو ترمذی. ابوداؤد میں بطریق مکحول. محمد بن اسحٰق نے روایت کی ہے یا محمد بن ابی عائشہؓ کی مسند احمد میں ہے یا اس قسم کی اور احادیث ضعیفہ ہیں اگر پہلی قسم کی احادیث سے اس آیت میں تخصیص کرنا مقصود ہے تو یہ درست نہیں اس لئے کہ اول تو اخبار آحاد سے قرآن کریم کی آیت کی تخصیص مختلف فیہ مسئلہ ہے. حنفیہ اس کو درست نہیں سمجھتے کہ آیت قرآنی میں خبر واحد تخصیص کردے. نیز اگر آپ کی خاطر سے ہم مان بھی لیں تو بھی یہ تخصیص آپ کو مفید نہیں ہو سکتی اس لئے کہ یہ تو متفقہ مسئلہ ہے کہ آیت قرآنی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہوتی ہے اور خبر واحد مفید ظن ہوا کرتی ہے تو پھر کس طرح ایک قطعی حکم کو ایک ظنی حکم سے جو چند احتمال رکھتا ہو مقید اور مخصوص کرکے اس سے کسی شئے کو فرض مانا جا سکتا ہے. دوسرے اگر اس آیت کی ہم ان احادیث سے تخصیص کرینگے تو جمہور علماء سلف و خلف کا خلاف لازم آئیگا اور وہ امر جس کے قائل سلف سے خلف تک کوئی محقق بھی نہو اس کو تسلیم کرنا اہل حق کے نزدیک باطل ہے امام شافعی رحمہ اللہ جو قرأۃ خلف الامام کے قائل ہیں وہ بھی اس آیت میں ان احادیث سے تخصیص نہیں کرتے اور اس کے عموم کو بحال رکھتے ہیں اسی لئے انھوں نے مقتدی کے قرأۃ فاتحہ کیلئے سکتات طویلہ تجویز کئے اگرچہ اس قسم کے طویل سکتوں کا صحیح حدیث میں کہیں بھی پتہ نہیں صرف آمین اور ثناء کے لئے سکتہ کا تذکرہ آیا ہے. لیکن انھوں نے قرآن کریم کی اس آیت میں تخصیص نہیں کی اور مجبوراً سکتات طویلہ کو مان کر انہیں مقتدی کو قرأۃ فاتحہ کی اجازت دی. اور اسی طرح امام مالکؒ امام احمدؒ غرض کسی امام سے بھی اس آیت کی تخصیص ثابت نہیں ہے فمن ادعی خلافہ فعلیہ البیان. تیسرے جبکہ ہم سابق میں مدلل ثابت کر چکے کہ ان احادیث میں لاصلوٰۃ سے اصل صلوٰۃ کی نفی نہیں ہے بلکہ نفی کمال مراد ہے جیسا کہ دیگر احادیث میں بھی نفی کمال مقصود ہے تو پھر اس آیت میں اور احادیث میں کوئی تعارض ہی نہیں رہتا جو تخصیص کی ضرورت پڑے. چوتھے ہم آپ کی خاطر سے تسلیم کرتے ہیں

کہ ان احادیث سے آپ آیت میں تخصیص کر لیجئے. لیکن جبکہ انہی احادیث میں سے بعض صحیح احادیث میں مثلاً مسلم ونسائی وغیرہ میں فاتحہ کے ساتھ ساتھ مازاد اور ما تیسر اور سورۃ کا بھی تذکرہ ہے تو اب تخصیص کے یہ معنے ہوں گے جبکہ حکم قرأۃ عام رکھا جائیگا مقتدی اور غیر مقتدی کیلئے کہ کوئی نماز بغیر فاتحہ اور مازاد یا سورۃ کے نہیں ہوتی مقتدی کی نماز ہو یا غیر مقتدی کی اور آیت کہتی ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو استماع کرو اور خاموش رہو تو اب یہ تخصیص کہاں رہی یہ تو معاذ اللہ آیت کے معنی کو باطل کر دینا اور مہمل بنا دینا ہوا اب تو دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا آیت کو ان اخبار آحاد کے مقابلہ میں قطعاً چھوڑ دیا جائے اور یہ بالکل باطل ولغو ہے اور یا ہماری اس بات کو مانا جائے کہ آیت قرآنی عام ہے اور اس میں تخصیص خبر واحد سے نہیں ہو سکتی اور احادیث اوّل تو آیت کے معارض ہی نہیں جیسا کہ ہم ثابت کرینگے انشاء اللہ اور اگر معارض ہیں تو خود ان میں تخصص کیجائے اور کہا جائے کہ مقتدی اس سے مستثنیٰ ہے ورنہ معاذ اللہ ان میں تخصیص کرنے اور آیت میں تخصیص کرنے کی وجہ سے آیت اور احادیث کے معنی بالکل مہمل ہو جائینگے اور یہ سب آیت میں تخصیص کرنے کا کرشمہ ہے اور اگر اس آیت کی تخصص حدیث عبادہؓ سے جو ترمذی میں مذکور ہے یا حدیث محمد بن ابی عائشہؓ کی جیسی حدیثوں سے مقصود ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ترمذی کی اس حدیث میں دو راوی ہیں جو حد درجہ متکلم فیہ ہیں ایک مکحول ہے. یہ شخص تدلیس کرتا ہے یعنے اوپر کے راویوں میں سے راوی کو چھوڑ دیتا ہے جس کی صحتہ وعدم صحتہ کا حال نہیں معلوم ہوتا اور نقادان حدیث کا یہ قول ہے کہ جو راوی مدلس ہو اور وہ حدیث معنعن بیان کرے یعنے عن فلان کہے تو اس کی حدیث قابل حجۃ نہیں ہے چنانچہ امام نووی شافعیؒ فرماتے ہیں اتفقوا علی ان المدلس لا یحتج بعنعنتہ یعنے سب کا اس پر اتفاق ہے کہ مدلس کی حدیث جو معنعن ہو وہ کسی طرح قابل حجۃ نہیں ہے. اور مکحول نے اس روایت کو معنعن ہی روایت کیا ہے لہذا اس حدیث کے جمیع طرق ضعیف ہیں اور یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے. اس سے بڑھکر یہ کہ ترمذی کی اس حدیث میں جو مکحول نے بیان کی ہے ایک راوی محمد ابن اسحٰق صاحب مغازی آئے ہیں

وہ کسی طرح بھی احکامات میں قابل احتجاج نہیں مانا گیا اور اس کی حدیث نہایت ہی ضعیف شمار کیجاتی ہے ترمذی کی حدیث یہ ہے عن عبادة قال كنا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم في صلوٰة الفجر فقرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم فثقلت عليه القرأة فلما فرغ قال لعلكم تقرؤن خلف امامكم قلنا نعم هذا يا رسول الله قال لا تفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لاصلوٰة لمن لم يقرء بها. رواه الترمذى - اس حدیث میں مکحول ۔ اور ابن اسحٰق دونوں موجود ہیں ۔ یہ حدیث بالکل ضعیف مرتبہ کی ہے اس لئے قابل حجت بھی نہیں چہ جائیکہ قرآن کریم کی آیت کی مخصص بنے ۔ اب محمد بن اسحٰق کے متعلق بھی محدثین کی رائے سن لیجئے تاکہ ہمارا یہ دعویٰ صحیح ہو جائے ۔ قال سليمان التيمى كذاب سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ یہ بہت جھوٹا ہے ۔ وقال مالك اشهد انه كذاب امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ راوی کذاب ہے ۔ وقال عباس الدورى سمعت احمد بن حنبل ذكر ابن اسحٰق فقال اما فى المغازى و اشباهه فيكتب واما فى الحلال والحرام فيحتاج الى مثل هذا ومد يده وضم اصابعه عباس دوری کہتے ہیں کہ امام احمدؒ سے میں نے سنا ہے وہ ابن اسحٰق کا ذکر فرماتے تھے کہ مغازی میں اور ان جیسی باتوں میں تو اس سے حدیث لکھ لی جائے لیکن حلال و حرام کے بارہ میں تو یہ اس قابل ہے اور ہاتھ پھیلا کر اور انگلیاں ملا کر دکھایا یعنی طمانچہ مارنے کے قابل ہے (۴۹) اور امام احمد رحمہ اللہ پھر اس جرح کی وجہ اور اس کا بیان بھی فرماتے ہیں وقيل لاحمد يا ابا عبد الله اذا تفرد تقبله قال لا والله انى رايته يحدث عن جماعة بالحديث الواحد ولا يفصل من كلام ذا من كلام ذا ۔ کسی نے امام احمد سے پوچھا کہ کیا آپ ابن اسحٰق کی روایت کو اگر وہ اس میں منفرد ہو تو مانیں گے انھوں نے فرمایا خدا کی قسم ہرگز نہیں اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ وہ ایک جماعت سے ایک حدیث کو بیان کرتا ہے لیکن ان لوگوں کے کلام میں خلط کر دیتا ہے اور کوئی تمیز نہیں رہتی باہم ان کے کلام میں اور سنئے ۔ قال ابن معين

ضعیف لیس بذالک ابن معین فرماتے ہیں کہ یہ راوی ضعیف ہے قابل اعتبار نہیں۔ اور
تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں صدوق یدلّس ورمی بالتشیع
والقدر یعنے سچا ہے مگر ایک تو تدلیس کرتا ہے اور دوسرے لوگ اسکو شیعہ اور قدریہ
ہونیکا الزام لگاتے ہیں۔ اور تدلیس کا حال گذر چکا وقال یحیی القطان ماترکت حدیثه
الا لله اشهد انه کذاب یعنے یحییٰ بن قطانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی حدیث کو
نہیں چھوڑا مگر اللہ کے واسطے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ کذاب ہے۔ وقال ھشامؒ بن عروۃ
کذب الخبیث۔ ہشامؒ فرماتے ہیں کہ خبیث جھوٹا ہے۔ وقال احمد قال مالک وذکره فقال
دجال من الدجاجلة امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ نے ابن اسحٰق کا تذکرہ کرتے ہوئے
فرمایا کہ دجال ہے دجاجلہ میں سے یہ اور اس قسم کے سخت سخت رائیں محدثین کی اس راوی
کے بارہ میں ہیں اور جس کسی نے بہت بڑا انصاف اسکے بارہ میں کیا ہے وہ یہ ہے کہ مغازی و تاریخ
میں معتبر اور حلال وحرام یعنے احکامات میں غیر معتبر ہے۔ ورنہ امام مالکؒ امام احمدؒ یحییٰ بن
سعید قطان۔ یحییٰ بن معین جیسے بزرگ تو کذاب دجال بتا رہے ہیں تو اب فرمائے کہ ان جلیل القدر
ائمہ نقاد حدیث کی جب ابن اسحٰق کے بارہ میں یہ رائے ہو تو پھر ایسی حدیث قرآن کریم میں تو کیا
تخصیص کرسکتی ہے خود بھی اس قابل نہیں کہ اس کو دلیل میں پیش کیا جاسکے۔ اسی طرح ابن ابی
عائشہ کی حدیث بھی ضعیف ہے اس لئے کہ اس حدیث میں تدلیس بھی ہے اور ارسال
بھی ہے اور اور بھی بعض امور ہیں جنکو صاحب آثار السنن نے مفصل بیان کردیا ہے۔ تو اب
آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ کسطرح ایسی حدیثوں سے تخصیص ہوسکتی ہے۔ بہرحال پہلی قسم کی احادیث
سے تو چار مدلل اسباب کی بناء پر آیت میں تخصیص درست نہیں اور دوسری قسم کی احادیث خود
ہی ضعیف اور ناقابل حجت ہیں وہ آیت تو کیا کسی صحیح خبر واحد میں بھی تخصیص نہیں کرسکتیں
لہٰذا آیت و حدیث ابی ہریرہؓ میں جو بخاری میں مذکور ہے حدیث عبادہ وغیرہ سے تخصیص
کسی طرح بھی درست نہیں ہے ومن ادعیٰ خلافه فعلیه البیان۔ اس کے بعد یہ بھی واضح

* رہے کہ پہلی قسم کی تمام احادیث قرأۃ فاتحہ خلف الامام سے ساکت ہیں نہ قرأۃ کا حکم کرتی ہیں اور نہ عدم قرأۃ کا اور جو ان سے فرضیۃ قرأۃ کا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ قطعاً بے دلیل اسکی عمومیت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں جس کا کچھ رد تو ہو چکا اور باقی آنیوالا ہے اور دوسری قسم کی احادیث میں کچھ ثبوت نکلتا ہے تو وہ ضعیف ہیں اور ان میں بھی بطور نص یہ حکم نہیں نکلتا بلکہ استنباطاً اور تبعاً اجازت پائی جاتی ہے اور ان سب حدیثوں میں سے بہت بڑی قوی دلیل جو فرضیۃ قرأۃ فاتحہ خلف الامام میں پیش کیجاتی ہے وہ وہی ترمذی کی ابن اسحٰق والی حدیث ہے جس کا مفصل حال سن چکے تو اب آپ خود ہی انصاف کریں کہ انکا یہ حکم فرضیۃ دعویٰ بلا دلیل نہیں تو اور کیا ہے (قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے عدم وجوب کی دوسری دلیل) یہ ہے کہ حضرت عبادہؓ کی وہ حدیث جو صحیحین میں ہے نیز حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت عائشہؓ کی حدیثیں جنسے کہ وجوب قرأۃ فاتحہ ثابت ہوتا ہے اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس عمومیت میں مقتدی بھی داخل ہے تو ہم اس عموم کو مانتے ہوئے اس کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اس عمومیت کی تخصیص دوسری صحیح احادیث کرتی ہیں اور ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بام القرآن یا اسی قسم کے دوسرے الفاظ کے عموم میں مقتدی داخل نہیں ہے۔ (۱) موطا امام محمدؒ میں ہے اخبرنا ابو حنیفۃؒ (الی آخر

نیز بخاری و مسلم دیونی کی جیبیں ہو چکیں

السند) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف امام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ

امام ابو حنیفہ بسند صحیح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کہ اس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأۃ اسی کی قرأۃ ہے یعنے امام کا پڑھنا مقتدی کا ہی پڑھنا ہے۔ اس حدیث میں بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ موقوفاً تو صحیح ہے لیکن مرفوع سوائے امام ابو حنیفہؒ کے اور کسی نے اس کو نہیں روایت کیا اس کے جواب میں شیخ ابن ہمام مسند احمد بن منیع سے دو روایتیں اس کی متابعت میں نقل فرماتے ہیں (۲)

قال احمد بن منیع فی مسندہ اخبرنا اسحٰق الازرق قال حدثنا سفیان و شریک (الی)

عن جابرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ

(۳) ثم قال ورواه عبد الحميد عن ابی الزبیر (الخ) عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ

وسلم فذکرہ - واسناد حدیث جابر الاول صحیح علی شرط الشیخین والثانی

علی شرط مسلم فهولاء سفیان وشریک وجریر وابو الزبیر رفعوہ بالطرق الصحیحۃ

وتسلط عدهم فیمن لم یرفعه ولو تفرد الثقه وجب قبوله لان الرفع زیادۃ وزیادۃ

الثقه مقبوله فکیف ولم یتفرد الخ حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ صاحب فتح القدیر فرماتے

ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ نے ہی تنہا اس حدیث کو مرفوع روایت نہیں کیا بلکہ مسند احمد میں حضرت

جابر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو سفیان بن عنیہ اور شریک نے بھی مرفوع روایت کیا ہے اور بلحاظ سند

اس حدیث کے تمام راوی شرط شیخین پر ہیں یعنے اس کی سند اس درجہ کی ہے کہ جس درجہ کی

بخاری شریف اور صحیح مسلم کی سندیں ہیں اور اس کے راوی انہی کی مقرر کردہ شرطوں پر

بالکل صحیح ہیں اسی طرح اس سند میں اس روایت کو ابو الزبیر نے بھی حضرت جابر رضی سے مرفوع

ہی روایت کیا ہے اور اس حدیث کی سند صحیح مسلم کی شرط پر ہے۔ لہذا یہ سفیان رحمہ۔ شریک رحمہ

ابو الزبیر رضی ہیں جو امام اعظم کی بیان کردہ حدیث کی رفع میں موافقت کر رہے ہیں یعنے یہ بھی اس

حدیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ارشاد بتاتے ہیں۔ نیز اگر ثقہ راوی کوئی زیادہ بیان کرے

تو باتفاق علما معتبر ہے اور مرفوع بیان کرنا بھی ایک قسم کی زیادہ ہے۔ لہذا اس لحاظ سے

بھی امام صاحب کی حدیث معتبر ہے چہ جائیکہ اس زیادہ کے موافقت کرنیوالے یہ جلیل القدر

رواۃ موجود ہوں لہذا جو ان کو مرفوع نہ کرنیوالوں میں شمار کرتے ہیں انکا قول باطل ہے۔

انتہی کلامہ۔ دیکھئے یہ حدیث جو تین صحیح سندوں سے مروی ہے صاف بتاتی ہے کہ مقتدی

اس حکم عام لا صلوٰۃ الخ سے مستثنیٰ ہے۔ لیکن بعض لوگوں نے اپنی جہالت سے اور بعض نے

بیجا تعصب سے جب ان سے اس صحیح حدیث مرفوع کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو سراج الائمہ امام اعظم

رحمۃ اللہ کی شان میں تنقیص شروع کردی اور ان کو ضعیف بتا کر حدیث کو بھی ضعیف ہونیکا حکم

لگا دیا اور چونکہ دہلوی مولوی صاحب بھی اپنی جماعت کو اسی کا سبق دیگئے ہیں اور آپ ان کی تائید

میں ہیں تو ہم اس مسئلہ کو بھی صاف کر دینا پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا ملاحظہ فرمائیے مندرجہ ذیل اقتباسات

(۱) قال الحافظ المزی فی تھذیب الکمال قال محمد بن سعد بن العوفی سمعت یحیی بن معین یقول کان ابوحنیفۃ ثقۃ لا یحدث بالحدیث الا بما حفظہ ولا یحدث بما لا یحفظ الخ یحیی بن معین فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں اور جو حدیث خوب محفوظ ہوتی ہے اس کو تو روایت کرتے ہیں اور جو محفوظ نہیں ہوتی اس کو روایت نہیں کرتے (تہذیب الکمال) اور راوی کی یہی سب سے بڑی شان ہے کہ ثقہ ہو اور حافظ و متقن ہو اور روایت کو صحیح حفظ کے ساتھ بیان کرے۔ (۲) قال صالح بن محمد الاسدی سمعت یحیی بن معین یقول ابا حنیفۃ ثقۃ فی الحدیث یحیی بن معین جو ناقدین اسماء الرجال میں امام مانے جاتے ہیں اور اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ حدیث کی روایت کے بارہ میں ثقہ ہیں۔ (۳) وقال الحافظ ابن عبد البر الذین رووا عن ابی حنیفۃ ووثقوہ واثنوا علیہ اکثر من الذین تکلموا حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہیں اور ان کی توثیق کی ہے اور تعریف کی ہے وہ ان لوگوں سے کہیں زیادہ ہیں جو ان کے بارہ میں کلام کرتے ہیں۔ (۴) وقال الحافظ ابن اثیر الجزری فی جامع الاصول ولو ذھبنا الی شرح مناقبہ وفضائلہ لاطلنا الخطب ولم نصل الی الغرض منھا فانہ کان عالماً عاملاً زاھداً عابداً ورعاً تقیاً اماماً فی علوم الشریعۃ مرضیاً حافظ ابن اثیر جزریؒ فرماتے ہیں کہ اگر ہم امام ابوحنیفہ کے مناقب کی تفصیل کرنے لگیں اور ان کے فضایل کے درپئے ہوں تو بات طول پکڑ جائیگی اور ہم اس غرض تک جو یہاں مقصود ہے نہ پہنچ سکیں گے خلاصہ یہ ہے کہ وہ عالم تھے عامل زاہد پرہیزگار خدا سے ڈرنے والے تھے اور علوم شریعت کے امام تھے اور پسندیدہ بارگاہ خداوندی تھے (جامع الاصول) (۵) وقال الحافظ الذہبی فی تذکرۃ الحفاظ کان اماماً ورعاً عالماً عاملاً متعبداً کبیر الشان لا یقبل جوائز السلطان (الی ان قال) مناقب ھذا الامام قد افردتھا فی جزء

اور حافظ شمس الدین ذہبی جو امام فن اسماء رجال ہیں فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ امام تھے پرہیزگار تھے عالم وعامل تھے بہت عابد اور بڑی شان والے تھے بادشاہوں کے تحائف کو قبول نہیں فرماتے تھے۔ (اور تعریف کرتے کرتے لکھتے ہیں) میں نے اس امام کی تعریف میں علا ایک رسالہ لکھدیا ہے (تذکرۃ الحفاظ)

(۶) اور امام شعرانی فرماتے ہیں۔ فاترک یا اخی التعصب علی الامام ابی حنیفۃ واصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین وایاک وتقلید الجاهلین باحواله وما کان علیه من الورع والزهد والاحتیاط فی الدین فتقول ان ادلته ضعیفة بالتقلید فتحشر من الخاسرین۔ اے بھائی امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کے بارہ میں تعصب کو چھوڑ دے اور ان لوگوں کی تقلید نہ کر جو اس امام کے احوال سے انکی پرہیزگاری سے اور دین کے بارہ میں احتیاط کرنیسے واقف نہیں ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تو ناواقف شخص کی تقلید کرکے یہ کہہ بیٹھے کہ امام ابو حنیفہؒ کے دلائل تو مسائل میں کمزور ہیں اور تیرا حشر خاسرین میں ہو جائے العیاذ باللہ (حضرات غیر مقلدین خصوصیت سے اس پر توجہ فرمائیں) (۷) اور آگے چلکر یہ تحریر فرماتے ہیں۔ وقد اجمع السلف والخلف علی کثرۃ ورع الامام وکثرۃ احتیاطہ فی الدین۔ میزان الکبریٰ یعنی سلف وخلف کا اسپر اجماع ہو چکا ہے کہ امام دین کے بارہ میں نہایت محتاط اور صاحب ورع ہیں۔ (۸) اور علامہ تاج الدین سبکیؒ نے تو بہترین فیصلہ ہی اس بارہ میں کردیا ہے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسے شخص کے بارہ میں جرح مفصل ہی کرے جو اپنے وقت کا امام ہو اور اس کی نیکیاں برائیوں پر غالب ہوں اور عقل بھی بناتی ہو کہ یہ جرح محض تعصب سے کی گئی ہے تو وہ کسی طرح قابل قبول نہیں من تعصب او منافسۃ دنیویۃ کما بین النظراء وغیر ذالک وحینئذ فلا یلتفت الکلام الثوری وغیرہ فی ابی حنیفۃ لہٰذا اس قسم کی جرح جو سفیان ثوریؒ وغیرہ نے امام ابو حنیفہؒ پر کی ہے وہ ہرگز قابل توجہ والتفات نہیں ہے (طبقات) (۹) اور حافظ بدر الدین عینیؒ اس بارہ میں ائمہ کبار کے اقوال نقل کرنیکے بعد لکھتے ہیں۔ فقد ظهر لنا من هذه تحامل الدارقطنی علیه وتعصبه الفاسد فمن این لہ التضعیف لابی حنیفۃ وهو مستحق التضعیف وقد روی فی مسندہ احادیث سقیمۃ ومعلولۃ ومنکرۃ وموضوعۃ ان عبارتوں سے دارقطنی کی ہٹ دھرمی اور تعصب فاسد خوب ظاہر ہو گیا بھلا دارقطنی کیا امام

ابو حنیفہؒ کی تضعیف کرینگے تو وہ خود قابل تضعیف ہیں اس لئے کہ اپنی مسند میں ضعیف معلول منکر موضوع روایتیں روایت کرتے ہیں۔ یہ ہیں امام الائمہ کی توثیق کے بیانات پس جس شخص کو اپنی عاقبت برباد کرنی ہو وہ امام صاحب پر زبان درازیاں کرے لیکن ایک منصف اور صحیح عقل و فہم والا سمجھ سکتا ہے کہ اس جیسے امام دین کو تعصب و جہالت سے ضعیف بتانا کہاں تک درست ہے الغرض امام صاحب کی مرفوع حدیث جسکے اور بھی بہت سے شواہد اور متابع و طادع موجود ہیں بالکل صحیح ہے اور حدیث عبادہ کیلئے مخصص ہے یعنی حضرت عبادہؓ کی صحیح حدیث میں جو حکم عام معلوم ہوتا ہے امام ابو حنیفہؒ اور سفیان اور شریک اور ابوالزبیر کی یہ مرفوع احادیث اسمیں مقتدی کو خاص کرتی ہیں اور ثابت کرتی ہیں کہ اس حکم میں مقتدی داخل نہیں اس لئے کہ امام کا قراءۃ کرلینا فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ مقتدی کیلئے کافی ہے لیکن مقتدی کے بارہ میں تخصص انہی احادیث پر موقوف نہیں بلکہ ان کے علاوہ اور بھی احادیث اسی بارہ میں موجود ہیں۔ (حدیث نمبر ۴) عن عمران بن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظہر فجعل رجل یقرء خلفہ سبح اسم ربک الاعلیٰ فلما انصرف قال ایکم قرء او ایکم قاری قال رجل انا فقال قد ظننت ان بعضکم خالجنیہا (صحیح مسلم) عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی کسی شخص نے آپ کے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھ دی جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کسنے میری پیچھے پڑھا ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے پڑھا ہے آپنے فرمایا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ بعض تمہارے مجھسے جھگڑا کرتے ہیں نماز میں۔ یہ حدیث جسمیں نماز سری یعنی ظہر کی نماز کا ذکر ہے مقتدی کو امام کے پیچھے پڑھنے سے منع کرتی ہے اور جو علت آپ نے منع کی بیان فرمائی ہے وہ فاتحہ اور غیر فاتحہ کو عام ہے یعنے نماز میں مخالجت اور جھگڑا کرنا امام بھی پڑھ رہا ہو اور مقتدی بھی اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی شاذ و نادر کوئی امام کے پیچھے پڑھ لیتا تھا ورنہ عام صحابہؓ خاموش ہی رہتے تھے ورنہ پھر آپ کو اس سوال کی حاجت ہی نہ پڑتی۔ (۵) عن ابی الاحوص عن عبد اللہ قال کانوا یقرءون خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال خلطتم علی القراٰۃ (طحاوی) حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ مقتدی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءۃ کر رہے تھے تو آپنے فرمایا کہ تمنے مجھپر قرأت کو خلط ملط کر دیا۔ (۶) عن عطاء بن یسار انہ سال زید بن ثابت عن القراءۃ مع الامام

فقال لا قراءۃ مع الامام الخ (صحیح مسلم باب سجود التلاوۃ) صحیح مسلم میں ہے کہ عطاءؒ نے زیدؓ سے امام کیساتھ مقتدی کو قراءۃ کرنیکے بارہ میں سوال کیا آپنے فرمایا کہ امام کیساتھ قراءۃ نہیں ہے۔ (۷) عن ابی نعیم وھب کیسان انه سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام الخ امام مالکؒ نے موطا میں روایت کیا ہے کہ وہبؒ نے حضرت جابرؓ سے سنا فرماتے تھے کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور اسمیں فاتحہ نہ پڑھی تو اوس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ یعنی اوسوقت فاتحہ نہ پڑھے۔ دیکھئے حضرت جابرؓ کس طرح مقتدی کی اس حکم سے تخصیص فرما رہے ہیں۔ (۸) موطا میں دوسری روایت حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی ہے اسمیں ہے۔ اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ قراءۃ الامام واذا صلی وحدہ فلیقرأ یعنی جب ایک تمہارا امام کے پیچھے پڑھے تو اس کو امام کا پڑھ لینا کافی ہے اور اگر تنہا ہو تو پھر قراءۃ کرے (۹) اور امام احمدؒ حضرت جابرؓ کی حدیث بیان فرما کر فرماتے ہیں۔ قال احمد فھذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ یعنی جابرؓ صحابی رسول ہیں جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی کہ نماز بغیر فاتحہ کے نہیں ہوتی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب اکیلا پڑھ رہا ہو۔ بتائیے کہ یہ کسقدر صریح تخصیص کے ثبوت کیلئے صحابی کی سند موجود ہے جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو اپنے کانوں سے سن چکے ہیں۔ بہر حال صحیح احادیث و کثیر آثار صحیحہ اس بات کو بتاتے ہیں کہ حدیث عبادہؓ سے مقتدی کو خاص کرنا چاہیے اور وہ اس حکم میں داخل نہیں ہے تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور جلیل القدر صحابہؓ کی توجیہ و تخصیص قابل عمل ہے یا مثبتین فرضیۃ کی توجیہ اور تخصیص جو تخصیص ہمنے کی ہے وہ تو بحمد اللہ مطابق احادیث صحیحہ کے ہے اور سب کے نزدیک متفق علیہ ہے اسلئے کہ اخبار احاد سے اخبار احاد کی تخصیص بالاتفاق درست ہے اور جو کہ آپ تخصیص کرتے ہیں وہ مختلف فیہ ہونیکے علاوہ اسجگہ بہت سی خرابیاں پیدا کر دیتی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے اور اس کی وجہ سے صحیح احادیث کو بلا وجہ ترک کرنا پڑتا ہے! اور سب سے بڑھکر یہ کہ خود امام شافعیؒ و امام مالکؒ بلکہ جمہور سلف و خلف اور آپ بھی من ادرک فی الرکوع کو یعنی امام اگر رکوع میں چلا گیا تو اب مقتدی کے ذمہ جو قراءۃ تھی اس میں تکبیر شامل ہوا ہے قراءۃ فاتحہ فرض نہیں بتاتے اور اس عام حدیث سے جو حضرت عبادہؓ کی ہے خاص کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ہماری

طرح تخصیص کے اس حدیث میں سب قائل ہیں فما ہو جوابکم فہو جوابنا اسلئے اب تو ہماری تخصیص اور زیادہ قوی ہو گئی (عدم وجوب قرأۃ فاتحہ خلف الامام کی تیسری دلیل یہ ہے) کہ ہم جہانتک احادیث میں جو اس بارہ میں ثابت ہیں اور صحیح ہیں غور کرتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ دراصل حدیث عبادہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب الخ میں مقتدی داخل ہی نہیں جو تخصیص و تقیید کی نوبت آئے اسلئے کہ حدیث میں جو نفی وارد ہے وہ صلوٰۃ پر وارد ہے یعنے یہ فرمایا گیا ہے کہ کوئی نماز بغیر قرأۃ فاتحہ کے کامل نہیں ہوتی بلکہ خداج اور ناقص ہی رہتی ہے۔ تو اب ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا مقتدی کی نماز امام کی نماز سے علیحدہ ہے یا امام کی نماز ہی مقتدی کی نماز ہے اور کیا اس کی نظیر خود احادیث میں بھی موجود ہے یا نہیں ہے۔ تو جب ہم اس نظر سے احادیث پر غور کرتے ہیں تو ہمکو امام ابو حنیفہؒ سفیانؒ شریکؒ ابوالزبیرؒ کی بیان کردہ حدیث. فقرأۃ الامام لہ قرأۃ بتاتی ہے کہ دراصل قرأۃ میں امام کی نماز اور مقتدیوں کی نماز صلوٰۃ واحد یعنے ایک ہی نماز ہے۔ جسکی تائید مسلم کی حدیث اور حضرت جابرؓ و حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی احادیث بھی کر رہی ہیں نیز حدیث صحیح الامام ضامن والموذن موتمن بھی اسی کی تائید کرتی ہے کہ دراصل مقتدی اور امام کی نماز صلوٰۃ واحد ہی ہے بالخصوص قرأۃ میں جو کہ احادیث صریح و صحیح سے ثابت ہے۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ حدیث عبادہؓ کا مطلب جب یہ ہے کہ کوئی نماز فاتحہ کے بغیر نہیں ہونی چاہئے اور دوسری احادیث کہتی ہیں کہ امام کی قرأۃ اور اس کی صلوٰۃ مقتدی کی صلوٰۃ ہے اور اس کی قرأۃ ہے تو امام کا فاتحہ پڑھ لینا گویا سب مقتدیوں کا پڑھنا ہو گا اور اس طرح کوئی نماز بھی فاتحہ سے خالی نہ رہیگی۔ ہماری یہ توجیہ جو صحیح احادیث پر مبنی ہے کوئی منگھڑت توجیہ نہیں ہے ہم آپ کو صحیح احادیث سے ہی بتلائے دیتے ہیں کہ کسطرح ہماری دلیل صحیح ہے. دیکھئے حدیث میں سترہ کے باب میں حکم ہے۔ اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجھہ شیئا۔ یعنے جب ایک تمہارا نماز پڑھے تو سامنے کسی شے کو رکھ لے۔ اور ترمذی میں حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جسمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سترہ ہونیکا ذکر ہے اور مقتدیوں کے سامنے سترہ نہ تھا۔ یا عمر بن شعیبؒ کی حدیث جو ابو داؤد میں ہے اس میں بھی اس قسم کا واقعہ مذکور ہے۔ ان ہی دو حدیث سے باوجودیکہ یہ فعلی ہیں باتفاق تمام علماء سترۃ الامام سترۃ المقتدی کا حکم لگاتے ہیں اور کوئی بھی ان دونوں حدیثوں کو متعارض نہیں بتاتا اسی طرح صدقۃ الفطر کے بارہ میں ہے۔ فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر صاعا من

تمراً او صاعاً من شعیر علی العبد والحر یعنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر کو ہر غلام و آزاد پر ایک صاع چھوارے یا ایک صاع جو واجب فرما دیا ہے۔ حالانکہ جمہور علماء اس حکم سے عبد کو خاص کرتے ہیں کہ اسپر خود واجب نہیں بلکہ اس کا مولیٰ اس کی طرف سے ادا کرے اور اس کیلئے صرف تعامل صحابہؓ کے علاوہ کوئی حدیث موجود نہیں ہے تو پھر ہم قولی حدیث قراۃ الامام لہٗ قراۃ سے اگر یہ حکم لگاتے ہیں کہ امام و مقتدی کی نماز ایک ہی نماز ہے اور امام کا پڑھ لینا کافی ہے تو کیوں قابل اعتراض ہے اور اوپر کی دونوں حدیثوں میں یہ توجیہ کیوں قابل اعتراض نہیں ہے فما هو جوابکم فهو جوابنا بہرحال ہماری یہ توجیہ بالکل درست ہے اور اس لحاظ سے حدیث عبادہؓ میں سر سے مقتدی داخل ہی نہیں ہے جو تخصیص کی حاجت پیش آئے۔ (قراۃ فاتحہ خلف الامام کے عدم وجوب کی چوتھی دلیل) یہ ہے کہ اگر قراۃ مقتدی کیلئے فرض ہے تو ایسے مہتم بالشان فرض کیلئے ضرور حدیث میں ایسی نص صریح ہونا چاہیئے جو بتائے کہ مقتدی کس وقت قراۃ کرے اسلئے کہ آیت تو امام کے پڑھنے کے وقت قراۃ سے منع کرتی ہے اور تخصیص اسمیں درست نہیں اور سکتات طویلہ کا ثبوت بخاری و مسلم تو کجا کسی صحیح حدیث میں بھی موجود نہیں اور اگر بالفرض ہو بھی تو اس وقت پڑھنے کا حکم صحیح حدیث میں نہیں ملتا لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ واجب نہیں ہے ورنہ اس کا ضرور کوئی وقت صحیح حدیث میں صراحتہً بتایا جاتا۔ اس کے علاوہ بھی اور جوابات ہیں جو نہایت مدلل ہیں لیکن بوجہ خوف طول لکھنے سے معذور ہیں اگر مفصل دیکھنا ہے تو بڑی کتابوں کی طرف رجوع کرو یا فصل الخطاب مصنفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ صاحب صدر المدرسین دار العلوم دیوبند مد ظلہٗ کو دیکھو جسمیں نہایت انصاف کیساتھ حدیث ابن اسحٰق پر محاکمہ کیا گیا ہے۔ اور علی سبیل التنزل اسکو بھی اتمام حجت کے طور پر مخالفین کی خاطر سے مان کر احادیث ہی سے ثابت کر دیا ہے کہ قراۃ فاتحہ خلف الامام کی سب دلائل نہایت ہی کمزور ہیں اور امام ابو حنیفہؒ ہی کا مسلک اس بارہ میں درست و راجح ہے۔ اب ہم چند اور احادیث نقل کرکے جو قراۃ خلف الامام سے منع کرتی ہیں اس بحث کو ختم کرتے ہیں جب مجتہد صاحب اسپر کچھ فرمائینگے تب ہم بھی پھر کچھ عرض کرینگے۔ (۱) عن وائل عن ابن مسعودؓ قال انصت القراۃ فان فی الصلوۃ شغلاً وسیکفیک ذلک الامام رواہ الطحاوی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تم امام کی قراۃ کے وقت خاموش رہو اسلئے کہ نماز مشغولی کا نام ہے اور قراۃ کے لئے تمہاری طرف سے امام کافی ہے۔ (۲) عن علقمہ ابن مسعودؓ قال لیت الذی یقرء خلف الامام

نعلی فتوہ تراباالخ رواہ الطحاوی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کاش کہ جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے اسکے منہ میں خاک بھر دی جاتی۔ (۳) عن ابراھیم قال قال الاسود بن یزیدؓ لان اعض جمرۃ احب الی من ان اقرء خلف الامام الخ۔ مصنف ابن ابی شیبۃ حضرت اسود بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ مجھے آگ منہ میں لینا اس سے زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأۃ کروں (۴) قتادۃ عن ابن المسیب قال انصت للامام مصنف ابن ابی شیبہ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ امام کے لئے یعنی اس کی قرأۃ کے لئے خاموش رہو (۵) قال علیؓ من قرء خلف الامام فلیس علی الفطرۃ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے قرأۃ کرتا ہے وہ فطرت پر نہیں ہے یعنے سنت کے طریقہ پر نہیں ہے (طحاوی) یہ حدیث بلحاظ رواۃ حسن کے درجہ کی ہے۔ (۶) عن عبداللہ بن مقسم انہ سال عبداللہ بن عمرؓ و زید بن ثابتؓ وجابر بن عبداللہؓ فقالوا لاتقرء خلف الامام فی شیئ من الصلوات (طحاوی) عبداللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے دریافت کیا تو ان حضرات نے فرمایا کہ کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے مت پڑھو۔ (۷) دفی العینی وذکر الشیخ الامام عبداللہ بن یعقوب الحارثی فی کتاب کشف الاسرار عن عبداللہ بن زید بن اسلم عن ابیہ قال عشرۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھون عن القراءۃ خلف الامام اشد النھی ابوبکر الصدیق وعمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب وعبدالرحمن بن عوف وسعد بن وقاص وعبداللہ بن مسعود وزید بن ثابت وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عباس الخ عینی شرح بخاری میں ہے کہ امام عبداللہ بن یعقوب حارثی نے اپنی کتاب کشف الاسرار میں بروایت عبداللہ بن زید بن اسلم عن ابیہ بیان کیا ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے دس صحابہ نہایت سختی کیساتھ قرأۃ خلف الامام کو منع فرماتے تھے۔ جنکے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ عمر بن الخطابؓ عثمان بن عفانؓ علی بن ابی طالبؓ۔ عبدالرحمن بن عوفؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ عبداللہ بن مسعودؓ۔ زید بن ثابت۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ مجتہد صاحب اور ان کے مقلدین ذرا بنظر غور ملاحظہ فرمائیں کہ خلفاء راشدین اور عبادلہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا متفقہ فتویٰ اس بارہ میں کیا ہے۔ اور

منہ میں خاک بھر دی جاتی۔ (۲) عن ابراہیم قال قال الاسود بن یزیدؒ لان اعض جمرۃ احب الی من ان اقرا خلف الامام الخ۔ مصنف ابن ابی شیبہ حضرت اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے آگ منہ میں لینا اس سے زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأۃ کروں (۴) قتادۃ عن ابن المسیب قال انصت للامام مصنف ابن ابی شیبہ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ امام کے لئے یعنے اس کی قرأۃ کے لئے خاموش رہو

(۵) قال علیؓ من قرء خلف الامام فلیس علی الفطرۃ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے قرأۃ کرتا ہے وہ فطرت پر نہیں ہے یعنے سنت کے طریقہ پر نہیں ہے (طحاوی) یہ حدیث بلحاظ رواۃ حسن کے درجہ کی ہے۔ (۶) عن عبداللہ بن مقسم انہ سال عبداللہ بن عمرؓ و زید بن ثابتؓ و جابر بن عبداللہؓ فقالوا لا تقرء خلف الامام فی شیء من الصلوات (طحاوی) عبداللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے دریافت کیا تو ان حضرات نے فرمایا کہ کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے مت پڑھو۔ (۷) دفی العینی وذکر الشیخ الامام عبداللہ بن یعقوب الحارثی فی کتاب کشف الاسرار عن عبداللہ بن زید بن اسلم عن ابیہ قال عشرۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھون عن القراۃ خلف الامام اشد النھی ابوبکر الصدیق وعمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب وعبدالرحمن بن عوف وسعد بن وقاص وعبداللہ بن مسعود وزید بن ثابت وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عباس الخ عینی شرح بخاری میں ہے کہ امام عبداللہ بن یعقوب حارثی نے اپنی کتاب کشف الاسرار میں بروایت عبداللہ بن زید بن اسلم عن ابیہ بیان کیا ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے دس صحابہ نہایت سختی کیساتھ قرأۃ خلف الامام کو منع فرماتے تھے۔ جنکے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ عمر بن الخطابؓ عثمان بن عفانؓ علی بن ابی طالبؓ عبدالرحمن بن عوفؓ سعد بن ابی وقاصؓ عبداللہ بن مسعودؓ۔ زید بن ثابت۔ عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ مجتہد صاحب اور ان کے مقلدین ذرا بنظر غور ملاحظہ فرمائیں کہ خلفاء راشدین اور عبادلہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا متفقہ فتویٰ اس بارہ میں کیا ہے اور

ساتھ ہی اس حدیث کا بھی لحاظ رکھئے۔ علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین المھدیین
میری سنت کو اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو اپنے اوپر لازم پکڑو(۸۹)۔ اور اسی شرح بخاری میں
مذکور ہے۔ وقد روی من القراءۃ عن ثمانین نفرا من کبار الصحابۃ منھم المرتضی والعبادلۃ
الثلاثۃ واسامیھم عند اھل الحدیث(۹۰) الخ قراءۃ خلف الامام کی ممانعت اسی جلیل القدر صحابہؓ سے ثابت
ہے جنمیں حضرت علی مرتضیٰ اور عبادلہ ثلاثہ یعنے عبداللہ بن مسعودؓ عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ بھی شامل
ہیں اور جن کے اسمائے گرامی اہل حدیث کے نزدیک ثابت ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اہل حدیث اس
گروہ کا نام ہے جنہوں نے ہزارہا مصیبتیں اور مشقتیں برداشت کرکے اور رحل پھر کر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو جمع کیا اور ان سے اجتہاد کرکے مسائل فروعیہ نکالے۔ نہ کہ اس گروہ کا نام جو آجکل اپنے کو اس نام سے مشہور
کرکے مسلمانوں میں تفریق کا باعث بن رہا ہے اور آئے دن فروعی جھگڑوں پر مقلدین کو کافر و مشرک بتلا رہا
ہے (۹) قال محمد لا قراءۃ خلف الامام فیما یجھر ولا فیما لم یجھر فیہ بذلک جاءت عامۃ الا
خبار (فتح القدیر) امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے جہری نماز میں قراءۃ ہے اور نہ سری نماز میں اور عام
احادیث اسی کا حکم دیتی ہیں (۱۰) وقال السرخسی تفسد الصلوٰۃ فی قول عدۃ من الصحابۃؓ لا یخفی
ان الاحتیاط فی عدم القراءۃ خلف الامام لان الاحتیاط ھو العمل باقوی الدلیلین و
لیس مقتضیٰ اقواھما القراءۃ بل المنع۔ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے نزدیک اس شخص
کی نماز جو قراءۃ خلف الامام کرتا ہے فاسد ہو جاتی ہے پس ظاہر ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ مقتدی خلف الامام قراءۃ
نہ کرے اسلئے کہ احتیاط دلیلوں میں زیادہ قوی دلیل پر عمل کرنیکا نام ہے اور دلائل قراءۃ خلف الامام اور نہی
عن القراءۃ میں سے بھی عن القراءۃ کی دلیل ہی قوی ہے الخ ان نقول کے بیان کرنیکی غرض یہ ہے کہ ان سب سے
یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر صحابہ اسی جانب ہیں کہ قراءۃ خلف الامام نہ ہونا چاہئے اور ایک جماعت کے نزدیک تو
نماز فاسد ہو جاتی ہے لہٰذا اہل انصاف غور کریں کہ مجتہد صاحب کا دعویٰ اور پھر اسپر تقریروں میں دوسروں
کو مورد لعن و طعن بنانا کہاں تک درست ہے۔ والی اللہ المشتکی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری ان تمام دلائل
کا جواب مجتہد صاحب اپنی اجتہادانہ طرز سے دینگے اور اسمیں شافعیت کی آڑ نہ پکڑینگے اور مقلد نہ بنینگے۔

مسئلہ وضع الیدین

اب ناظرین کرام پہلے ذرا مجتہد صاحب کے مسئلہ وضع الیدین علی الصدر میں سابق دعوی کو اور پھر اسکے تحریری
ثبوت کو ملاحظہ فرمائیں اور مجتہد صاحب کی گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے کی داد دیں۔ اور اس کے بعد ہماری جوابدہی کو بھی ملاحظہ
فرمائیں مجتہد صاحب کا اور انکے رفقار کا اصل دعویٰ تو یہ تھا۔ وضع الیدین علی الصدر ہی مسنون۔ اور اسکی سنیۃ بھی
حدیث صریح صحیح سے ثابت ہے۔ اور تحت السرہ ہاتھ باندھنے والا سیدھا جہنم میں گرتا ہے اور فرشتہ بھی علی الصدر
ہی ہاتھ باندھتے ہیں۔ اور آپ اس دعویٰ کے ثبوت کے وقت فرماتے ہیں۔ (قال) وضع الیدین علی الصدر بحدیث
صحیح سنت ہے (قلت) دعوی پر دلیل دینا تو گویا آپکے نصیب دشمناں ہی ہوگیا ہے۔ ایک حدیث صحیح تو اثبات
سنیۃ کی پیش کی ہوتی ورنہ دعویٰ بلا دلیل تو کسی عقلمند کے نزدیک بھی قابل سماعت نہیں (قال) اس پر طعن
وتشنیع کرنیوالا الخ (قلت) اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شکست و ہزیمت کی رسوائی اور ذلت کی وجہ سے
جو گھر سے بھی اور باہر سے بھی جناب کے حصہ میں آئی ہے آپ اسقدر پریشان ہیں کہ یہ بھی بھول گئے کہ جناب کا
دعویٰ اور اسپر میرا سوال کیا تھا اور آپ اسوقت جواب کیا دے رہے ہیں دعویٰ تو یہ تھا کہ سینہ پر ہاتھ نہ
باندھنے والا جہنمی ہے اور میں نے یہی سوال کیا تھا کہ آپ اگر ہمت رکھتے ہیں تو اس کو مدلل ثابت فرما دیں
مگر آپ جواب دیتے ہیں کہ حدیث پر طعن وتشنیع کرنیوالا قابل حبط اعمال اور موجب جہنم ہے بھلا مجتہد صاحب اس کو
اصل سوال و دعویٰ سے کیا واسطہ اور اگر اس مثل پر عمل کرنیکا ارادہ تھا۔ کہ ملا آن باشد کہ چپ نشود۔ تو پھر
ایک اسی پر کیا موقوف ہے آپ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ جو خدا کا انکار کرے وہ جہنمی ہے۔ جو پیغمبر علیہ السلام کو نہ مانے
وہ جہنمی ہے وغیرہ وغیرہ مگر یہ تو فرمائیے کہ اس سے انکار کس کو ہے اور آپکے دعویٰ اور میرے سوال سے آپ کی اس
بات کو کیا علاقہ ہے جو شئے متنازع فیہ ہے اگر حوصلہ تھا تو اس کو ثابت کیا ہوتا۔ مگر مجتہد صاحب بہر رنگے کہ
خواہی جامہ می پوش من انداز قدت را می شناسم۔ آپ تو کیا اگر آپ کی تمام جماعت بھی زور لگائیگی تو انشاء اللہ
قیامت تک ان دعووں کو ثابت نہ کر سکیگی جو آپ اور آپکے رفیق کار دہلوی مولوی صاحب نے مقلدین کو گمراہ
کرنیکے لئے بہت زور و شور کیساتھ کئے تھے اور ہر دعویٰ پر حدیث بتاتے تھے مگر افسوس تو یہ ہے کہ جن باتونکا

اس تحریر میں ڈرتے ڈرتے اقرار کیا تھا ان کے لئے بھی تو بجز تقلید کے مسئلہ کے غلط سلط بھی کوئی دلیل نہ دیکھے سچ تو یہ ہے کہ آپ کو سچ بات ہی حضرت مجتہد نہیں آتی۔ (قال) اس سے زاید کسی امر کا ذمہ دار نہیں ہوں (قلت) نصیب اعدا اب کیوں ذمہ دار ہوتے رد ڈمسجد کی تقریروں تک ہی ذمہ دار تھے۔ غنیمت ہے کہ جلد ہی آپ جیسے مجتہدوں کی حقیقت ظاہر ہو گئی اور جھوٹی باتوں کا سارا پول کھل گیا۔ مجتہد صاحب آئندہ ذرا ذرا سوچ سمجھکر کلام کیا کیجئے اور دیکھ بھال کر بات کہا کیجئے ورنہ اسی طرح ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑیگا آپ نے ہمیشہ سادہ لوح اور ان پڑھ حنفیوں کے سامنے ایسے ہی دام تزویر بچھائے ہیں جو آج تار عنکبوت کی طرح ملیامیٹ ہو کر رہ گئے۔ بہرحال آپنے تو بہت زور سے یہ دعویٰ کر کے کہ وضع الیدین علی الصدر ہی صحیح حدیث سے ثابت ہے بے دلیل ہی معاملہ ختم کر دیا مگر ہم آپ کے اس دعویٰ کا انکار کرتے ہیں اور منکر کیلئے اگرچہ دلیل کی ضرورت نہیں لیکن بغرض اتمام حجت ہم اس انکار کی دلیل بھی پیش کرتے ہیں تاکہ منصف و حق پرست کے کام آئے حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ وضع الیدین دراصل کوئی معرکۃ الآرا مسئلہ نہیں ہے اور نہ ائمہ اربعہ میں اس مسئلہ میں جواز و عدم جواز کا اختلاف ہے کہ باہمی دلائل اور جانبین کی بحثوں کو بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں فی الواقع سنیۃ و عدم سنیۃ کا بھی اختلاف نہیں ہے بلکہ صرف اولویۃ اور عدم اولویۃ یا افضلیۃ و عدم افضلیۃ کا خلاف ہے اسی لئے امام ترمذیؒ نے ائمہ کا مذہب بیان کر کے یہ فرمایا والامر واسع فی هذا الباب یعنی اس مسئلہ میں امر واسع ہے اور امام احمدؒ نے فرمایا کہ نمازی کو اختیار ہے چاہے تحت السرہ ہاتھ باندھ لے اور چاہے فوق السرۃ اور چاہے عند الصدر و علی هٰذا اسی طرح ابن منذر محدث بھی اجازت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لانص فی هذه المسئلة یعنی اس مسئلہ میں کوئی ایسی نص حدیث کی موجود نہیں جسکو مان کر ایک جانب زور لگایا جائے۔ الغرض محدثین۔ مجتہدین اور اکابر علمائے حق کے نزدیک اس بارہ میں کوئی عظیم اختلاف نہیں ہے۔ لیکن مجتہدین جدید اور مدعیان عمل بالحدیث نے اپنے شعار کے مطابق اس مسئلہ کو بھی فساد اور نزاع باہمی اور مسلمانوں پر لعن طعن کا آلہ کار بنا لیا ہے اور طرح طرح سے اس پر بحثیں کی جاتی ہیں اور کبھی وضع علی الصدر کی سنت کے منکر کو جہنمی ہونیکا فتویٰ دیا جاتا ہے اور کبھی ان کی تضحیک کیجاتی ہے اور کبھی تحت السرہ ہاتھ باندھنے کو برے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ عالم تو کجا اگر جاہل بھی سنے تو کانوں پر ہاتھ دھرے اور متحیر ہو کر رہجائے۔ اسی لئے ہمارے مجتہد صاحب نے بھی جو تقریروں میں فرمایا تھا وہ تو الگ رہا اب بھی اس زور و شور کیساتھ بے دلیل حکم صادر فرما دیا کہ وضع الیدین

علی الصدر ہی مسنون ہے۔ گویا آپ کی تحقیقات تمام ائمہ و محدثین سلف کے مقابلہ میں اسقدر اعلیٰ مرتبہ کو پہنچ گئی ہے کہ اب دوسرے کے لئے کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔ لہٰذا ہم بھی مجتہد صاحب کے اس بے دلیل دعویٰ کے مقابلہ میں عرض کرتے ہیں کہ وضع الیدین کی سینہ پر ہرگز ہرگز کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اسلئے کہ اس باب میں جسقدر احادیث بھی مذکور ہیں ان میں سے سب کے نزدیک وائل بن حجر کی حدیث اصح ما فی الباب شمار کیجاتی ہے تقبیہ اور احادیث کا درجہ اس کے بعد میں ہے۔ اور وائل بن حجر کی حدیث کا یہ حال ہے کہ مصنف ابی ابن شیبہ

میں ہے عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رائت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ ورجالہ ثقات وقال الشیخ قاسم بن قطلوبغا الحنفی

ان ھذا السند جید الخ (شرح ترمذی لابی طیب) یعنی علقمہ اپنے والد وائل بن حجر رض سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا ہے کہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے تھے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھے ہوئے تھے اور اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں علامہ قاسم بن قطلوبغا محدث حنفی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند جید یعنی عمدہ ہے۔ اور یہی حدیث جو مسند بزار میں ہے اسمیں بجائے لفظ تحت السرہ کے عند الصدر ہے اور یہی حدیث جو صحیح ابن خزیمہ میں ہے اسمیں فوق الصدر ہے۔ یعنی واقعہ صرف ایک ہی ہے مگر تین حدیث کی کتابوں میں تین طرح مذکور ہے۔ لہٰذا بقاعدہ اصول اذا تعارضا تساقطا۔ یہ حدیث کسی فریق کی جانب سے بھی دوسرے فریق کے مقابلہ میں حجت نہیں بن سکتی۔ اور اگر کوئی شخص ترجیح کا مدعی بنے تو پھر یہ حدیث بحمد اللہ ہمارے لئے حجت ہو سکتی ہے دوسروں کیلئے نہیں۔ اس لئے کہ جس سند سے وائل بن حجر رض کی حدیث صحیح ابن خزیمہ میں مذکور ہے اور اسمیں لفظ علی الصدر ہے یہ غیر محفوظ ہے اس لئے کہ اسی حدیث کو امام احمد رح نے اپنی مسند میں بطریق عبداللہ بن ولید روایت کیا ہے اور نسائی نے بطریق زائدہ اور ابو داؤد نے بطریق بشر بن المفضل اور ابن ماجہ نے بطریق عبداللہ بن ادریس وبشر بن المفضل اور امام احمد رح نے بطریق عبد الواحد زہیر بن معاویہ وشعبہ روایت کیا ہے اور صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث وائل مذکور ہے لیکن سوائے ابن خزیمہ کے جسمیں یہ حدیث بطریق مومل بن اسمٰعیل مروی ہے ان محدثین نے اپنی کتابوں میں جسمیں صحاح ستہ بھی داخل ہیں کسی ایک نے بھی لفظ علی صدرہ کو روایت نہیں کیا۔ اور مومل بن اسمٰعیل کے متعلق امام بخاری فرماتے ہیں منکر الحدیث یعنے اس کی احادیث ناقابل اعتبار ہیں بمقلدین امام بخاری

کو تو یہی حوالہ کافی ہے لیکن اور بھی سنئے وقال بعضہم دفن کتبہ فکان یحدث من حفظہ فکثر خطاءہ
اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی کتاب کہیں دفن ہو گئی تھی تو اس کے بعد اپنی یاد سے روایت کیا کرتا تھا اور اسمیں بہت
غلطیاں کرتا تھا۔ وقال ابو حاتم صدوق شدید فی السنۃ کثیر الخطاء اور ابو حاتم فرماتے ہیں کہ راوی
تو سچا ہے اور سنت کے بارہ میں بھی بہت سخت ہے مگر روایت میں غلطیاں بہت کرتا ہے اور تہذیب التہذیب میں
ہے قال محمد بن نصر المروزی المومل اذا انفرد بحدیث وجب ان یتوقف و یتثبت فیہ لانہ کان سئی الحفظ
کثیر الغلط۔ اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ جب یہ راوی کسی روایت میں منفرد ہو تو اسکی حدیث موقوف رہیگی اسلئے
کہ اس کا حافظہ اچھا نہ تھا اور حدیث میں بہت غلطیاں کرتا ہے۔ اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے محدثین کے نزدیک کہ
ضعیف راوی کی زیادتی معتبر نہیں ہوتی اور ثقہ کی بھی جب معتبر ہوتی ہے کہ اس سے زیادہ ثقہ اسکے خلاف نہ کہتا ہو
اسلئے مومل نے جبکہ اس لفظ کی زیادتی میں تفرد کیا اور تمام راویوں کے خلاف یہ زیادت بیان کی اور خود ضعیف ہے
تو اس کی یہ زیادتی غیر مقبول ہو گئی اور اگر کسی درجہ میں ثقہ بھی ہوتا تو بھی مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث کے راوی
کے مقابلہ میں جو کہ اس سے زیادہ ثقہ ہے یہ زیادتی نامعتبر ٹھیرتی۔ حافظ ابن قیم حنبلیؒ بھی اس روایت میں مومل بن
اسمٰعیل کو متفرد مانتے ہیں اور اعلام الموقعین میں فرماتے ہیں لم یقل علی صدرہ غیر مومل بن اسمٰعیل یعنی
مومل بن اسمٰعیل کے علاوہ کسی ایک نے بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کو روایت نہیں کیا۔ تو ابتک ترجیح کی صورت میں وائل
بن حجرؓ کی وہ حدیث جسمیں تحت السرہ ہے اور جسکی سند جید ہے اس حدیث کے مقابلہ میں جسمیں علی صدرہ ہے
ہر طرح راجح رہیگی اور ہمارے موافق ہوگی اور آپکے مقصد کے مخالف اور جن لوگوں نے اس حدیث کا مصنف
ابن شیبہؒ میں ہونے کا انکار کیا ہے ان کا انکار ان لوگوں کے مقابلہ میں جو اپنی آنکھ سے اس کو دیکھ چکے ہیں نا معتبر
ٹھیریگا اور غلط ہوگا۔ قال ابو الطیب السندھی وجدتہ فی النسخۃ فی خزانۃ کتب الشیخ عبد القادر
ابو الطیب سندھیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خود شیخ عبد القادر کے کتبخانہ میں مصنف ابن ابی شیبہ میں اس حدیث کو دیکھا ہے
وقال الشیخ قائم السندھی وجدتہ فی النسختین اور شیخ قائم سندھیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کے
دو نسخوں میں اس حدیث کو دیکھا ہے اور سب سے اول علامہ قطلوبغا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود اس حدیث
کو دیکھا ہے بہرحال ترجیح میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ (دوسری حدیث) قبیصہ بن ہلب کی ہے جو اپنے والد سے

روایت کرتے ہیں قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینصرف عن یمینہ وعن یسارہ ورأیتہ یضع

ھذہ علی صدرہ وصف یحیی الیمنی علی الیسری فوق المفصل میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو

دیکھا کہ آپ نماز کے بعد یا داہنی جانب مڑ جاتے یا بائیں جانب اور میں نے آپ کو دیکھا کہ اس کو (یعنی ہاتھ کو) سینہ پر رکھے

تھے۔ یحیی نے وضع الیدین کی صفت اسطرح بیان کی کہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر گٹے پر رکھتے۔ رواہ احمد واسنادہ

حسن لکن قولہ علی صدرہ غیر محفوظ روایت کیا اسکو احمد نے اسناد اس کی حسن کے درجہ کی ہے لیکن اسمیں

جو لفظ علی صدرہ ہے وہ صحیح نہیں ہے (آثار السنن) یہ حدیث بھی قابل حجۃ نہیں ہے اول اس لئے کہ اس روایت

میں ایک راوی سماک بن حرب ہے جسکے متعلق محدثین کی یہ رائے ہے قال صاحب الاکمال ھو ثقۃ ساء حفظہ

راوی ثقہ ہے لیکن حافظ خراب ہے ضعیفہ ابن المبارک وشیبہ وغیرھما۔ اور ابن مبارک اس کو ضعیف

کہتے ہیں اور شیبہ بھی اور ان کے علاوہ اور محدثین بھی قال الذہبی روی ابن المبارک عن سفیان انہ

ضعیف حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ ابن مبارک سفیان سے روایت کرتے ہیں کہ یہ راوی ضعیف ہے۔ وقال

احمد مضطرب الحدیث امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث میں اضطراب ہے وقال النسائی اذا انفرد

باصل لم یکن حجۃ لانہ کان یلقن فیتلقن اور نسائی فرماتے ہیں کہ اگر کسی حدیث میں یہ منفرد ہے تو وہ

حدیث ہرگز قابل حجۃ نہیں اسلئے کہ یہ شخص جیسا کوئی اس کو تلقین کردیتا ہے ویسا ہی روایت کرنے لگتا ہے

وقال الحافظ فی التقریب صدوق وروایتہ عن عکرمہ خاصۃ مضطربۃ وقد تغیر بآخرہ فکان ربما

یلقن اور حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں سچا ہے لیکن روایت اسکی عکرمہ سے خاصکر مضطرب ہے اور آخر زمانہ

میں خلط ملط کرنے لگا تھا اور جب کوئی تلقین کردیتا تھا ویسا ہی کہنے لگتا تھا ان عبارتوں پر نظر کرتے ہوئے یا

حدیث ضعیف ہے یا درجہ حسن میں ہے لیکن حسن مانتے ہوئے بھی اس نے تو اس (اپنی) روایت میں لفظ علی الصدر روایت

کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس روایت کو امام احمد نے بطریق شریک روایت کیا ہے اسمیں لفظ علی الصدر

نہیں ہے۔ اور امام احمد نے اس کو بطریق وکیع روایت کیا ہے اسمیں بھی یہ لفظ موجود نہیں۔ اسی طرح دارقطنی

نے بطریق عبدالرحمن بن مہدی و وکیع اور ترمذی اور ابن ماجہ نے بطریق ابی الاحوص اسی حدیث کو روایت کیا ہے

انہیں بھی یہ لفظ علی الصدر قطعاً مذکور نہیں ہے لہذا مسند احمد کی یہ روایت جو بطریق یحیی بن سعید ہے اور تمام

طرق کے خلاف ہے سماک یا سفیان سے بجز اس ایک سند کے کسی سند میں بھی لفظ علی صدرہ موجود نہیں ہے

نیز حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث جو مسند احمد میں ہے ہلب طائی کی اس میں بھی بجائے عند صدرہ ہے یعنی بعض نسخوں

میں بجائے لفظ علی صدرہ کے عند صدرہ ہے۔ وقال الحافظ فی الفتح وقد روی ابن خزیمۃ من حدیث

وائل انہ وضعہما علی صدرہ والبزار عند صدرہ وعند احمد فی حدیث ہلب الطائی نحوہ الخ ان

تمام امور کے موجود ہوتے ہوئے جبکہ حدیث باعتبار اس زیادتی کے سنداً و متناً مضطرب ہے تو اس کو نہ دلیل

بنایا جا سکتا ہے اور نہ یہ مقابل پر قابل حجت ہے۔ اور حضرت مولانا انور علی صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا ظہیر احسن

رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی عبارت میں بظاہر تصحیف معلوم ہوتی ہے یعنی کاتب نے کچھ کا کچھ بنا دیا

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ویضع ہذہ علی ہذہ کی جگہ ویضع ہذہ علی الصدر لکھا گیا کاتب کی غلطی سے

اس لئے کہ یحییٰ جو صفت وضع الیدین کی بتا رہے ہیں وہ جب ہی چسپاں ہوگی کہ یضع ہذہ علی ہذہ

ہو ورنہ صحیح عبارت اس طرح ہونا چاہئے تھی ویضعہما علی صدرہ یعنی دونوں ہاتھ سینہ پر باندھے۔

(دوسری وجہ) اس کے حجت نہ ہونے کی یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل جزئی اور واقعہ

جزئی کا تذکرہ ہے اور صرف اس قدر ثبوت سے یہ فعل سنت نہیں کہلا سکتا جبکہ اس کے خلاف میں دلائل موجود

ہوں (تیسری حدیث) طاؤس کی ہے۔ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یضع یدہ الیمنیٰ علی

یدہ الیسریٰ ثم یشد بہما علی صدرہ وھو فی الصلوٰۃ رواہ ابوداؤد فی المراسیل واسنادہ

ضعیف (آثار السنن) طاؤس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر باندھتے

اور ان کو سینہ پر رکھتے ابو داؤد میں یہ روایت مرسل ہے یعنی طاؤس نے او پر کا راوی جو صحابی ہے ہو

وہ نہیں بیان کیا اور خود وہ صحابی نہیں ہے اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (آثار السنن) اس حدیث

میں سلیمان بن موسیٰ جو راوی ہے وہ ضعیف ہے لہٰذا قابل حجت نہیں ہے اور اگر ہم اس کو تسلیم بھی

کرلیں تو بھی ہمارے مقابلہ میں اس لئے حجت نہیں کہ اس حدیث میں بھی فقط واقعہ [illegible]

لفظ کان کے متعلق ہم پہلے کافی بحث کر آئے ہیں لہٰذا آپ کا یہ دعویٰ کہ وضع الیدین علی الصدر [illegible]

ایسی ضعیف حدیثوں سے ثابت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اگر ان کو بالفرض حسن کے درجہ کی مان بھی لیا جائے تو بھی

جزئی واقعہ کے ثبوت کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان حدیثوں سے پایا جاتا ہے کہ وضع الیدین علی الصدر جائز ہے ورنہ ان سے سنت کا ثبوت تو کجا افضلیتہ اور اولویتہ بھی ثابت نہیں ہوتی بلکہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کا کسی صحیح حدیث سے وجود بھی نہیں پایا جاتا۔ اور جو احادیث اس باب میں آئی ہیں سب ضعیف ہیں۔ بہر حال آپ کا دعویٰ تو بالکل غلط ہے اور اور کوئی صحیح حدیث آپ کے اس غلط دعویٰ کی تائید نہیں کرتی فمن ادعیٰ خلافہ فعلیہ البیان اور ہمارا یہ انکار کہ وضع الیدین علی الصدر کی سنیتہ صحیح احادیث سے نہیں پائی جاتی بالکل درست اور احادیث کے مطابق ہے۔ اب ہم چند وہ احادیث و آثار پیش کرتے ہیں جن سے وضع الیدین تحت السرہ کا ثبوت بھی پایا جاتا ہے اور اس کی اولویتہ و افضلیتہ بھی معلوم ہوتی ہے۔ (پہلی حدیث، تو وہی وائل بن حجرؓ کی ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور ہم ابھی بیان کر آئے ہیں اس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تحت السرہ ہاتھ باندھتے۔ اور سند اس کی جید ہے اور راوی اس کے سب ثقات ہیں۔ اور صحیح ابن خزیمہ کی حدیث سے ہر طرح فائق ہے۔ (دوسری حدیث) عن ابی جحیفۃ ان علیاً قال السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ رواہ ابوداؤد و قال سمعت احمد بن حنبل یضعف عبد الرحمٰن بن اسحٰق الکوفی قلت ولم ینسبہ احد الی الکذب وانما یضعف من قبل حفظہ فحالہ کحال ابن ابی لیلیٰ وابن لھیعۃ وغیرھما (فی تھذیب التھذیب) قال البزار لیس حدیثہ حدیث حافظ وقال العجلی ضعیف جائز الحدیث یکتب حدیثہ۔ فالحدیث حسن۔ (اعلاء السنن) ابی جحیفہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ سنت طریقہ وضع الیدین میں یہی ہے کہ تحت السرہ ہوں۔ یعنے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی سنت ہے۔ ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے سنا ہے کہ وہ اس حدیث کے راوی عبد الرحمٰن بن اسحٰق کوفی کو ضعیف کہتے تھے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ

فرماتے ہیں کہ اس راوی کو کاذب کوئی بھی نہیں کہتا صرف اس کے حافظہ کے خراب ہو جانے کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں اس لئے اس کا حال ابن لہیعہ یا قاضی ابن ابی لیلیٰ کا سا ہے۔ کہ یہ جلیل القدر فقیہ اور علماء کبیر الشان میں سے ہیں لیکن حافظہ کے خراب ہونے کی وجہ سے ضعیف کہلائے جاتے ہیں۔ تہذیب التہذیب میں ہے کہ بزار کہتے ہیں کہ عبد الرحمٰن کی حدیث حافظ کی سی نہیں۔ اور عجلی فرماتے ہیں کہ عبد الرحمٰن بن اسحٰق ایسا ضعیف ہے کہ اس کی حدیث کو لیا جا سکتا ہے۔ اور قبول کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے یہ حدیث حسن کے درجہ کی ہوئی۔ اب آپ فرمائے کہ اگر یہ حدیث حسن کے درجہ کی ہے۔ تب تو اس باب میں فیصلہ کن ہے اس لئے کہ حضرت علیؓ کا یہ روایت فرمانا کہ سنت طریقہ یہی ہے کہ تحت السرہ ہاتھ باندھے جائیں اس روایت کو مرفوع بنا دیتا ہے چونکہ صحابیؓ کا سنت کے الفاظ سے روایت کرنا محدثین کے نزدیک حکم میں مرفوع حدیث کے ہے۔ تو گویا اس نے سنت طریقہ کا اس باب میں فیصلہ کر دیا اور آپ کا دعویٰ سراسر غلط نکلا اور اگر ضعیف بھی مان لی جائے تب بھی آپ کی ضعیف روایتوں پر اس کو ترجیح دیجائیگی اس لئے کہ ان ضعیف روایتوں سے تو فقط آپ کے جزئی واقعہ ثابت ہوتے ہیں اور اس حدیث سے اس فعل کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے لہٰذا دونوں طریقوں سے ہمارا مقصود ثابت ہے۔ (تیسری روایت) عن الحجاج بن حسان قال سمعت ابا مجلز او سألته قال قلت کیف اضع قال یضع باطن کف یمینه علی ظاهر کف شماله ویجعلها اسفل من السرة رواه ابوبکر بن ابی شیبه واسناده صحیح۔ (آثار السنن) حجاج بن حسان کہتے ہیں کہ میں نے ابو مجلزؓ (صحابی) سے سنا۔ یا یہ کہا کہ میں نے ان سے سوال کیا کہ نماز میں وضع الیدین کا کیا طریقہ ہے انھوں نے فرمایا کہ داہنے ہتھیلی کے باطن کو ظاہر بائیں ہاتھ کی ظاہر پر رکھ اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھ۔ یہ اثر بھی قولی ہے فعلی نہیں۔ جو دلالت کرتا ہے کہ اس بات پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت سے ایسا کرتے دیکھا تھا۔ تب ہی تو صحابیؓ نے ایک ہی جانب کو ترجیح دی (چوتھی روایت) وعن ابراهیم النخعی

قال یضع یمینه علی شماله فی الصلوٰة تحت السرة اسناده حسن رواه ابن ابی شیبه۔

(اعلاء السنن) ابراہیم نخعیؒ جو جلیل القدر تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ دونوں ہاتھ تحت السرہ باندھے چاہئیں اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور سند اس کی حسن ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تحت السرہ کا ثبوت حضرت علی مرتضیٰ کا اس فعل کو سنت قرار دینا دیگر صحابہؓ تابعین کا اس کا حکم کرنا ایک منصف و حق پرست کے لئے صاف صاف بتاتے ہیں۔ کہ تحت السرہ ہاتھ باندھنا ہی افضل اور سنت کے موافق کہلایا جا سکتا ہے۔ مگر افسوس ہے ان متعصبین اور جاہلین پر کہ جو اس فعل کے کرنے والے کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جہنمی بتائیں اس پر طعن کریں اور اس کو تارکِ سنت کا فتویٰ دیں حیف صد حیف خدا ان کو ہدایت دے کہ یہ مسلمانوں میں تفریق نہ پیدا کریں اور بات بات پر کافر و فاسق کا حکم نہ لگا دیا کریں۔ کیا مولانا شہیدؒ کا قول واما الطاعن بالحدیث اور یہ وعید آپ کے اور آپ کی جماعت کیلئے نہیں ہے جو تقریروں اور زبانی گفتگو میں اس فعل کی آئے دن مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔ خاتمہ بحث پر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس حدیث کا بھی تذکرہ کر دیں جو مولوی احمد صاحب دہلوی عماد عن علوم الشریعة واخلاق النبوة نے مقلدین کو جہنمی بتاتے ہوئے مجمع عام میں پیش کی تھی اور جن کی تائید کا شوق مجتہد صاحب کو بجد ہے۔ عن ابن عباس فی قول الله عز وجل فصل لربك وانحر قال وضع اليمين على الشمال في الصلوٰة عند النحر حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے قول فصل لربك وانحر کے متعلق روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینہ پر باندھنا یہی ہے انحر کا مطلب۔ حدیث کی سند کا حال بھی سنئے اس میں ایک راوی ہے روح بن المسیب وہ متروک الحدیث ہے قال ابن حبان یروی الموضوعات عن الثقات لا تحل الرواية عنه ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی ثقہ راویوں کے نام سے حدیثیں گھڑا کرتا ہے اور وضع کیا کرتا ہے۔ اس سے روایت کرنا کسی کو حلال نہیں ہے وقال ابن عدی احادیثه غیر محفوظة ابن عدی فرماتے ہیں کہ اس کی حدیثیں سب غیر محفوظ ہیں۔ الیٰ غیر ذالک۔ نتیجہ یہ کہ یہ اثر بھی ضعیف بلکہ موضوع ہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ کے نام سے بھی ایسی ہی غلط روایت بیان کی جاتی ہے۔ اور حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں وقیل المراد بقوله وانحر وضع اليدين على الصدر تحت النحر يروى هذا عن علیؓ ولا يصح

یعنے والحرکے متعلق حضرت علیؓ سے یہ روایت کیجاتی ہے کہ سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنا یہ ہرگز صحیح نہیں ہے، یہ ہے وہ مایۂ ناز حدیث جسکو سنا کر مقلدین کو جہنم میں گرایا جاتا ہے کہاں ہیں بخاری کی حدیثوں پر عمل کرنیکے مدعی وہ اس کو دیکھیں اور عبرت پکڑیں اور اگر حوصلہ ہے تو اپنے دعوے کیلئے بخاری کی حدیث پیش کریں ورنہ دعوئی بلا دلیل سے شرمائیں اور غیرت کریں (قال) اس کا جواب سابق میں گذر چکا۔ (قلت) ہمارے ان سوالوں کا اور آپکے اپنے دعوؤں کا جیسا جواب سابق میں جنابنے دیا ہے وہ ہر شخص کو روشن ہے سوائے مسئلہ تقلید کے جسمیں جنابنے کافی مکر وزور وفریب ہی سے کام لیا ہے کسی ایک دعوی کی بھی دلیل نہ دیکے ہاں سیاہ سیاہ حروف بیشک بہت سے لکھے ہیں (قال) اگر آپ کو ان سے (مولوی احمد صاحب سے) گفتگو کی خواہش ہے تو انہیں دعوت دیجئے غالباً کہ یقیناً فی الفور آپکے مہمان بننے کو بسر و چشم قبول کرینگے (قلت) وہ بیچارے تو جنکی مثال چون مثل دل خالی کی ہے۔ کیا میری دعوت قبول کرینگے جب آپ جیسا مدعی اجتہاد ہی دعوت کو قبول کرکے میدان میں نہ آیا اور گھر میں بیٹھکر گیدڑ بھبکیاں دکھاتا رہا۔ اور ہزار ذلت و رسوائی کے باوجود سامنے آنیکی ہمت نہ کرسکا۔ اور شاید آپ کو معلوم نہیں یا قصداً تجاہل عارفانہ کرتے ہیں کہ جس وقت آپ اپنی شکست کی ذلت و رسوائی کے آنسو پونچھنے کیلئے بنگلور تشریف لے گئے تھے اسوقت آپ کی جماعت نے اس ذلت کو مٹانے کیلئے مولوی صاحب مذکور کو دعوت دی تھی جو مغرب کے وقت یہاں پہنچے تھے شب بھر میری اور آپکی تحریروں اور اپنی غیر ذمہ دارانہ اقوال و افعال کو دیکھ دیکھ کر اور سوچ سوچ کر پیچ و تاب کھاتے رہے اور صبح ہی آٹھ بجے جبکہ میں انکی آمد کی خبر سنکر پیام شوق کا منتظر بیٹھا تھا سرنگوں با حسرت و یاس خاموشی سے جہاں سے آئے تھے وہیں کو تشریف لے گئے۔ یہ وہ نئے مجتہد جو قصبہ میں ہیں کذب و تفریق کے مدار رہے ہیں لعنتیں کیں مقلدوں پہ بہت ہیں ان کو دوزخ کے خواستگار ہوئے ہیں کہ یہ کے تقلید ہو گیا کافر ہیں ایسے فتوؤں کے ذمہ دار رہے ہیں خوب تقسیم کفر و شرک کیا ہیں گویا انہیں کے ٹھیکہ دار رہے ہیں خوب بے دعوے کے مریدوں میں ہیں ان کو جنت کے دعویدار رہے ہیں ایک مقلد کی دعوت حق پر ہیں دونوں صاحب ہیں فرار ہوئے۔ (قال) آپکا حاشیہ ہے (الی) لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھنے کا موقعہ ملے) (قلت) مسلمانوں پر جھوٹی لعنت کرنا اور

گالیاں دینا تو آپ اور آپ کی جماعت کا خاص شعار ہے۔ لہٰذا اس کیلئے تو صرف اسی قدر کہدینا کافی ہے
کہ عطا تو بہ تقاری تو! دوسرا اہلحدیث ہونیکا تو دعویٰ اور پھر مسلمانوں کو ناحق لعنت کرنا اور گالیاں دینا کیا حدیث
سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسکو قتل کرنا کفر ہے آپ کو یاد نہیں ہے مجتہد
صاحب آپکی کج فہمی ہے میں نے آپ سے صرف پانچ سوال کئے تھے یہ چھٹا سوال جو نکاح بالمحارم میں حد
تعزیر ہونے نہ ہونیکا تھا آپ نے ذمہ میں نے نہیں لگایا بلکہ وہ مولوی صاحب کی غیر ذمہ دارانہ حرکت کا بسبیل تذکرہ
اظہار تھا اس لیئے آپکو پانچ سوالوں کو بالکل جدا طور حکایت نقل کیا ہے اور پھر آپ سے اسکے بارہ میں کوئی
سوال نہیں ہے مگر چونکہ آپ خود ہی ان کے ہر دعویٰ کی تائید کا شوق ہے اسلئے اپنی بے عقلی سے اسے بھی اپنے
سر لگا لیا ہے کہئے کہ آپ چھٹے میں یا ہم اور یہ لعنت آپ پر ہی لوٹ گئی یا نہیں (قال) لہٰذا جواباً اسقدر
عرض ہے (اول) اس پر حد واجب نہیں بلکہ تعزیر کیا جائے (قلت) تو پھر اسمیں اعتراض کیا تھا کیا جناب اور جناب کے
مولوی صاحب اس مسئلہ میں حد مصطلح کا دعویٰ رکھتے ہیں اگر ایسا ہے تو اس کو بیان کرنا چاہئے تھا اور اس ہدایہ کی
عبارت کا سقم ظاہر کرنا چاہئے تھا اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر آپکا اس کو اعتراضی شکل میں بیان کرنا اور مولوی
احمد صاحب دہلوی کا اس کو غلط پیرایہ میں سنانا اور اس سے بدظنی اور فتنہ پھیلانیکی کیا ضرورت تھی افسوس ہے
خدا قدوس تو ارشاد فرماتا ہے لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا خدا کی زمین میں اصلاح ہو جانیکے بعد فساد
پھیلاؤ لیکن آپ لوگوں کا یہ حال ہے کہ مسلمانوں کو اس نازک وقت میں بھی اتحاد و اتفاق اور چین و آرام سے نہیں بیٹھنے دیتے
اور فروعی مسائل کو چھیڑ چھیڑ کر مسلمانوں ہی میں خانہ جنگیاں کراتے رہتے ہیں فہل انتم منتھون. خدائے قدوس
آپ کو صحیح علم اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے. بہرحال جناب کا تو یہ شیوہ ٹھیرا کہ دعویٰ کر دیا اور دلیل ندارد سراج الا
کے مسلک پر یاان کے مذہب کی کتابوں پر اعتراض کر دیا اور اس کا سبب بھی بیان کرنے سے جان چرا گئے
مگر ہم شل سابق کے اس موقع پر بھی امام اعظمؒ کے اس مسلک کی کہ وہ نکاح بمحارم کے مسئلہ میں حد اصطلاحی
کیوں نہیں فرماتے اور تعزیر ہی کیوں بتاتے ہیں اور تعزیر کے کیا معنی ہیں احادیث ہی سے توضیح و تشریح
کر دینا چاہتے ہیں. لہٰذا ان کو غور سے دیکھئے اور اگر کچھ حوصلہ و ہمت ہے تو صحیح احادیث ہی سے اسکا رد فرمائیے
ورنہ بے محل اعتراض کرنے سے شرمائیے اور عاقبت برباد نہ کیجئے (مسئلہ سقوط حد نکاح المحارم) اس مسئلہ میں

اس کے تو جناب بھی قائل ہیں کہ محارم سے نکاح کرنا امام اعظمؒ کے نزدیک بھی اسی مرتبہ کا گناہ ہے جیسا کہ اور ائمہ کے نزدیک بھی اگر اختلاف ہے تو صرف اس بات میں ہے کہ امام اعظمؒ اس کی سزا تعزیر فرماتے ہیں اور دیگر ائمہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اسکی سزا حد تجویز کرتے ہیں۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ پہلے حد کے اصطلاحی معنی معلوم کیے جائیں اور اس کے بعد پھر ان احادیث پر جو کہ اس بارہ میں وارد ہیں نظر کیجائے، تو بہت جلد انشاء اللہ مسئلہ متنازع فیہ کا حل ہو جائیگا۔

حد کے معنی اصطلاح شریعت میں یہ ہیں۔ الحد عقوبة مقدرة للہ تعالیٰ یعنی حد ایک سزا کا نام ہے جو معین و مقرر ہوتی ہے خالصاً اللہ تعالیٰ کے حق کیلئے نہ اسمیں کبھی کمی کی جاسکتی ہے اور نہ کبھی زیادتی۔ وہ ایک مقرر شدہ سزا ہے اس لئے تعزیر کو حد نہیں کہتے اس لئے کہ اس میں سزا ایک ہی طرح کی مقرر نہیں ہوتی امام کی رائے کے ماتحت بڑھتی گھٹتی رہتی ہے اور اسی لئے قصاص کا نام بھی حد نہیں اس لئے کہ وہ حقاً للہ تعالیٰ نہیں ہوتا بلکہ حقاً للعباد ہوتا ہے یعنی امن عامہ کو قائم رکھنے اور مقتول کے خون کا بدلہ دلانے کیلئے مقرر ہے۔ حد کے معنی معلوم ہو جانیکے بعد اب ہم کو دیکھنا چاہئے کہ شریعت مقدسہ نے زنا کی حد کیا مقرر فرمائی ہے۔ تو اس کا جواب آیت قرآنی اور نصوص حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ زنا کی حد دو قسموں پر منقسم ہے جو زانی یا زانیہ محصن یا محصنہ نہیں ہیں انکا تو یہ حکم ہے الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة یعنی زانیہ اور زانی دونوں میں سے ہر ایک کے سو سو کوڑے لگاؤ۔ اور صحاح ستہ کی اس حدیث میں جسمیں کہ ماعز اسلمیؓ کا واقعہ مذکور ہے اور بعض احادیث صحیحہ سے محصن اور محصنہ کے زنا کی حد رجم قرار دی گئی ہے اور بعض حدیثوں میں جلد مائۃ کے ساتھ ساتھ تغریب عام ہے یعنی جلا وطنی بھی مذکور ہے جس کو حنفیہ نے سیاست پر محمول کیا ہے اور شوافع نے داخل حد رکھا ہے لیکن اس پر کتاب اللہ و احادیث دونوں متفق ہیں کہ زنا کی حد یا سو کوڑے مارنا ہیں اور یا سنگسار کرنا۔ ان دو حکموں سے باہر کسی امام کے نزدیک زنا کی حد نہیں شمار کی گئی تو اب مختلف فیہ مسئلہ میں بھی ہمکو دیکھنا چاہئے کہ کتاب و سنت کا یہ حکم اس مسئلہ میں بھی ثابت ہے یا نہیں لہٰذا جب ہم ان احادیث کو جو کہ اس مسئلہ میں وارد ہیں دیکھتے ہیں تو جواب نفی میں پاتے ہیں یعنی زنا کی وہ حد جو قرآن و حدیث ستہ سے باتفاق ثابت ہے کسی حدیث صحیح سے ہم اس مسئلہ میں نہیں پاتے اس لئے کہ جو احادیث اس مسئلہ میں پائی جاتی ہیں وہ دو قسم کی ہیں حکم عام اور واقعہ مخصوص جن احادیث میں حکم عام پایا

جاتا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں :- (۱) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وقع علی ذات محرم فاقتلوہ ومن وقع علی بھیمۃ فاقتلوہ واقتلوا البھیمۃ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے محرم کیساتھ زنا کرے اسے قتل کردو اور جو شخص چوپایہ کیساتھ زنا کرے اس کو بھی قتل کردو اور چوپایہ کو بھی قتل کردو (رواہ ابن ماجہ والبیہقی وغیرہما)۔ (۲) عن ابن عباسؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الرجل یا یہودی فاضربوہ عشرین واذا قال یا مخنث فاضربوہ عشرین ومن وقع علی ذات محرم فاقتلوہ رواہ الترمذی وقال لانعرفہ الامن ھذا الوجہ واسمعیل بن ابراہیم یضعف فی الحدیث۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی شخص کسی شخص کو یا یہودی کہے تو بیس کوڑے لگاؤ اور جب یا مخنث کہے تو اس کے بیس کوڑے لگاؤ اور اگر کوئی شخص اپنے ذی رحم محرم کیساتھ زنا کرے تو اس کو مار ڈالو۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے اور فرمایا کہ اس حدیث کو ہم بجز اس ایک طریق کے اور کسی ذریعے سے نہیں جانتے اور اس سند اور طریق میں جو اسمعیل بن ابراہیم ہے وہ روایت حدیث میں ضعیف سمجھا جاتا ہے۔ یہ دو حدیثیں ہیں جو اس مسئلہ میں بلحاظ عموم وارد ہیں ان پر غور کرنے سے مطالب ذیل حاصل ہوتے ہیں۔ (۱) یہ دونوں حدیثیں بلحاظ سند ضعیف ہیں اس لئے قابل حجت نہیں ہیں۔ (۲) علی سبیل التسلیم اگر ان کے ضعف کو نظر انداز کردیا جائے تو بھی ان دونوں سے حد مصطلح ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ زنا کی حد باتفاق آیت و احادیث یا جلد یعنی کوڑے مارنا ہے اور یا رجم یعنی سنگسار کرنا۔ اور قتل کرنا کسی آیت و حدیث سے زنا کی حد ثابت نہیں ہوتی پس اگر اس حکم کو حد شمار کیا جائیگا تو کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ کے خلاف لازم آئیگا اور یہ درست نہیں۔ مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں قد اتفق الکتاب والسنۃ علی ان حد الزانی احد الامرین اما الرجم واما الجلد و وردت السنن والاخبار بزیادہ تعزیب عام مع الجلد و لذا دخلہ الشافعیہ وغیرھم فی الحد وحملہ الحنفیۃ علی السیاسۃ وتوافق المصلحۃ واجمعوا علی ان حد الزنا ھو احد الامرین لاغیر فان زید علیہ القتل واخذ المال وقیل انہ

حد ایضاً لزمت مخالفۃ الکتاب و السنن المشھورۃ و اجماع الامۃ الخ (القول الجازم)

یعنے کتاب و سنت اس بات پر متفق ہیں کہ زانی کی حد دو امر ہیں یا رجم اور یا جلد اور بعض احادیث میں جلد کیساتھ تعزیب عام یعنی جلا وطنی کا بھی حکم آیا ہے اس لئے شوافع اور دیگر ائمہ نے جلد کیساتھ اسکو بھی شامل حد کر لیا ہے اور حنفیہ اس کو سیاست اور مصلحت امام پر رکھتے ہیں بہر حال اس پر سب کا اجماع ہے کہ زنا کی حد صرف دو ہی قسم میں ہیں (جلد اور رجم) اس کے سوا اور کچھ نہیں پس اگر ان دو امر پر قتل یا مال چھین لینے کو بھی (جیسا کہ آگے آرہا ہے) زیادہ کر کے حد میں داخل کیا جائے تو کتاب اللہ اور احادیث مشہورہ اور اجماع امت کے خلاف لازم آئیگا۔ انتہی۔ اسلئے قتل کرنیکا حکم حد نہیں ہے بلکہ تعزیر ہے۔ (۳) تمام ائمہ اور سلف تا خلف تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ زنا میں محصن اور غیر محصن کی حد میں فرق ہے اور محصن کی شرطیں تمام ائمہ کے مذاہب کی کتابوں میں موجود ہیں محصن کیلئے رجم سنگسار کرنا ہے اور غیر محصن کیلئے جلد کوڑے مارنا ہے۔ مگر ان دونوں حدیثوں میں محصن و غیر محصن کا کوئی فرق نہیں کیا گیا بلکہ دونوں کیلئے قتل کا ہی حکم دیا گیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان حدیثوں میں قتل کا حکم حداً نہیں ہے بلکہ تعزیراً ہے۔ ورنہ آپ فاقتلوہ نہ فرماتے بلکہ فارجموہ یا فاجلدوہ مائۃ جلدۃ فرماتے۔ (۴) اگر اس حکم قتل کو حد مانا جاتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ ترمذی کی اسی حدیث میں یا مخنث یا یہودی کہنے پر بیس بیس کوڑے یا رجم کا حکم دیا گیا ہے اس حکم کو کیوں حد نہیں کہا جاتا اور تعزیر ہی کہا جاتا ہے حالانکہ کوڑے مارنا تو حد کی اقسام میں داخل بھی ہو سکتے ہیں اور قتل تو کسی صورت سے بھی حد میں داخل نہیں ہو سکتا ہے۔ فمن ادعی الفرق بینھما فعلیہ البیان من الکتاب والسنۃ جس شخص کو ان دونوں میں فرق کا دعویٰ ہو وہ کتاب و سنت سے اسکی دلیل پیش کرے اس کے بعد اب ان احادیث پر بھی غور کرنا چاہئے جو اس مسئلہ میں بحیثیت واقعہ وارد ہوئی ہیں (۱) عن البراء بن عازب قال لقیت عمی ومعہ رایۃ فقلت لہ این ترید فقال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی رجل نکح امراۃ ابیہ فامرنی ان اضرب عنقہ واخذ مالہ (ابو داؤد) حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچا سے ملا اس حالت میں کہ ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا میں نے دریافت

کیا کہ علم لیکر کہاں کا قصد ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ مجھکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی طرف روانہ کیا ہے اسنے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرلیا ہے آپنے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں اس کی گردن ماردوں اور اس کا مال چھین لوں۔ (۲) عن البراء قال مرّبی خالی ابو بردۃ بن نیار الاسلمی معہ اللواء فقل

مثلہ الا انہ ایتہ براسہ (طحاوی) یعنے حدیث طحاوی میں ہے اس میں اتنا اور زائد ہے کہ میں اس کی گردن مارکر اس کا سر آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ قبل اس کے کہ ہم اسکے متعلق اصل بحث کو چھیڑیں یہ ذکر کردینا ضروری ہے کہ حضرت براء جو ابو بردہ اسلمی رض سے روایت کرتے ہیں یہ تمام روایتیں صرف ایک ہی واقعہ کے متعلق ہیں مگر کسی روایت میں تو حضرت ابو بردہ اسلمی کو انکا ماموں ہونا روایت کرتے ہیں اور کسی میں چچا تو دراصل ان دونوں قرابتوں میں کوئی خلاف نہیں ایک قرابت حقیقی ہے اور دوسری کسی دور کی نسبت سے ہے یا مجازاً لکھدیا ہے اور اس قسم کا تسامح قرابتوں اور رشتوں میں اکثر ہوا کرتا ہے بہرحال اس واقعہ سے جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آیا اور آپنے اسپر جو حکم فرمایا اس سے حسب ذیل امور معلوم ہوتے ہیں۔ (۱) ایک شخص جو اپنی محرم پر واقع ہوا یعنے اپنی سوتیلی والدہ سے نکاح کرلیا آپنے اسکو قتل کردینے کا حکم فرمایا اور قتل زنا کی حد میں داخل نہیں بلکہ یا رجم ہے یا جلد جیسا کہ آیت و احادیث مشہورہ سے ثابت ہے لہذا یہ قتل کا حکم دینا حداً نہ تھا بلکہ تعزیراً تھا۔ ورنہ ان آیات و احادیث صحیحہ کا خلاف لازم آئیگا جو دربارہ حد زنا وارد ہوئی ہیں (۲) کتاب اللہ احادیث مشہورہ۔ اجماع امت سے ثابت ہے کہ حد زنا میں محصن و غیر محصن میں فرق ہے۔ اور یہاں دونوں باتوں میں سے کسی ایک کا بھی لحاظ نہیں کیا گیا بلکہ مطلقاً ارشاد فرمادیا کہ قتل کرڈالو ورنہ اس طرح ارشاد ہوتا کہ اگر وہ شخص محصن ہے تو جاکر اسے رجم کردو اور اگر غیر محصن ہے تو کوڑے لگادو مگر آپنے ایسا نہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ آپکا یہ حکم حداً نہیں تھا بلکہ تعزیراً تھا (۳) اگر یہ حکم حد ہوتا تو قتل کیساتھ مال ضبط کرلینے کا حکم آپ نہ فرماتے کیونکہ اخذ مال کسی کے نزدیک بھی حد میں داخل نہیں لہذا معلوم ہوا کہ یہ حکم حداً نہ تھا بلکہ تعزیراً تھا۔ (۴) سر کاٹ کر خدمت عالی میں پیش کرنیکا حکم فرمانا کسی کے نزدیک بھی حد میں داخل نہیں ہوسکتا لہذا یہ خصوصیت بتارہی ہے کہ یہ احکامات یعنی قتل اتیان راس۔ اخذ مال سب تعزیراً تھے حداً نہ تھے۔ (۵) جھنڈا و علم لیکر زانی کے قتل کو جانا کسی کے نزدیک بھی ضروریات حد میں سے

نہیں ہے پھر آپکا حضرت ابو بردہؓ کو جھنڈا دیکر روانہ کرنا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپنے دست مبارک سے اس جھنڈے کو باندھکر ان کو دیا تو یہ اہتمام کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس شخص کا یہ قتل بحکم حد نہ تھا بلکہ بحکم تعزیر تھا مسئلہ متنازع فیہا میں صرف یہ دو ہی قسم کی حدیثیں ہیں یا حضرت ابن عباسؓ کی عام حدیث اور یا یہ واقعہ مخصوص اور دونوں سے کسی طرح بھی حد مصطلح ثابت نہیں ہوتی بلکہ تعزیر ہی ثابت ہوتی ہے لہٰذا امام اعظمؒ کا مسلک اس بارہ میں ہر طرح صحیح اور آیت واحادیث کے مطابق ہے فمن ادعی خلافہ فعلیہ البیان اس کے بعد مزید تقویت اور تائید کیلئے ہم وہ احادیث بھی پیش کرتے ہیں جو اس بات کی تصریح کرتی ہیں کہ اس مسئلہ کے علاوہ اور مسائل ومواقع پر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعزیراً قتل کا حکم فرمایا ہے و اُن مسائل میں تمام علماء متفق ہیں کہ وہاں قتل حداً نہیں بلکہ تعزیراً ہی ہے۔ (۱) ابوداؤد اور نسائی میں شراب پینے والے کے بارہ میں جو حدیث طویل مذکور ہے اسمیں ہے فان عاد الرابعۃ فاقتلوہ اگر چوتھی مرتبہ پھر وہ شراب پیئے تو اسے قتل کر ڈالو۔ اسی طرح (۲) نسائی وابوداؤد میں چور کے متعلق جو طویل حدیث ہے اس میں ہے حتی سرق الخامسۃ فقال اقتلوہ فقتلوہ جب اس چور نے پانچویں مرتبہ پھر چرایا تو آپنے ارشاد فرمایا کہ اس کو قتل کر ڈالو چنانچہ لوگوں نے اس کو قتل کر دیا۔ اب آپ ہی فرمائے کہ ان دونوں موقعوں پر جو آپنے قتل کا حکم فرمایا تو کسی نے بھی اس کو حدّاً کہا اور تعزیر ہی پر محمول کیا اور اس قتل کے حکم کو تیسری جگہ بھی امام اعظم رحمۃ اللہ نے دلائل وشواہد کیساتھ حد نہ فرمایا بلکہ تعزیر پر محمول کیا تو آپ جیسے اور دہلوی مولویصاحب امام اعظمؒ کے اس صحیح مسلک پر زبان درازیاں کرنیکو اور اعتراض کرنیکو تیار ہیں فیہہات ثم ہیہات اب رہا یہ سوال کہ امام اعظمؒ کیا تعزیراً قتل کو جائز رکھتے ہیں تو اس کا جواب بھی اثبات میں ہے بیشک امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک تعزیراً قتل کرنا درست ہے اور چونکہ تعزیر بالاتفاق غیر معین سزا کا نام ہے جسمیں کمی وزیادتی مصلحت امام کے ماتحت ہوسکتی ہے جیسا کہ خود اس مسئلہ میں قتل اور اخذ مال اور بعد قطع راس اسکو خدمت عالی میں پیش کرنیکا حکم فرمانا اور جنگ کی طرح علم دیکر بھیجنا مذکور ہے۔ تو صاحب ہدایہ یا جس کسی فقیہ نے بل یعزر کے بعد ویوجع وجعاً شدیداً لکھا ہے ان کا مقصد معاذاللہ اس مسئلہ کو ہلکا کرنا نہیں ہے جیسا

کہ لبعض جہلاء و مفسدین نے سمجھ لیا ہے بلکہ تعزیر کی ایک شق کا ذکر کر دینا ہے تاکہ امام وقت شرعی حدود میں رہکر مصالح وقتیہ کے لحاظ سے اس پر بھی عمل کر سکے بخلاف حد کے کہ اس میں کمی وزیادتی ناممکن ہوتی ہے اور اس مسئلہ میں حد کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں پایا جاتا ہے ورنہ تو مبسوط وغیرہ میں مصرح موجود ہے کہ تعزیر میں کبھی حد سے بھی زیادہ سخت سزا دیجا سکتی ہے عرف الشذی میں ہے وفی مشکل الاثار و معانی الاثار یعزر بالغا ما بلغ ولا تقید الی حد یعنی مشکل الاثار اور معانی الآثار میں ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ جسقدر سخت سے سخت چاہے تعزیر کر سکتا ہے اور اس کی کوئی حد معین نہیں ہے انتہی باقی جن فقہ کی کتابوں میں تعزیر کے لئے کوئی حد مذکور ہے وہ ائمہ جور اور ظالم حکام کے ظلم کے سد باب کی غرض سے بیان کر دی گئی ہے تاکہ وہ معمولی معمولی غلطیوں پر بھی کہیں تعزیر کی آڑ میں ظلم و استبداد پر کمر نہ باندھ لیں ورنہ اصل وہی ہے جو ہم بیان کر چکے اب میں ان نقول کو پیش کر کے جنمیں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تعزیر میں قتل کر دینے کا بھی حکم موجود ہے اپنے اس مدلل اور شرح مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ درمختار میں ہے ویکون التعزیر بالقتل تعزیر قتل کر دینے سے بھی ہوتی ہے۔ اور بحر الرائق میں ہے قد ذکروا التعزیر بالقتل یعنی فقہاء حنفیہ تعزیر کے بیان میں قتل کر دینے کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ اور فتح القدیر میں ہے وعن ابی یوسف یجوز التعزیر للسلطان باخذ المال الخ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جائز ہے سلطان کیلئے تعزیر میں مال کا ضبط کر لینا۔ اور آگے چل کر لکھتے ہیں والباقی الائمۃ الثلثۃ لا یجوز یعنی حنفیہ کے علاوہ بقیہ تین اماموں کے یہاں اخذ مال تعزیر میں درست نہیں ہے۔ اور یہی عینی شرح کنز میں بھی مذکور ہے عن ابی یوسف ان التعزیر باخذ الاموال جائز للامام یعنی امام کے لئے تعزیراً اخذ اموال کیساتھ درست ہے۔ اور شیخ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ شرح کنز میں فرماتے ہیں۔

وفی المنیۃ رای رجلا مع امراتہ یزنی بہا او مع محرمۃ وہما مطاوعان قتل الرجل والمرأۃ جمیعاً یعنی منیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کو اپنی بی بی کیساتھ زنا کرتے دیکھے یا محرمہ کیساتھ زنا کرتے دیکھے اور دونوں اس خباثت میں راضی ہیں تو عورت اور مرد دونوں کو قتل کیا جائے

یہ ہیں وہ عبارتیں جن سے صاف و صریح تعزیر میں قتل کر دینے کی اجازت نکلتی ہے! اور ائمہ ثلاثہ کے خلاف امام صاحب کے نزدیک تو جیسا کہ حدیث میں موجود ہے اخذ اموال بھی تعزیر میں درست ہے اور حدیث کے ماتحت اسکی بھی اجازت دیتے ہیں۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ اس مسئلہ میں تنہا امام اعظمؒ کا ہی یہ مسلک نہیں ہے بلکہ سفیان ثوریؒ کا بھی یہی مسلک ہے اور صاحب مشکوٰۃ المصابیح نے بھی اپنی کتاب میں اس حدیث کو جو مسئلہ متنازع فیہا میں وارد ہے باب التعزیر ہی میں بیان کیا ہے باب الحدود میں نہیں بیان کیا۔ تو پھر امام اعظم رحمہ اللہ کو مورد طعن بنانا اور ان کے مسئلہ کو غلط اور مکروہ شکل میں پیش کر کے فتنہ و فساد برپا کرنا اپنی عاقبت برباد کرنا نہیں تو اور کیا ہے اولئک ہم المفسدون ولکن لایشعرون اس کے علاوہ یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ غیر مقلدین اور ان کے مجتہدین باوجود اس امر کے جاننے کے کہ صاحبین یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا مسلک اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے ہی موافق ہے۔ اور ہدایہ کی اسی عبارت میں ہے جو آپ پیش کر چکے ہیں وقال ابو یوسفؒ و محمدؒ والشافعیؒ علیہ الحد اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ یہ دونوں بزرگ امام اعظم کے شاگرد اور انہی کے فقہ کے منتسبین میں سے شمار ہوتے ہیں اور جیسا کہ ہم نقل کر چکے ہیں ہر دو بزرگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ امام اعظمؒ ہی کا ایک قول ہوتا ہے اور انہی سے سنکر کہتے ہیں اگرچہ امام کا مشہور قول اسکے خلاف ہو تو پھر ایسے مسئلہ کو عام مجلسوں میں چمکانا اور لوگوں کو دھوکا دیکر اس مسئلہ کی غلط تعبیر کرنا یہ مفسدہ پردازی نہیں تو اور کیا ہے۔ مگر افسوس ہے آپ جیسے مدعی عمل بالحدیث پر کہ اپنے مولوی صاحبان کے خلاف کہ جنہوں نے خدا اور اسکے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے خلاف کذب صریح سے کام لیکر لوگوں کو دھوکا دیا اور فتنہ و فساد برپا کیا آپکی زبان سے ایک لفظ بھی تقریروں میں نہ نکلا بلکہ اور انکی پرزور تائید کی اور ان باتوں کا جو سیکڑوں آدمیوں کے سامنے ہوئیں صاف انکار کر دیا۔ اور جب ہم نے انکی ہفوات و خرافات کی تردید شروع کی تو مذہبی حمیتِ جاہلیہ زور کر آئی اور جھٹ ہمارے خلاف تقریریں شروع کر دیں اور بالآخر ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔ صدق اللہ واذا قیل لہم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون (قال) کیا مولوی عبداللہ خانصاحب دیوبندی بھی اس وقت موجود نہ تھے (قلت) بیشک جناب مولوی عبداللہ خانصاحب فاضل دیوبند اس وقت یہاں موجود تھے

اور فتنہ کے انسداد اور اصلاح ذات البین کی کوشش بھی فرماتے رہے تھے۔ لیکن فتنہ معمولی شے نہیں ہے جو جلد رفع ہو جائے اس کا شروع کرنا تو آسان ہے لیکن اس کا دفع کرنا سخت مشکل ہے جبھی تو حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ الفتنۃ اشد من القتل الآیہ۔ فتنہ کسی کو مار ڈالنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مگر اسکے باوجود بھی جب مولوی صاحب موصوف نے دہلوی صاحب کو ان کے دعووں میں ماخوذ کیا اور ان کے ثابت کرنیکا مطالبہ کیا تو چند ہی روز میں دہلوی امام یہاں سے خروج کر گئے اور اپنے دعووں کو آپ کے لئے بے دلیل ہی چھوڑ گئے (قال) آپ نے خوب کیا ایک من گھڑت دعویٰ الخ (قلت) یہ تو آپ نے خوب عیاری اور چالاکی سے کام لیا۔ کیا رد ڈ مسجد و نمیس تقریریں کرنے اور مریدین میں ہر دعوی پر حدیث کے مدعی ہونے اور مقلدین کو کافر و مشرک بنانے کے بجواب ثبوت کے وقت ان روباہ بازیوں سے کام چل سکتا ہے ہرگز نہیں حوصلہ ہے تو اصل دعووں کا جواب دیجئے ورنہ معلوم شد قدرے ترا معلوم شد۔ اور تقلید شخصی کے متعلق تو ہم ایسا بیان کر آئے کہ آپ عمر بھر یاد کرینگے۔ رہا گریز کا معاملہ تو یہ تو جناب کی دل خوش کن باتیں ہیں۔ گریز تو آپنے کیا کہ میرے ہل من مبارز پکارنے پھر بھی جناب نانخانہ میں ہی دبکے بیٹھے رہے اور میدان میں نہ نکلے اور میں بفضل ایزدی میدان میں ڈٹا رہا۔ کیا جناب کو اپنے ہی ایک مرید کا قول سنکر بھی انڈے منڈھی ہنسی ہوکے ا رند دو لینے گریز اور اپنی شکست کا یقین نہیں ہوا تب تو ماشاء اللہ آپ بہت ہی با غیرت معلوم ہوتے ہیں ؎ ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا × آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا (قال) اس کا جواب سابق میں گذر چکا (قلت) بیشک جو جواب آپ نے سابق میں دیا ہے اور صفحہ ۳۳ پر جو نتیجہ جناب نے نکالا ہے اس کے ایک ایک لفظ نے میرے قول کی تصدیق کر دی۔ اسلئے کہ میں نے اپنی تحریر میں جو سوال کیا تھا اسکا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ دہلوی مولوی صاحب کی طرح آپ بھی مقلدین کو مشرک و کافر سمجھتے ہیں آپ نے صفحہ ۳۳ کی ابتدائی سطور میں تو انکار کیا کہ میں مقلدین کو ایسا نہیں سمجھتا لیکن اس سے دوسری سطر کے بعد ہی ایک چھوٹا منطقی قیاس بناکر اور ایک حنفی عالم مولانا بحر العلوم رحمہ کیطرف اپنی جہالت کو منسوب کرکے خوب دل کھولکر مقلدین کو کافر و مشرک بنایا ہے اور میری سماعت کی حرف بحرف تصدیق کر دی ہے ہاں اپنی عادت کے مطابق اس اپنے قول پر کرو زور کا ملمع اسطرح

کیا ہے کہ اگر مریدین کا جلسہ ہو تو مجتہد صاحب دل کھولکر ان سے اسکی داد لیں کہ دیکھو کسطرح میں نے مقلدین کو کافر بنایا اور وہ بھی سب ملکر کہیں۔ این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ اور اگر کوئی مقلد یا اہل عقل مواخذہ کرے تو جھٹ کہدیں۔ کہ جناب میں نے تو کافر و مشرک نہیں بتایا میں نے تو بحر العلومؒ کا قول نقل کیا ہے۔ بیشک مجتہد صاحب اس مکر و زور کی ہم بھی آپ کو پر زور داد دیتے ہیں۔ لیکن یاد رکھئے کہ قیامت کے روز احکم الحاکمین کے دربار میں یہ لفظی پیچیدگیاں سب بیکار ہو جائینگی اور یہاں آپ مسلمانوں کو گول مول لفظوں میں جتنا جی چاہیں کافر و مشرک بنالیں لیکن یاد رہے کہ علام الغیوب کے سامنے دلوں کی چوریاں اور نیتوں کا کھوٹ ظاہر ہو جائیگا۔ آپ فرماتے ہیں ایجاب تقلید شخصی کو مولانا بحر العلوم نے تشریع جدید کہا اور تشریع جدید کفر ہے پھر نتیجہ یہ نکالتے ہیں مولانا بحر العلوم مدعیان وجوب تقلید شخصی کو کافر سمجھتے ہیں۔ غیر مقلدین حضرات جو اپنی بیٹیوں کی شادی اور رشتہ مقلدین کے ساتھ کرتے ہیں وہ اپنے مجتہد صاحب کے اس فتوی کو خصوصیت سے دیکھیں اور خود ہی نتیجہ نکالیں کہ اس کا اثر کہاں تک پڑتا ہے ہم تو صرف اس قدر عرض کرتے ہیں کہ خدائے قدوس ایسے مجتہدوں کو نیک ہدایت دے (قال) میں نے تقلید کے تمام اقسام بیان کر دئیے ہیں اور مبحث کو بالکل صاف کر دیا ہے اس کی جس قسم میں آپ کو مجھے اختلاف ہے اس کو معین کیجئے الخ (قلت) واہ مجتہد صاحب آپنے تجاہل عارفانہ میں کمال ہی کر دیا غالب نے آپ ہی جیسوں کیلئے تنگ ہو کر کہا ہے ؎ بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائینگے کیا۔ میں نے تو اپنی تحریر میں جسکو آپنے شایع کیا ہے آپکے تمام دعووں کا ذکر کر دیا ہے اور بقول خود آپنے ان کو دیکھکر تحریری مناظرہ بھی شروع کر دیا ہے اور ان تمام میرے اعتراضوں کا جواب بھی غلط سلط اپنی اس تحریر میں دیدیا ہے پھر یہ کسقدر ہنسی کی بات ہے کہ باہم مناظرہ شروع ہو جانیکے بعد بھی ابھی تک آپ کو یہ نہیں معلوم کہ مسائل مبحوث عنہا کیا ہیں اور اسمیں ما بہ النزاع اور آپکا کیا اختلاف ہے کیا جناب دنیا میں کسی ایسے مناظرہ کی مثال پیش کر سکتے ہیں کہ فریقین میں مختلف فیہ مسئلہ کے معلوم ہوئے بغیر ہی مناظرہ شروع ہو گیا ہو۔ اور اگر جناب فرماویں

کہ ابھی مناظرہ شروع ہی نہیں ہوا اور ابھی تو متنازع فیہ مسائل کی تعئین بھی نہیں ہوئی تو پھر آپ نے بجواس
رسالہ میں پانچ چھے جگہ بہت زور و شور کیساتھ تحریر فرمایا ہے کہ میں نے تحریری مناظرہ کو منظور کیا ہے
اور اسی کے مطابق تحریری جوابات بھی شروع کر دئیے ہیں تو انکا کیا مطلب ہے اب آپ ہی فیصلہ کیجئے
کہ آپ کی ان دونوں باتوں میں سے کس کو جھوٹی اور کس کو سچی مانیں اگر آپ کی یہ تحریر۔ تحریری مناظرہ
کی تحریر ہے تو پھر مجھے آپ کا صفحہ ۳۶ پر مابہ الاختلاف کو پوچھنا اور اس کی تعئین کرانا سر سر حماقت
اور جہالت ہے اور اگر آپ کی یہ تحریر تحریری مناظرہ کی تحریر نہیں ہے بلکہ مناظرہ سے پہلے مسائل مبحوث
عنہا کی تعئین اور مختلف فیہ مسائل کی تعئین کرانیکے لئے لکھی گئی ہے تو گذشتہ اوراق میں جہاں جہاں
آپنے یہ لکھا ہے کہ میں نے تحریری مناظرہ کو قبول کر لیا اور اس کے مطابق تحریر بھی شروع کر دی وہ سب
افترا اور جھوٹ ہے اور میرا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ آپ مناظرہ سے حیلہ کر کے فرار ہو گئے اسلئے کہ آپ کی
یہ تحریر قطعاً خلاف ضابطہ ہے اور اسی لئے میں نے قاعدۂ مناظرہ کے ماتحت اس کو واپس کر دیا تھا۔
آپ کی تو اس شتر مرغ کی سی مثال ہے کہ جب اس سے کہا گیا تو اڑتا کیوں نہیں تو اسنے جواب دیا کہ میں تو
شتر ہوں اور اونٹ اڑا نہیں کرتے تب اس سے کہا گیا کہ اگر تو شتر ہے تو تجھپر سوار ہونا چاہیئے
اور تجھکو بار برداری کے کام میں لانا چاہیئے تب اسنے کہا کہ میں تو مرغ ہوں بھلا مرغ بھی سواری دیا
کرتے ہیں اور لادے جاتے ہیں۔ سچ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد۔ رہا تقلید شخصی کا مسئلہ تو اسکو
بحمد اللہ ہم دلائل قرآنی و حدیثی آثار و نقول علماء کرام بالخصوص حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث
دہلوی رحمۃ اللہ سے ایسی عمدگی سے ثابت کر آئے ہیں کہ منصف کیلئے ایک صحیح فیصلہ کا کام دینگے اور
مخالف کیلئے ذلت و رسوائی کا باعث ہوں گے۔ (قال) جناب سے استفسار ہے کہ آپ کے اس
قول مقلد کو اختیار ہے میں کلمۂ اختیار سے آپ کی کیا مراد ہے۔ (اقول) ثانیاً اس میں کلام نہیں (تعلیت
آپ کی اس لغو منطق دانی کا اجمالی جواب تو صرف اس قدر ہے سہ سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا ست
اور تفصیلی جواب یہ ہے کہ جب مدعی کوئی دعوی کرے اور پھر اپنے اس دعوی کو دلیل سے ثابت نہ کر سکے
تو خصم کو اختیار ہے کہ وہ مدعی کے دعوی کی مخالف جانب پر قائم رہے چاہے علی الاطلاق اس پر

قائم رہے یا جانب مخالف کی کسی خاص شق پر قائم رہے۔ مدعی کو خصم سے اس بارہ میں کوئی مطالبہ تادتیکہ اپنے دعوی کو ثابت نہ کردے۔ ئی قاعدۂ مناظرہ کے ماتحت ہیں نے یہ لکھا تھا کہ۔ (اس لئے کہ اگر جناب تقلید شخصی کو شرک کفر ناجائز و حرام نہ ثابت کر سکے تو پھر ہر مقلد کو اختیار ہے کہ وہ مسائل مختلف فیہا میں اپنے امام کو ہی بلحاظ دلائل قرآن و حدیث اپنے حسن ظن سے بہتر سمجھکر اس پر عمل پیرا ہو) دیکھئے اپنے کتاب کا صفحہ۔ پس یہ اختیار اسی قسم کا اختیار ہے جو علم مناظرہ میں مدعی کے دعوی کے عاجز ہو جانیکے بعد خصم کو حاصل ہوتا ہے لہذا جناب کی لغو منطق اور اسکی تمام شقوق بالکل باطل ہیں اور جو ہمنے کہا ہے اسکے مقدم و تالی دونوں میں ملازمت موجود ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جو شق ہماری مراد تھی اسکو ہم مفصل بیان کرآئے اگر حوصلہ ہے تو اسکا رد فرمائیے ورنہ دعوی بلا دلیل سے حیا و شرم کیجئے۔ (قال) تا ثانیاً کیا اسکا تارک بنا بر اتباع روایات صحیحہ مرویہ در صحاح وغیرہ گمراہ و قابل ملامت ہے گو ناسخ و منسوخ و خاص عام و مطلق و مقید کا عالم نہو (الی) حضرت شاہ صاحب بحر رائق سے نقل فرماتے ہیں لو احتجم او اغتاب فظن انہ یفطرہ ثم اکل ان لم یستفت فقیہا ولا بلغہ الخبر فعلیہ الکفارۃ (الی) وان یستفت ولکنہ بلغہ الخبر وھو قولہ علیہ السلام الغیبۃ تفطر الصائم ولم یعرف النسخ ولا تاویلہ لا کفارۃ علیہ عندھما لان ظاہر الحدیث واجب العمل بہ انتہی (قلت) الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتے کو تنکے کا سہارا وہی مثل جناب کی ہے۔ عوام کو دین میں آزاد کر دینے اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ بازیچۂ طفلاں بنا دینے اور اپنے آپ کو مجتہدوں میں شمار کرنیکا شوق و اضطراب جناب کو اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ جہاں کہیں بھی ظاہر حدیث پر عمل کرنیکا ذکر آیا جھٹ آپ نے اس کو نقل کر دیا چاہے اس سے مطلب نکلے یا نہ نکلے۔ آپ سے سوال ہے کہ اتباع روایات صحیحہ سے جناب کی کیا مراد ہے اگر یہ مراد ہے کہ ایک شخص جو کہ عامی ہے اور ناسخ و منسوخ اور توجیہ و تاویل اور معانی نصوص و احادیث سے بے خبر ہے اور اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ مجتہدین کا ان مسائل میں اختلاف ہے لیکن وہ ان تمام باتوں کے باوجود کہتا ہے کہ مجھے کسی امام کی تقلید کرنا ضروری نہیں اور نہ کسی عالم سے فتوی پوچھنے کی حاجت میں تو فقط ظاہر احادیث ہی پر عمل کیا کروں گا

اور ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ حدیث کا ترجمہ دیکھا اور عمل کرلیا تو واضح رہے کہ اس ظاہر حدیث پر عمل کرنیکو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ تو کیا کوئی عالم دین بھی جائز نہیں کہہ سکتا واجب تو بڑی چیز ہے اور نہ کسی امام اور کسی عالم حق کے نزدیک اس کا نام اتباع روایت ہو سکتا ہے بلکہ یہ فقط اتباع نفس اور ہوائے نفس ہے اسلئے کہ وہ بوجہ جہل کے ان احادیث کو جن میں ناسخ بھی ہیں اور منسوخ بھی ماؤل بھی ہیں اور موجہ بھی ضعیف بھی ہیں اور موضوع۔ صحیح بھی ہیں اور حسن بھی بغیر کسی تفریق کے سب کو خلط ملط کرکے اپنا معمول بہ ٹھیرالیگا اور اسطرح احادیث میں باہم تصادم پیدا کردیگا اور پھر فاسئلوا اھل الذکر الآیہ۔ و دیگر آیات و احادیث سے جو عامی کیلئے تقلید کا وجوب ثابت ہوتا ہے اس کا باب بالکل ہی مسدود ہو جائیگا پھر نہ تقلید مطلق رہیگی اور نہ تقلید شخصی۔ اسلئے کہ واجب ایک ہی شئے ہوا کرتی ہے۔ اگر علی الاطلاق ظاہر احادیث پر عمل کرنا واجب ہو جائیگا تو پھر مسائل میں تقلید کی کوئی قسم بھی واجب نہیں ہو سکتی۔ اور اگر عامی پر کسی قسم کی تقلید مسائل میں واجب ہے تو پھر علی الاطلاق ظاہر احادیث پر عمل کرنا واجب نہیں ہو سکتا بہرحال بحر رائق کی عبارت کے کسی ایک لفظ سے بھی یہ مطلب نہیں نکلتا اور نہ کسی عالم کے نزدیک اسکی اجازت ہے۔ جیساکہ آپنے اپنے سوء فہم سے سمجھ رکھا ہے اور آپ کی جماعت کا ہر عامی مشکوٰۃ کا ترجمہ بغل میں دبا کر اپنے کو محدث اور عامل بالحدیث سمجھنے لگتا ہے! افسوس تو یہ ہے کہ آپ جس جگہ میں کسی عالم کا حوالہ پیش کرتے ہیں ہمیشہ اپنے مزعومہ عقیدہ کے ماتحت اس عالم کے خلاف ہی مطلب نکالتے ہیں یہاں بھی حضرت شاہ صاحب نے جو حوالہ بحر الرائق سے نقل کیا ہے اور اس سے جو مطلب نکالا ہے آپ اس کے برعکس ہی مطلب نکال رہے ہیں۔ مجتہد صاحب حضرت شاہ صاحب نے یہی عبارت جسمیں کہ امام صاحبؒ و امام محمدؒ کا امام ابو یوسفؒ سے اختلاف ہے دو جگہ بیان کی ہے ایک جگہ اس بحث میں کہ متبحر فی المذہب اگر کسی حدیث کو اپنے امام کے خلاف پائے تو وہ حدیث پر امام کے قول کے خلاف عمل کرسکتا ہے یا نہیں وہاں یہ عبارت ماآبہ سے نقل کی ہے اور نتیجہ یہ نکالا ہے کہ محققین کے نزدیک اس کو حدیث پر عمل کرنا چاہئے اور رملی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ بھی اس مسئلہ میں امام صاحبؒ کے خلاف نہیں ہیں بلکہ وہ عامی محض کو ایسا کرنے سے منع فرماتے ہیں عالم متبحر کو نہیں

اور اس عبارت کو بحرالرائق سے عامی کی بحث میں نکالا ہے فرماتے ہیں فصل فی العامی اعلم ان العامی
الصرف لیس لہ مذہب معین وانما مذہبہ فتوی المفتی فی البحر الرائق لو احتجم الخ جان تو
کہ عامی محض کا کوئی اپنا مذہب معین نہیں ہوتا بلکہ اس کا مذہب مفتی کا فتویٰ ہے اس کے بعد بحرالرائق کی
یہ عبارت پیش فرما کر جو آپنے نقل کی ہے یہ نتیجہ نکالتے ہیں قد علم من ھذا ان مذہب العامی فتویٰ
مفتیہ یعنے اس عبارت سے یہ معلوم ہو گیا کہ عامی کا مذہب حقیقت میں مفتی کا فتویٰ ہے انتہی جعفر
شاہصاحب کے ایک ہی عبارت سے دو قسم کے لوگوں کیلئے جدا جدا دو مطلب نکالنے کا صاف بصریح مطلب
یہ ہے کہ حضرت شاہصاحب عامی ہو یا متبحر فی المذہب دونوں کیلئے کسی مجتہد کی تقلید ضروری سمجھتے ہیں اور
ان کے نزدیک یہ طریقہ کہ احادیث کے ترجمہ پر ہی اکتفا کر لیا جائے اور اس کا نام اتباع روایت رکھا جائے
ہرگز درست نہیں اور اس طریقہ پر چل کر احادیث میں جو غلط اور تصادم واقع ہوگا جو کہ اس کی جہالت
سے پیدا ہوا یقیناً قابل ملامت ہے۔ ہاں اگر اپنے امام کے قول کے خلاف کوئی صحیح حدیث اسے معلوم ہو جائے
تو پھر متبحر عالم کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ امام کے قول کے خلاف حدیث پر عمل کرے اسلئے کہ اگر وہ اجتہاد
کا مادہ نہیں رکھتا لیکن ناسخ و منسوخ وغیرہ سے تو واقف ہے۔ اور عامی صرف یعنی عامی محض اور جاہل کو
اس کی بھی اجازت نہیں جیسا کہ حضرت شاہصاحب نے عامی کی فصل جدا بیان کر کے فرما دیا ان
مذھب العامی فتویٰ مفتیہ یعنی عامی کا مذہب فقط مفتی کا فتویٰ ہے۔ پس اگر جناب کا اس
عبارت (جو جانے کہ جمع ما لھا وما علیھا سے بھی بالمراجعۃ الی المتون والشروح الحدیثیہ واقف ہو) سے
مراد متبحر فی المذہب ہے تو بیشک اسکو درست ہے کہ وہ امام کے قول کے خلاف حدیث پر عمل کرلے
اور متبحر فی المذہب کی شرائط وہی ہیں جو حضرت شاہصاحب نے اسی عقد الجید میں صفحہ ۵۱ پر فرمادی
ہیں اور اگر یہ مراد نہیں تو پھر اسکا جواب بھی نفی میں ہے۔ رہا امام صاحب اور امام ابو یوسف کا اس مسئلہ
میں اختلاف اور ولان ظاہر الحدیث واجب العمل بہ کا مطلب تو اس کا حاصل تو صرف اسقدر ہے کہ
کسی شخص کو کسی مسئلہ پر عمل کرنیکی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ نہ کسی مفتی سے دریافت کیا اور نہ کوئی حدیث
اس تک پہنچی اور خود مسئلہ معلوم نہیں پس اگر اسنے پچھنے لگوائے یا کسی کی غیبت کی اور پھر یہ سمجھ کر کہ میرا اس

فعل سے روزہ ٹوٹ گیا کھا پی لیا تو باتفاق امام صاحب و صاحبین رحمہم اللہ اسپر کفارہ واجب ہے اور اسکی یہ جہالت دارالاسلام میں قابل عذر نہیں ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ مفتی سے فتویٰ پوچھکر ایسا کیا تو وہ معذور ہے اس لئے کہ اسکے ذمہ یہی واجب تھا کہ وہ اپنے معتمد علیہ مفتی سے دریافت کر لے چاہے اس مسئلہ میں اس مفتی نے خطا ہی کیوں نہ کی ہو۔ اسلئے باتفاق اسپر کفارہ واجب نہیں ہے تیسری صورت یہ ہے کہ مفتی سے تو سوال نہیں کیا لیکن اسکو یہ حدیث پہنچ گئی الغیبۃ تفطر الصائم غیبت کرنا روزہ دار کو افطار کرا دیتا ہے۔ اور اس کو اس حدیث کی تاویل یا اس کا منسوخ ہونا معلوم نہیں تو امام صاحب و امام محمدؒ اسپر کفارہ واجب نہیں کرتے اور جو وجہ بیان کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل امر تو یہی ہے کہ ظاہر حدیث واجب العمل ہے مگر بہت سی احادیث کے ظاہر پر عمل نہیں ہوتا بلکہ انکی توجیہ و تاویل کیجاتی ہے یا اسکو منسوخ و مرجوح علماء کے نزدیک کہا جاتا ہے۔ اب اگر اس شخص نے اپنی نادانی سے ظاہر حدیث پر عمل کر لیا اور اسکی صحیح توجیہ یا اسکے منسوخ ہونیکا اسکو علم نہ ہوا تو باعتبار اصل کے وہ معذور اور قابل معافی سمجھا جائے۔ اور اسپر کفارہ نہ آنا چاہئے اگرچہ اس کے لئے قابل عمل مفتی کا فتویٰ ہے مگر ایسا کر لینے کے بعد اصل یعنے حدیث کو اس فتویٰ مفتی سے کم نہ رکھنا چاہئے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جبکہ اسکے لئے مفتی کا فتویٰ ہی قابل عمل ہے۔ تو اس کو اپنی جہالت کے باوجود ظاہر حدیث پر جسکی نہ اسکو تاویل و توجیہ معلوم اور نہ اس کا نسخ معلوم متوجہ نہیں ہونا چاہئے تھا اسلئے یہ عذر اس کا قابل سماعت نہیں اور اسپر کفارہ واجب ہے۔ فرمائے مجتہد صاحب امام صاحبؒ و امام ابو یوسفؒ کے اس اختلاف میں آپ کا مقصد کہاں حاصل ہے اور آپ کی غیر مقلدیت سے اس جملہ لان ظاہر الحدیث واجب العمل بہ کو کیا تعلق اگر آپ کے مقصد کے مطابق جملہ ہوتا تو پھر ان ائمہ رحمہم اللہ کو تین شقیں نکالنے کی کیا ضرورت تھی صاف صاف حکم دیتے کہ اس کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ظاہر حدیث پر اسکو عمل کرنا واجب ہے اور اس کا تارک گنہگار حالانکہ یہاں امام ابو یوسفؒ تو اسکے ایسا کرنیسے بالکل ہی ناراض ہیں اور اسپر کفارہ واجب کرتے ہیں اور امام صاحبؒ و امام محمدؒ اسکے اس فعل کو صرف عذر اور قابل عفو کے درجہ میں شمار کر رہے ہیں باقی یہ باتیں جو آپ نکال رہے ہیں سب بیہودہ کا ہے۔ ان سے آپکی

غیر مقلدیت صحیح نہیں ہوسکتی سہ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا (قال) افسوس آج امام صاحب کے نام لیوا آپ کے اس سنہری اصول کو پس پشت ڈال کر کیوں اہل حدیث اہل حق کے درپے تضلیل وتفسیق ہو رہے ہیں۔ افسوس ایسی جھوٹی مقلدیت پر واللہ امام صاحبؒ ایسی تقلید سے سخت بیزار ہیں (قلت) ہم تو الحمد للہ حضرت امام الائمہؒ کے اس سنہری اصل کو ہی نہیں بلکہ تمام بیش قیمت اصولوں کو قرآن کریم اور احادیث نبی فداہ ابی وامی علیہ الف الف تحیۃ کے سمجھنے کیلئے دلیل راہ بنائے ہوئے ہیں اور اہل حدیث واہل حق کی عظمت اور انکی جانفشانیوں کا جو انھوں نے احادیث کے جمع کرنے اور انکے صحت وسقم کے پرکھنے میں اٹھائی ہے دلی اعتراف و احترام کرتے ہوئے ان کی محبت کو اپنا دین وایمان جانتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ اگر جولاہا کپڑے کے ٹکڑے کو منہ میں لیکر دعوی کرنے لگے کہ میں بزاز ہوں تو اسپر ہنسنا کیا بزاز کی مذاق اڑانا ہے یا اسکی حماقت ظاہر کرنا ہے مرزا قادیانی علیہ ما علیہ نے نبوت کا دعوی کیا اور مسلمانوں نے اسکی مذاق اڑائی تو کیا اسکی مذاق اڑانا بقول اسکے معاذ اللہ نبی کی مذاق اڑانا ہے ہرگز نہیں۔ مجتہد صاحب یہ آپکی غلط فہمی ہے کہ آپ اپنے آپ کو اہلحدیث سمجھتے ہیں یا آپ لوگوں کو دھوکے میں ڈالنے کیلئے یہہ سنہرا نام اپنے لئے تجویز کرلیا ہے۔ اہلحدیث اس جماعت حقہ کا نام ہے جنھوں نے اپنا خون اور پسینہ ایک کرکے نہایت جانکاہی اور عرقریزی سے احادیث کو جمع کیا اور مصیبت جھیل کر انکی چھان بین کی صحیح وضعیف میں موضوع اور منکر میں فرق کیا اور حدیث بلغوا عنی (الی) فرب مبلغ اوعی من سامع یعنی مجھسے لوگوں کو حدیث پہنچاؤ اس لئے کہ بہت سے لوگ جنکو حدیث پہنچائی جاتی ہے سامعین حدیث سے زیادہ اسکی نگہداشت کرنیوالی ہوتے ہیں وغیرہ کے ماتحت ائمہ مجتہدین کیلئے بہت بڑا ذخیرہ حدیث کا جمع کردیا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء واسکنہم فی دار النعیم۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں اہل حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فکان رؤس ہولاء عبدالرحمن بن مہدی ویحیی بن سعید القطان ویزید بن ہرون وعبدالرزاق وابوبکر بن ابی شیبۃ ومسدد وہناد واحمد بن حنبل الخ یعنی اہل حدیث میں سے بڑی بڑی حضرات یہہ ہیں: عبدالرحمن بن مہدی ویحیی بن سعید قطان ویزید بن ہرون وغیرہم۔ اور پھر ان حضرات کو نام شمار کرکے بعد فرماتے ہیں وہذہ الطبقۃ ہی الطراز الاول من طبقات

اور یہ طبقہ اہل حدیث کے طبقات میں سے سب سے پہلے درجہ میں ہے. یہ ہیں وہ لوگ جو اہلحدیث کہلانے کے مستحق ہیں
لہٰذا جناب کی جماعت اہل حدیث کہلانیکی ہرگز مستحق نہیں اور یہ نام محض فرضی نام ہے
بلکہ دھوکے کی ٹٹی ہے. بلکہ جناب تو ان مجتہدین میں سے ہیں جو باوجود اجتہاد کی شرائط بیان کردہ
حضرت شاہ صاحب رح کے موجود نہونے ہی جہل مرکب کے ماتحت دعویٰ اجتہاد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں
کہ بقول مینڈکی کو بھی زکام ہوا. ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے اجتہاد حق کی طرح آپکے اجتہاد کو بھی مانا
جائے. اور آپکی جماعت کے عوام اور جہلا آپ جیسوں کے مقلد ہیں سے چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا
ببین تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا. ہاں اہلحدیث محاورۂ عرب میں فقہ گو یوں کو بھی کہتے ہیں
پس اگر جناب اس معنی کے لحاظ سے اہلحدیث ہیں تو ہمیں اسمیں کوئی مناقشہ نہیں اس معنی کے لحاظ سے
آپ کو یہ نام مبارک ہو. واللہ امام صاحب اور علمائے حق و محدثین کرام آپکے اس جھوٹے دعوی اہلحدیث
سے سخت بیزار ہیں اور اسکو ہوا حض اور اتباع نفس سمجھتے ہیں. باقی کسی کو لعن طعن کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے
یہ خاصہ تو آپ ہی کا ہے ہم تو آپکے لئے نیک ہدایت ہی کی دعا کرتے ہیں کہ آپ مسلمانوں کو کافر و مشرک
نہ بنائیں (قال) آپ کتب فقہ خصوصاً ہدایہ اور کتب تصوف خصوصاً احیاء العلوم اٹھا کر دیکھئے
انہیں ایسی ایسی حدیثیں آپکو ملیں گی کہ محدثین اہل تنقید کے پاس بوجہ سقم اسانید و عدم ثبوت قابل احتجاج
نہیں ہیں (قلت) مجتہد صاحب فقہ حنفی (اور امام ابو حنیفہ) کے مجتہد فیہ مسائل سے جو جناب کو اور جناب کی جماعت کو
ایک خاص کاوش و عداوت ہے اس کو آپ کتنا ہی چھپائیں اور اس سے انکار کریں مگر وہ چھپتی نہیں اور
کہیں نہ کہیں ظاہر ہو کر رہتی ہے آپنے روڈ مسجد کی ایک تقریر میں بھی ہدایہ کی مذاق اڑائی تھی اور
اسی شب میں میں نے جناب کو مناظرہ کا چیلنج دیا تھا. اور آپ تقریر میں بھی دبے لفظوں میں اسکی تنقیص
کر رہے ہیں. مجتہد صاحب اگر کسی کتاب میں صحیح و حسن ضعیف وغیرہ ہر قسم کے احادیث موجود ہوں تو کیا
اسوجہ سے وہ کتاب نشانۂ ملامت بن سکتی ہے یا بنائی جاسکتی ہے اگر ایسا ہے تو سیکڑوں احادیث کی
کتابیں جناب کے نزدیک معاذ اللہ نشانۂ ملامت بنینگی. ابن ماجہ جو صحاح ستہ میں داخل ہے. بیہقی کی سنن
سنن دارقطنی دارمی. کنز العمال اور سیکڑوں کتب احادیث ہیں جنکی بہت سی احادیث بوجہ سقم اسانید اہل تنقید
کے نزدیک قابل احتجاج نہیں ہیں تو کیا یہ سب کتابیں اسوجہ سے نشانۂ ملامت ہیں. معاذ اللہ. حیف ہے آپ پر

بنسبن مایا مرکہ بہ ایمان کم ساء مانحکموت اگر غیاب فتح القدیر شیخ ابن ہمام اور حافظ حدیث شیخ
جمال الدین زیلعی کی نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی بنایہ جو
ہدایہ کی احادیث پر انھوں نے لکھی ہے دیکھتے تو اپنی جہالت و عناد سے یہ زبان طعن اس کتاب پر ہرگز نہ کھولتے
مگر آپ کو ان علمی باتوں سے کیا کام آپ کے تو اجتہاد کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ سلف صالحین اور انکی
تصنیفات پر لعن طعن کریں اور ان کی مذاق اڑائیں مجتہد صاحب احیاء العلوم تصوف و اخلاق کی
کتاب ہے اسمیں اگر نا قابل احتجاج احادیث موجود ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں جبکہ بہت سی کتب احادیث
بھی جو کہ بحیثیت مجموعی تمام علماء سلف و خلف کے نزدیک قابل حجت ہیں اس قسم کی احادیث سے خالی
نہیں ہیں۔ صوفیہ و فقہاء کرام پر زبان درازی کرنا اور ان بزرگوں کی شان میں گستاخیاں کرنا آپ
حضرات کا ہمیشہ سے شیوہ رہا ہے۔ (قال) بلکہ فقہا نے تو ان کو مخصص کتاب ٹھہرایا۔ (قلت)
یہ آپکا صریح بہتان ہے جبکہ فقہاء حنفیہ کے یہاں صحیح خبر واحد سے بھی زیادۃ و تخصیص کتاب صحیح نہیں تو پھر
ضعیف یا بے سند احادیث کسطرح مخصص ہو سکتی ہیں فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ مجتہد صاحب
فقہاء حدیث و کتاب پر حملہ کرکے اپنی عاقبت خراب نہ کیجیے۔ (قال) ان حضرات پر تو کوئی اعتراض
نہیں کرتا (قلت) کیوں نہیں کرتے بہت سے جہلاء اور ناعاقبت اندیش علماء اور بے علم مدعیان اجتہاد
آئے دن ان بزرگان دین پر آپ کی طرح اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ مگر ان کا وہی حال ہوتا ہے جو
کسی شاعر نے کہا ہے ع گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد ÷ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد۔ (قال) اور جو صحیح
بخاری و صحیح مسلم کی روایتوں پر عمل کرے وہ گمراہ اور قابل ملامت ہو گیا۔ (قلت) آپکا صحیح بخاری
و صحیح مسلم پر عمل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی نے قرآن کریم کی آیۃ میں وَاَنْتُمْ سُكَارٰى کو چھوڑ کر لَا
تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ پر عمل کیا تھا۔ یا جیسا کہ بعض آزاد خیال حضرات
مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ کی صحیح حدیث پر عمل کرکے اپنے آپ کو تمام اعمال سے
سبکدوش سمجھتے ہیں۔ یہی حال آپکا ہے کہ بخاری یا مسلم کی کسی حدیث کو یا اسکے ترجمہ کو دیکھ لیا اور
اور بغیر تمام صحیح احادیث سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ارشاد فرمائی ہیں آنکھیں بند
کرکے اور ان کو پس پشت ڈال کر عامل بالحدیث ہونیکا جھوٹا دعوی کرنے لگے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم

یعنی سمجھنا کہ تمام صحیح احادیث ان ہی کے اندر محدود ہین اور کوئی حدیث خواہ بلحاظ سند صحیح کیون نہو ان احادیث
کے نہ معارض بن سکتی ہے نہ انکے لئے مخصص ہو سکتی ہے اور نہ انکے اجمال کی توضیح و تشریح کر سکتی ہے وغیرہ
وغیرہ تو یہ بہت بڑی جہالت اور نادانی ہے اور محدثین اور علماء کرام کے نزدیک قابل مضحکہ ہے بلکہ بخاری
اور مسلم کے صحیح ہونیکے یہہ معنی ہین کہ یہ دونون کتابین بحیثیت مجموعی تمام دوسری حدیث کی کتابون کے
ذخیرہ دن سے زیادہ موثق اور معتبر اور صحیح ہین اور اکثر محققین علماء نے موطاء مالک کو بھی اسمین شامل کیا
ہے لیکن دوسری کتابین بھی صحیح احادیث سے خالی نہین ہین بلکہ انمین سے بہت سا مجموعہ احادیث کا ہے وہ جو بخاری
و مسلم کی احادیث کے ہی رتبہ اور درجہ مین سمجھا جاتا ہے محدثین نے احادیث علی شرط مسلم اور علی شرط
بخاری اور علی شرط الشیخین کا بہت بڑا مجموعہ کتب حدیث مین نقل کیا ہے. لہذا آپکا فقط بخاری و مسلم کی
احادیث ہی کو لینا اور دوسری تمام احادیث صحیحہ کو پس پشت ڈالدینا اور انسے آنکھین بند کر لینا کوئی
کمال کی بات نہین ہے. کمال یہ ہے کہ تمام صحیح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی کا ارشاد مان کر قبول کیا جائے
خواہ وہ بخاری و مسلم مین ہون یا دوسری احادیث کی کتابون مین. اور انمین تطبیق ترجیح ناسخ و منسوخ
وغیرہ معلوم کر کے اپر عمل کیا جائے جیسا کہ الحمد للہ علماء احناف کا طریقہ ہے یا دیگر ائمہ حق کا طریقہ ہے. لہذا آپکا
یہ دعوی محض عوام فریبی پر مبنی ہے اور سادہ لوح جاہل مسلمانون کو بخاری و مسلم کا نام لیکر دھوکے مین ڈالنا
اور اپنا الو سیدھا کرنا ہے اور کچھ بھی نہین بمصداق. اذا کان الغراب دلیل القوم ؎ گر از بسیط زمین عقل منعدم گردد
بخود گمان نبرد ہیچ کس کہ نادانم. (قال) غرضکہ علمائے محققین خصوصاً امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح
رحمہما اللہ کے اقوال مذکورہ بالا سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی ہے کہ جماعت اہلحدیث حق پر ہے اور بوجہ ترک تقلید
شخصی ہرگز قابل ملامت نہین (قلت) جماعت اہل حدیث ہی جماعت ہے جسکو جماعت محدثین کہا جاتا ہے اور
جسکی تعریف حضرت شاہ صاحب رح نے حجۃ اللہ البالغہ مین فرمائی ہے انکے حق پر ہونے مین کوئی شک و شبہ نہین اور
جو انمین خود مجتہد ہین انہین کسی کی تقلید کی ضرورت نہین اور جو مجتہد نہین ہین وہ کسی نہ کسی امام کے مقلد ہین
رہا آپکا معاملہ سو نہ آپ اہل حدیث اور نہ انکے پیچھے ہین بلکہ ہوا النفس کے مقلد ہین. اور زمانہ حال کی غیر مقلدیت
جسکا نصب العین جہلاء کو دین مین آزاد کر دینا اور کم علمون کو مجتہد بنا اور ائمہ دین پر اور ان کے مسایل
پر طعن و تشنیع کرنا ہے وہ تمام اہل حق کے نزدیک قابل ملامت ہے. اور ان کی ان بری باتون کو برا سمجھنا

عین ایمان و حق پرستی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی جو اعلیٰ صوفیا اور مقلدین میں سے ہیں جنپر آپ بھی طعن کر آئے ہیں کا یہ ارشاد و علامۃ اہل البدع الوقیعۃ فی اہل الاثر یعنی بدعتیوں کی علامت محدثین پر طعن کرنا ہے آپ پر بھی خوب صادق آتا ہے۔ اس لئے کہ آپ کی جماعت نے محدثین تو کجا محدثین کے امام اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ پر بھی طعن کرنے سے نہ چھوڑا اور امام طحاوی رح جیسے محدث کو بھی برا کہنے میں خوب کہا کہو اکر حصہ لیا اور امام محمد رحمہ اللہ کی موطا کی بھی جو حدیث ہی کی کتاب ہے اور جسکا حوالہ دیکر آپ بھی اسوقت انکے ہمراہ ہو رہے ہیں خوب ہی اڑائی اگر تصدیق چاہتے ہو تو یو پی اور پنجاب سے اپنی مذہبی کتابیں منگا کر دیکھ لو سب حقیقت کھل جائیگی اب آپ ہی فرمائے کہ اہل بدعت کون ہوا ۔ ع ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔ اور حدیث میں جو آیا ہے لایزال طائفۃ من امتی منصورین لا یضرھم من خذلھم حتی تقوم الساعۃ یعنی میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت ایسی رہیگی جنکو قیامت تک کوئی رسوا نہ کرسکیگا اور وہ ہمیشہ منصور و فاتح ہی رہینگے۔ ابن مدینی جو محدث ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ جماعت محدثین کی جماعت ہے اسی لئے فرماتے ہیں ہم اصحاب الحدیث اور فقہاء اور مفسرین کہتے ہیں کہ اسکا مصداق ہم ہیں اور بعض علما فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں۔ اور ہمارے نزدیک اہل باطل کے مقابلہ میں یہ سب جماعتیں جماعت واحدہ ہی ہیں اور سب اسمیں داخل ہیں اور آپ اسمیں سے کسی میں بھی داخل ہونا نہیں پسند کرتے تب ہی تو آجتک بھی باوجود پوری جد و جہد کے مذہب حنفی کو بالخصوص اور ائمہ اربعہ کے مذاہب کو بالعموم کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے اور انشاء اللہ قیامت تک علی رغم اعدائنا یہی مذاہب جاری رہینگے اور فی الحقیقت سواد اعظم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ان بنی اسرائیل تفرقت علی اثنتان وسبعین فرقۃ وستفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی قال ما انا علیہ واصحابی (وفی روایۃ) واحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ، بنو اسرائیل بہتر فرقوں پر تقسیم ہو گئے تھے میری امت بھی تہتر فرقوں پر منقسم ہو جائیگی لیکن ایک ملت کے علاوہ باقی سب جہنم میں ہونگے۔ صحابہ رضہ نے دریافت کیا کہ وہ فرقہ جو جہنم سے نجات میں رہیگا کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ وہ ملہ ہے جو میری اور میرے صحابہ رضہ کی سنت پر چلیگی اور اس حدیث کے دوسرے طریق میں ہے کہ ایک فرقہ جنت میں جائیگا اور وہ جماعت ہے۔ ترمذی۔ ابو داود

مسند احمدؒ کی یہہ حدیث صاف صاف بتا رہی ہی کہ فرقۂ ناجیہ وہی ہی جو بلحاظ اصول سنت رسول و صحابہؓ کے تابع ہوتے ہوئے جماعت یعنی سواد اعظم کا اتباع کرے گا. یعنی اہل السنۃ والجماعۃ. نہ کہ وہ فرقہ جو کہ علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین المہدیین کو پس پشت ڈالکر صحابہ رضؓ کو بہی معاذ اللہ مورد طعن سمجہتا ہو حتی کہ تراویح کی بیس رکعتون کو بہی معاذ اللہ بدعت عمری کہتا ہو جیسا کہ آپکی جماعت کا شیوہ ہے قال الصادق المصدوق ولعن آخر ہذہ الامۃ اولہا یعنے اس امت کے آخر مین آنے والے پہلو نپر لعن طعن کرینگے ۔ پس ابن مدینیؒ رحمہ نے جن محدثین کرام کے متعلق پہلی حدیث مین فہم اہل الحدیث فرمایا وہ ٹہیک فرمایا مگر وہ بہر ہی ان کی اپنی توجیہ ہی اور دوسرون کو بہی حق ہی کہ اسکا مصداق اپنے کو بنائین اس لئے کہ اس حدیث کا تعلق تجربہ اور مشاہدہ پر ہی لیکن اس حدیث مین تو خود سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ ہی فرقہ ناجیہ ہے اور تمام محدثین رحمہم اللہ بہی اس مین داخل ہین مگر آپ اسمین داخل ہونا پسند نہین فرماتے اور مسلمانون کے سواد اعظم سے جدا ہی رہنا آپ کو محبوب ہے (قال) کیا اس حسن ظن کا یہہ مطلب ہے. (قلت) یہ آپکی کج فہمی اور ناسمجہی ہی کہ آپنے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے مذاہب کو اتباع حدیث سے جدا سمجہ رکہا ہی اور انکے مقابلہ مین بار بار اپنے کو اہل حدیث کہلانیکا شوق جناب کو لگا ہوا ہے یا دلی عداوت و بغض و عناد پر مبنی ہی جو آپکا مسلمانون کے حق مین خاص شیوہ اور طغرای امتیاز رہا ہے ورنہ در اصل ائمہ اربعہ کے مذاہب ہی حدیث کے ماتحت ہی ہین ۔ اور انکے مقلدین انکا یہی سمجہکر اتباع کرتے ہین کہ احادیث کے صحیح معنی اور صحیح توجیہ وہ ہمسے زیادہ بہتر سمجہتے ہین اور انکے اعمال و اقوال اور انکا علم صحیح آجکل کے نام نہاد مجتہدین سے بالاتر ہی اور جدید مجتہدین کی طرح وہ جہل مرکب مین بہی گرفتار نہ تہے. محدثین اپنے اپنے زمانہ مین جمع احادیث کا کام کرتے چلے آئے اور مجتہدین اور انکے منتسب علماء اپنے اپنے زمانہ مین ان احادیث کے مجموعہ سے مسائل متفرع کرتے رہے اور امت محمدیہ کی آسانی کیلئے بصورت فقہ اسکو مدون کر دیا تاکہ وہ صحیح حدیث من یرد اللہ خیرا یفقہہ فی الدین یعنی جس شخص کے حق مین اللہ تعالی خیر اور بہتری چاہتا ہی اسکو دین مین سمجہ اور فقہ عطا فرماتا ہی. کا مصداق بنین. اور آپ نہ تو صحیح معنے مین مجتہد اور نہ محدث اور نہ آپ صحیح معنے مین مقلد بلکہ اپنے نفس کے مقلد ہین جس مسئلہ کو نفس نے قبول کیا مانا اور جس کو نفس نے دشوار سمجہا حیلہ کرکے اسکو چہوڑ دیا پس اگر آپ کی بدعات مسلمہ ہی آزادی مذہب اور اتباع

ہوا، نفس اور تبرا بر آئمہ دین و علمائے حق و تفسیق و تکفیر مسلمین کو دیکھکر علماء دیوبند نے ایسے لوگون کو
گمراہی پر چلنے والا فرمایا اُنسے احتراز کا حکم دیا تو کیا بیجا کیا۔ کیا آپ سال گذشتہ کا اس واقعہ کو بھول
گئے جبکہ حج کے موقعہ پر آپکی جماعت روانہ جہاز ہو رہی تھی تو یہ اعلان کیا گیا کہ موحدین کی جماعت کا
جہاز فلان تاریخ کو بمبئی سے روانہ ہوگا۔ اب آپ ہی فرمائیے کہ آپ کی جماعت جبکہ صرف اپنے آپ ہی کو
موحد سمجھتی ہے اور دوسرے تمام مسلمانون کو اپنے مقابلہ مین کافر و مشرک جانتی ہے اور ایسے
کہنے اور سمجھنے والے آپکی جماعت کے ذمہ دار لیڈر رہے ہین تو اگر دار العلوم دیوبند جو مسلمانون کا صحیح
اسلامی مرکز ہے اور جسکی حیثیت کی تعلیم و خدمت آج ہندوستان ہی مین نہین بلکہ دنیائے اسلام مین مسلم ہے وہ اگر
اپنی مدافعت اور مسلمانون کے تحفظ اسلام کیلئے آپکے حرکات کے خلاف فتویٰ شائع کرے تو اسمین انکا کیا قصور
قصور تو آپکا ہی ہے نہ تم مسلمانون کو کافر و مشرک کہتے اور نہ ایسی باتین سنتے لہذا آپکا بار بار انکو اہل حدیث
کہنا محض دھوکا ہے جسکے پردہ مین مسلمانون کی تفسیق و تکفیر کا راز پوشیدہ ہے (**قال**) اب تو ہمارے سارے
دعاوی اور مسئلہ تقلید کے دلائل بھی سن چکے اور تقلیدیہ مسائل کے دلائل بھی بوقت ضرورت (**قلت**) بیشک
آپکی بہت سی باتین اور دعوے بلا دلیل سن چکے۔ اصل دعوے سے جو کہ زور و شور کیساتھ روڈ مسجد مین ہوا
کرتے تھے تو ڈر کی وجہ سے بغیر ذمہ داری کا اظہار فرمادیا اور اسطرح ذلت و رسوائی کے ساتھ شکست اٹھائی اور
اب بھی جو کچھ دعوے کئے ان کو بھی بے دلیل ہی اڑا گئے گویا دلیل دینا جناب کے مذہب مین گناہ کبیرہ ہے ناتقلید کے
مسئلہ مین کچھ غلط سلط دلائل ضرور پیش کی ہین معلوم نہین کہ یہ دو رنگی چال جناب نے کیون اختیار کی ہے۔
رہا ہماری طرف سے جواب کا معاملہ سو بحمد اللہ تعالیٰ تو باوجود آپکے دلائل سے عاجزی و لاچاری کے ایسے جواب
لکھدیے ہین کہ بغیر جھوٹی تاویلون کے ان صحیح جوابون کا رد ناممکن ہے۔ (**قال**) جب تک آپ دعوے وجوب
تقلید امام واحد از ائمہ اربعہ اور تضلیل و تفسیق و طعن و تشنیع اہل حدیث سے باز نہین آوینگے یا اس کو
دلائل و براہین سے ثابت نہین کرینگے کبھی یہ خلفشار و انتشار رفع ہونیوالا نہین۔ (**قلت**) ہمین تو
جو کچھ ان دونون باتون کے متعلق کہنا تھا کافی و وافی کہہ چکے اور لکھہ چکے اگر جناب کو کچھ حوصلہ اور ہمت ہے
تو ادھر ادھر کی لایعنی باتون کو چھوڑ کر ہماری باتون کا جواب دیجیے اور محض لوگون کو دھوکا دینے کیلئے
ہم پر ناحق الزام نہ لگائیے اور اسطرح اپنی کمزوری کو نہ چھپائیے۔ رہا خلفشار کا متعلق سو آپنے باوجود

اس امر کے خود آپکی جماعت بھی چاہتی تھی کہ آپکا اور میرا مناظرہ مسائل متنازعہ فیہا مین روبرو مقابلہ مین ہوجا مگر آپنے اس کو کسی طرح نہ مانا اور زنانخانے کے قلعہ مین پناہ گزین ہوکر یہ غلط سلط تحریر لکھہ ماری اب آپ ہی انصاف فرمایئے کہ اس خلفشار کا ذمہ دار کون ہے اور تلمیع و تزویر اور مکاری و فریب کی کارروائی کسنے کی مین نے کی جوکہ میدان مین کھڑی ہوکر آپ کو حق و باطل کے فیصلہ کیلئے پکارتا رہا یا آپ نے کی جوکہ گہر مین دبک کر بیٹھہ گئے اور ہاتھی کے دانت دکھانیکے اور کھانیکے اور کا صحیح صحیح مصداق بنکر جناب نے دکھادیا۔ (قال) بہت خوب ہم بہی سننے کیلئے تیار ہین کیا آپ ثابت کرینگے (۱) دعوی وجوب تقلید امام واحد از ائمہ اربعہ عن توحید ایمان اور فرض ہے۔ الخ (۲) یہہ بہی ثابت کرینگے کہ ترک رفع آخر حیات مبارک صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث صحیح سے ثابت ہے الخ۔ (۳) یہہ بہی ثابت کرینگے کہ آخر حیات مبارک صلی اللہ علیہ وسلم تک آمین بالسر ہی ثابت ہے۔ الخ (۴) یہہ بہی ثابت کرینگے کہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام ممنوع ہے اور امام کے پیچھے فاتحہ پڑہنیوالون کی نماز قطعًا نہین ہوتی۔ (۵) یہہ بہی ثابت کرینگے کہ وضع الیدین تحت السرہ ہی صحیح حدیث سے ثابت ہے اور سینہ پر ہاتھہ باندہنیوالا سیدہا جہنم مین گرتا ہے۔ الخ (۶) یہہ بہی ثابت کرینگے کہ امام ابوحنیفہ رح کے پاس مان بیٹی سے نکاح کرنیوالے کیلئے حد یا قتل ثابت ہے الخ۔ (قلت) جب بیچارہ مجتہد صاحب اپنے اصلی دعوؤن پر کوئی دلیل نہ دیسکے اور جوکہ تحریر مین لکہا اسکو بہی اکثر بے دلیل ہی ہانکا اور اسی لئے اپنی پوری عاجزی اور بےچارگی کا اظہار کرچکے تو پیچھا چھڑانیکے لئے میری اسی عبارت سے مین اسکا بہی بفضل اللہ وکرمہ وعدہ کرتا ہون کہ اگر جناب جماعتی ذمہ داری سے یہہ لکہدین کہ مین ان دعاوی کو ثابت نہین کرسکتا اور ہمارے پاس انپر کوئی دلیل نہین تو پہر انشاء اللہ انکی مخالف پہلوؤن کو ثابت کرنیکے لئے تیار ہون ناجائز فائدہ اٹھاکر پہر اپنی طرف سے چند دعوی من گھڑت وارد کردیئے اور ان لغو اور بے سر و پا دعوؤن کو جوکہ خود کیا کرتے ہین دوسری شکل بناکر میرے سر لگادیئے کیا مجتہد صاحب اس مکر و فریب سے آپکا پیچھا چھوٹ سکتا ہے ہرگز نہین یا اپنے دعوؤن کو مدلل ثابت کیجئے اور یا عام مجلس مین کھڑے ہوکر انسے توبہ کیجئے۔ یہ آپکا یا تو مکر و زور ہے کہ مخالف پہلو کی معنی آپنے یہ گھڑ لئے اور یا بے عقلی اور کج فہمی ہے۔ مجتہد صاحب آپ مدعی ہین اور مین جناب کا خصم یعنی منکر دعوی اور بقاعدہ علم مناظرہ جب مدعی اپنے دعوؤن کے ثابت کرنیسے عاجز ہے اور ان کی دلائل نہ دیسکے تو پہر خصم کی فتح شمار کیجاتی ہے اور بغیر اسکے کہ وہ اپنے انکار پر کوئی سند

یا دلیل پیش کرے اسکا فریق مخالف یعنی مدعی شکست خوردہ سمجھا جاتا ہے ہاں اگر منکر دعوٰی یعنی خصم مدعی کے دعووں کے خلاف اپنے انکاری پہلو کے دلائل یا اسپر سند پیش کرنا چاہے تو یہ اسکے انکار یا مدعی کے دعووں کے مخالف پہلوؤں کو اور قوی اور مستحکم کر دیتا ہے اور اگر مدعی کوئی دلیل پیش کرے تو پھر خصم کو اختیار ہوتا ہے کہ یا اسپر نقض وارد کر دے یعنی جو دلیل مدعی نے بیان کی ہے اسمیں نقصان ثابت کرکے اسکو توڑ دے اور یہ نقض دو طرح ہوتا ہے اجمالی و تفصیلی اور دوسری صورت یہ ہے کہ خصم مدعی کی دلیل کے مقابلہ میں اسکے دعوے کے خلاف خود کوئی دلیل پیش کر دے اسکو معارضہ کہتے ہیں۔

لہٰذا جب میں نے دیکھا کہ جناب نے اصل دعووں سے تو عاجز ہو کر دست برداری دیدی اور جن دعووں کو تحریر میں تسلیم کیا ہے انہیں بھی بجز مسئلہ تقلید کے پانچ دیگر دعووں کو بے دلیل ہی چھوڑ کر اپنی بیچارگی کا اظہار کرنے لگے تو میں نے مذکورہ بالا قواعد علم مناظرہ کے ماتحت آپکے بیان کردہ دلائل دربارہ تقلید پر نقض بھی وارد کئے ہیں اور آپکے دلائل کے مقابلہ میں معارضہ بھی کافی قوت کیساتھ پیش کر دئے ہیں اور آخری پانچ دعووں میں بوجہ آپکے عجز عن الدلیل کے آپنے انکار کی ہر مسئلہ میں دو دو تین تین اور چار چار دلائل قرآن کریم و احادیث شریف سے بحمد اللہ کافی پیش کر دی ہیں اور آیندہ جب آپ کچھ الٹی سیدھی انکے متعلق فرمائینگے تو اور دلائل بھی انشاء اللہ پیش کرینگے۔ لہٰذا مجتہد صاحب یہ محض آپکا فریب اور مکر و زور ہے کہ آپ ان دعووں کو جو جناب نے تقریروں میں درج شدہ سے کٹوا اور دہلوی مولوی صاحب کی جو جناب بیدین کہیں نہیں اب ثبوت کے وقت مخالف پہلو کی آڑ میں خود بخود گھڑ کر میرے سر لگانا چاہتے ہیں کیا اس سے آپکی صداقت اور سچائی ظاہر ہو سکتی ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ ایسی جھوٹی باتوں سے اور ایسے مکر و فریب سے تو خود آپکا ضمیر بھی آپ کو ملامت کرتا ہوگا۔ ہاں اب ہمیں دیکھنا ہے کہ اصل دعووں کے ثبوت سے عاجز ہونے کے بعد اب جو تحریر میں جناب نے دعوے کئے ہیں انمیں سے جو باتیں ہمارے اور آپکے درمیان متنازعہ فیہ ہیں اور جنکو ہم بالتفصیل بیان کر دیا ہے اور اصل مبحث کو بالکل صاف اور واضح کر دیا ہے ان کو بغیر غلط تاویل اور حیلہ حوالہ کے حسب دعوٰی بخاری و مسلم سے ثابت فرمائینگے جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) ثابت کیجیے کہ تقلید مطلق علی الاطلاق واجب ہے اور اسکی کوئی شق بھی حرام نہیں۔ جیسا کہ آپ دعوٰی کر چکے ہیں کہ تقلید مطلق ممنوع نہیں ہے اور اس صورت میں اگر کوئی تقلید مطلق پر عمل کرنیوالا ہے اپنے عالم کو ان مسائل میں جو کہ انسے دریافت کرتا ہے معصوم عن الخطا ہی سمجھتا ہو اور انکی اس تقلید کو حکم اصلی اور واجب اصلی ہی جانتا ہو اور ان مسائل میں ان تمام کو حلال و حرام کا مالک سمجھتا ہو تو یہ آیۃ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ کی وعید میں داخل ہے یا نہیں اگر داخل نہیں ہے تو حضرت شاہ صاحب اور مولانا اسمٰعیل صاحب شہید کی بیان کردہ تقلید حرام میں اور اسمیں کیا فرق ہے وجہ فرق بیان فرمائیے اور ساتھ یہ بھی مدلل تحریر فرمائیے کہ اگر تقلید مطلق پر اسطرح عمل کیا جائے جیسا کہ بعض جہال آجکل کر رہے ہیں یعنی نفس جس بات کو پسند کرتا ہے اسکے مطابق جس عالم کے فتوٰی کو دیکھتے ہیں اسپر عمل کرتے ہیں اور جسکو ہوائے نفسانی نے پسند نہیں کیا اسکو غلط کہکر جان چھڑا لیتے ہیں کیا یہ تقلید آیۃ قرآنی من اتخذ الٰھہ ھواہ یعنی جن لوگوں نے اپنی ہوائے نفسانی کو اپنا پیشوا اور معبود بنا لیا کی وعید میں داخل ہے یا نہیں اور اسی طرح تقلید مطلق کے ماتحت

آجکل کے جدید مجتہدین کیا سمجھ کر ہمین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ شرائط اجتہاد جو انہوں نے عقد الجید مین بیان فرمائی ہین موجود
نہوں تو انسے فتویٰ لینا اور مسائل پوچھنا یا خود ان مدعیان اجتہاد کو اپنے اجتہادی مسائل سے فتویٰ دینا حدیث اتخذوا رؤسا
جہالاً فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا یعنی ان لوگون نے جہال کو اپنا امام اور سردار بنا رکھا ہے پس یہ جاہلین کہ بغیر علم
کے فتوے دیتے ہین اور خود بھی گمراہ ہوتے ہین اور دوسرون کو بھی گمراہ کرتے ہین مین داخل ہے یا نہین اگر داخل مین تو حدیث مین بغیر
علم سے کونسا علم مراد ہے۔ کیونکہ جاہل تو فتویٰ دے ہی نہین سکتا پھر آپ ایسی بدیہی البطلان بات کیسے فرما سکتے ہین اور اگر داخل ہے تو
آپ جیسے مجتہدین جو آجکل اجتہاد سے فتویٰ دے رہے ہین کیا آپ مین حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ شرائط اجتہاد سب موجود ہین اگر
موجود ہین تو اسکا کیا ثبوت اور اگر نہین ہین تو آپکا اجتہاد سے فتویٰ دینا اور آپکے مقلدین کا آپ کی تقلید کرنا گمراہی نہین تو اور کیا ہے
اور اگر تقلید مطلق کی کوئی قسم آیت اتخذوا احبارھم الخ کی حرمت مین داخل ہے جیسا کہ جمع کے صیغے اسپر دال ہین تو پھر تقلید شخصی
اور تقلید مطلق مین کیا فرق رہا۔ کیا آپ اس تقلید شخصی کو بھی جو کہ تقلید مطلق کی قسم اول ہی کی شرائط کیساتھ مشروط ہے اور در حقیقت
اتباع رسول اللہ ہی کے ماتحت ہو باطل و حرام سمجھتے ہین اگر ایسا ہے تو دلیل بیان فرمائیے اور تقلید شخصی اور تقلید مطلق مین بلحاظ حرمت و وجوب
کیا فرق ہے اس کو ثابت کیجئے نیز آپکا دعوےٰ ہے کہ تقلید شخصی کو واجب بالغیر جاننا کفر و شرک ہے اور حرام اسکی قرآن و احادیث صحیحہ سے کیا
دلیل ہے اور کیا آپ مقدمۃ الواجب واجبۃ کے بارشاد مسلم الثبوت فریقین حضرت شاہ صاحب یا شیخ ابن ہمام وغیرہ محققین علماء قائل ہین یا نہین اور
درصورت عوارض کیسی واجب کی ایک ہی قسم واجب ہو سکتی ہے یا نہین (۲) ثابت کیجئے کہ بخاری و مسلم کی فلان حدیث سے بقاء و دوام سنیت
رفع یدین کی صراحۃً ثابت ہوتی ہے جیسا کہ آپ دعویٰ کرچکے ہین کہ ابتک اسکی سنیت باقی ہے اور یہی مابہ النزاع ہے نفس جواز رفع مین باہم کوئی
نزاع نہین ہے یا کم از کم ان ہر دو کتابون سے رفع یدین کی سنیت ہی کسی حدیث سے صراحۃً ثابت فرما دیجئے۔
(۳) صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی کوئی حدیث تحریر فرمائیے کہ جسمین بقاء و دوام سنیۃ آمین بالجہر کی موجود ہو۔ جیسا کہ آپکا
دعوےٰ ہے (اور اسکی سنیۃ ابتک باقی ہے) اور یہی مابہ النزاع ہے یا کم از کم ان دونون کتابون سے آمین بالجہر کا سنت ہونا ہی کسی حدیث سے صراحۃً
ثابت فرما دیجئے (۴) قرأۃ فاتحہ خلف الامام مقتدی کیلئے آپ بخاری و مسلم سے کوئی نص صریح پیش فرمائیے کیونکہ جناب کا دعویٰ ہے
کہ (قرأۃ فاتحہ خلف الامام مقتدی پر فرض ہے اور اسکی فرضیت آجتک باقی ہے) اور ظاہر ہے کہ فرضیت کے ثبوت کے لئے نص صریح کا ہونا ضروری ہے
اور لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے عموم پر توجہ نہ فرمائیے اس لئے کہ وہ اس مسئلہ مین کسی کے نزدیک بھی نص صریح نہین ہو سکتی (۵) بخاری و مسلم
سے وضع الیدین علی الصدر کے سنت ہونیکی ایک حدیث بھی پیش فرما دیجئے جیسا کہ آپکا دعوےٰ ہے کہ وضع الیدین علی الصدر بحدیث صحیح سنت ہے
یا کم از کم ان دونون کتابون سے کوئی ایک حدیث نقل فرما دیجئے جسمین سنت تو کجا وضع الیدین علی الصدر کا ذکر ہی موجود ہو۔ (۶) بخاری
و مسلم کی کسی حدیث سے ثابت فرمائیے کہ نکاح بالمحارم مین تعزیر نہین ہے بلکہ حد ہے جیسا کہ آپکی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس مسئلہ مین حد ہی کے
قائل اور تعزیر کو قابل اعتراض سمجھتے ہین مین امید کرتا ہون کہ پہلے کی طرح اب آپ ان دعوون کے ثبوت مین کوئی گریز اور حیلہ بازی نہ کرینگے

اور جیسا کہ آپ دعوی کر چکے ہیں کہ ہم بخاری و مسلم کی روایتوں پر ہی عمل کرنے والے ہیں" آپ اپنی اس تخصیص کو ہر دعوی میں ثابت کر دکھائینگے ورنہ
پھر چار مرتبہ ذلتوں اور رسوائیوں کے بعد یہ آپکی پانچویں ذلت و شکست سمجھی جائیگی جس سے قیامت تک آپ کو مفر نہ ہوگا۔ اور اگر آپ اپنے اس دعوی
میں بھی جو بخاری و مسلم کے متعلق جناب نے کیا ہے ان مذکورہ بالا دعوؤں کے اثبات میں شکست اور عاجزی کا اقرار کر لیں اور ان پانچ دعوؤں کو
بخاری و مسلم سے ثابت نہ کر سکیں تو پھر ہم آخری موقعہ آپکو یہ دینگے کہ آپ متنازعہ فیہا مسائل میں تقلید کے سوا اکا بجائے موجودہ جو آپ دیتے ہوئے
پانچ دعوؤں کو اسطرح ثابت فرمائیں کہ کوئی صحیح حدیث پیش کیجئے کہ جو ثبوت و بقاء و دوام سنیتہ رفع یدین کو صراحۃً ثابت کرتی ہو (۳) کوئی صحیح حدیث
تحریر فرمائیے کہ جس سے آمین بالجہر کی سنیتہ یا اسکا دوام و بقاء صراحۃً ثابت ہوتا ہو۔ (۴) فاتحہ خلف الامام کے مقتدی کیلئے فرض ہونیکی کوئی
نص صحیح و صریح پیش فرمائیے اور ساتھ ہی اسکے بقاء کیلئے بھی کوئی حدیث صریح و صحیح نقل فرمائیے جبکہ اسکے خلاف احادیث موجود ہیں (۵) وضع الیدین
علی الصدر کی تخصیص سنیتہ کیلئے کوئی صحیح و صریح حدیث پیش فرمائیے جو مقابل جانبوں کی عدم سنیتہ کیلئے قاطع ہو (۶) کسی صریح و صحیح حدیث
سے نکاح بالمحارم میں حد مصطلح ثابت فرمائیے ورنہ قتل کا حکم تو تعزیر میں بھی موجود ہے۔ ہمارے اس انتہائی انصاف و رعایت کے باوجود بھی اگر جناب
اپنے ان دعوؤں کو ثابت نہ کر سکینگے اور تاویلات کی طرف گریز کرینگے تو یہ آپکی انتہائی اور آخری ذلت ہوگی جو تا قیامت نہ مٹیگی کیونکہ اپنی تاویلات اور
استنباطات کے مقابلہ میں کسی جماعت کو تارک احادیث صحیحہ کا الزام دینا عین حماقت و جہالت ہے بالخصوص جبکہ تاویلات بھی غلط اور استنباطات غیر صحیح
ہوں (قال) مناظرہ تقریری کیلئے عوام کی ذمہ داری کی ضرورت ہے (قلت) میں نے تو مناظرہ تقریری کی ہی دعوت دی تھی جس سے
فرار ہو کر جناب نے تین شکستیں اور ذلتیں اٹھائیں مگر میدان میں نہ نکلے (قال) تحریری کیلئے کوئی ضرورت نہیں (قلت) تحریری
مناظرہ کا میرا مطالبہ ہی نہیں آپنے گھر میں بیٹھکر خود ہی یہ من گھڑت فیصلہ کر لیا (قال) اس خلفشار کے دور کرنیکی بہتر صورت
میرے خیال میں صرف یہی ہے کہ آپ اور آپکی جماعت اہل حدیث کی تضلیل و تفسیق و تحجیر و تذلیل و طعن و تشنیع سے باز آئے الی اقتداء بلا
کراہت کو روا رکھے (قلت) اسکا مفصل جواب ابتدا میں گذر چکا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام باتیں خود آپکے اعمال و عقیدہ پر موقوف
ہیں آپ اگر سلف کے مقرر کردہ طریقہ سے آزادی اختیار کرینگے۔ تو بقول حضرت شاہ صاحب مسلمانوں کے سواد اعظم سے خارج سمجھے جائینگے
لہذا ہمسے فتوی نہ لیجئے حضرت شاہ صاحب حضرت علامہ شعرانی حضرت علی الخواص وغیرہم سے فتوی لیجئے کہ وہ آپکے بارہ میں کیا حکم فرماتے
ہیں اور آپکا دعوی اہلحدیث ہونیکا بالکل غلط ہے۔ رہا خلفشار کا معاملہ تو اسمیں آپکی جماعت کا اور آپکا خود اسمیں اتفاق نہیں انجمن
اہلحدیث کے اشتہار میں جسکا جواب انجمن نے اب یا خادم انجمن نعمانیہ نے ترکی بہ ترکی دیا ہے یہ ہے کہ خلفشار رد و بدل گفتگو کر لینے سے جائیگا اور جب میں نے
آپکو انکی جماعت کا عالم سمجھکر اسی گفتگو کیلئے چیلنج دیا تو آپنے اس خلفشار کے دور ہونے کیلئے یہہ حیلہ اور اور بہت سے حیلہ نکال لیے اب ہم کس بات
کا اعتبار کریں (قال) اور اہل حدیث کو بھی انکے ساتھ ایسا ہی معاملہ رکھنا چاہئے (قلت) یہ تو سب آپکے کہنے کی باتیں اور وقتیہ حیلے
ہیں ورنہ جو افعال و حرکات اور تقریر و تحریر میں آپکی جماعت نے ہمیشہ مقلدین اور انکی ائمہ کیساتھ بغض و عناد کا ثبوت دیا ہے اسکی زندہ
مثالیں ہزاروں اب بھی موجود ہیں اگر ایسا ہوتا تو جیسا کہ آپ اب فرما رہے ہیں اس بستی میں تفرقہ ڈالکر شروع ہی سے سب مسلمانوں کو غیر

مقلدیت کی تبلیغ کیا ضرورت ہوتی نیز جبکہ مقلدین التزام مذہب معین کرتے ہین اور آپکے نزدیک یہ کفر و شرک یا لمل و عاطل حرام ہے اور انکے ائمہ آپکے نزدیک تارکین احادیث صحیحہ ہین تو پہر آپکی جماعت کو کسطرح مقلدین کے ساتھ اس قسم کا معاملہ درست ہو سکتا ہے۔ یا تو یہ کہو کہ ہم جو الزامات مقلدین پر لگاتے ہین وہ سب غلط الزام ہین محض بدا پنہجا فی اور دل کا غبار نکالنے کیلئے ایسا کرتے ہین ورنہ جو کچھ کہا جاتا ہے امر واقعہ کے خلاف ہے۔ اور یا یہ فرمائیے اگرچہ مقلدین کے بارے مین ہمارے یہی عقیدے ہین جو ہم کہتے ہین لیکن کتمان حق کرکے اور سچائی کے بالکل خلاف زبان منافقانہ طور پر ایسا معاملہ رکہینگے تو بحمد اللہ تعالی انکی مقلدین کو ضرورت نہین ہے، ہم مسلمان ہین اسلامی طریقہ پر صفائی کو پسند کرتے ہین لہذا اسکی تو یہی ایک صورت تہی کہ جو الزامات آپ مقلدین پر لگاتے ہین آپ انکو ہمارے سامنے ثابت کر دیتے اور اگر ثابت نہ کر سکتے تو پہر ایسی باتون سے توبہ کرتے اور آئندہ مسلمانون کو کافر و مشرک نہ بناتے مگر افسوس کہ آپنے ایسا نہ کیا اور کیون کرتے جبکہ جبل گردد جبلت نہ گردد کی مثل مشہور ہے (قال) اور انکے اختلافات کو مذاہب اربعہ کے باہم اختلافات کی طرح سمجہین (قلت) سبحان اللہ یہ منہ اور منصوری دار۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک، جن مجتہدین کے اجتہاد کا یہ حال ہو کہ دادی سے نکاح کر لینے کی اجازت دیدین اسلئے کہ قرآن مین اسکے حرام ہونیکا ذکر نہین جیساکہ پنجاب مین ہوا۔ اور جو شوہر کو بی بی کا ولی بتاتا اسلئے کہ قرآن مین ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ مرد حاکم ہین عورتون پر جیساکہ اس مدراس کی ایک بستی مین فتوی دیا گیا۔ اور جو رضاعی بہن و بہائی کا نکاح درست بتاتے ہین اور جو بستی مین جنازہ موجود ہوتے ہوئے غائبانہ نماز جنازہ پڑہین جیساکہ اسی جگہ واقع ہو چکا ہے اور اسکو سنت بتاتے ہین الی غیر ذلک انکے بارے مین آپ فرماتے ہین کہ انکا اختلاف ائمہ دین کے اختلاف کی طرح سمجہو سے چراغ مردہ کجا آفتاب نور کجا؛ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا؛ برعکس نہند نام زنگی کافور، وہی مثل آپ کی ہے گویا آپکو دعوی ہے کہ ہم بہی امام اعظمؒ امام شافعیؒ امام مالکؒ امام احمد حنبلؒ کی طرح مجتہد ہین ہم تو اسکے جواب مین اسی قدر عرض کر دینا مناسب سمجہتے ہین سے گر ہمین اجتہاد خواہی کرد؛ کار ملت تمام خواہد شد، (قال) ہمارے قلوب مین ائمہ دین خصوصًا حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس قدر عظمت ہے کہ آپکے قلوب مین بہی نہوگی (قلت) ہم بہی خدائے قدوس سے دعا کرتے ہین کہ آپکا قلب بہی آپکی زبان کی تائید کرے اور آپکا یہ دعوی صحیح ہو لیکن آپکے واقعات اور حالات ظاہری تو آپکے اس دعوی کی سراسر تکذیب کرتے ہین آپکے احداث فی الدین سے قبل بہی ائمہ اربعہ کا اختلاف موجود تہا لیکن کبہی کسی مقلد نے دوسرے امام کی شان مین کوئی گستاخی یا انکی توہین نہین کی سلف سے خلف تک کی تمام مذاہب کی مطبوعہ کتابین موجود ہین دیکہہ لیجئے جب سے آپکے مذہب نے ایک عمدہ مسترقہ نام مین جنم لیا ہے اسوقت سے آپکی جماعت کی کتابون اور تقریرون اور تحریرون مین جو غیر مہذب و گستاخانہ اعتراضات کی گولہ باری ائمہ دین پر بالعموم اور سراج الائمہ امام اعظمؒ پر بالخصوص کی گئی ہے، وہ عیان راچہ بیان کا مصداق ہین جرح علے ابی حنیفہؒ جو آپکی جماعت کے ایک بڑے مجتہد صاحب کی تصنیف ہے اٹہا کر دیکہہ لیجئے کوئی سوقیانہ طرز اور کوئی بازاری طریقہ امام صاحب کو گالیان دینے اور غیر مہذب الفاظ سے یاد کرنے مین چہوڑا نہین گیا۔ کتاب کے ایک ایک جملہ کو دیکہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے نزدیک امام اعظمؒ امام یا عالم تو کجا العیاذ باللہ ایک بد ترین خلائق شخص تہے اسکے علاوہ سیکڑون کتابین رسالے اور اخبار اہلحدیث امام صاحب کی تنقیص شان مین موجود ہین اور یہ سب اجتہاد جدید کا نتیجہ ہے اب بتائیے کہ ہم آپکے اس دعوی بلا دلیل کا اعتبار کرین یا ان تحریرون اور

تصنیفوں کا حقیقت یہ ہے کہ آپکی یہ ایک سیاسی چال ہے جو عوام کو دہوکا دینے کیلئے اکثر مقابلہ کے وقت کیجاتی ہے ورنہ آپکے قلوب کا اصلی ہو تو وہی ہے جو گاہے گاہے زبان و قلم سے بصورت تقریر و تصنیف امام صاحب اور ائمہ دین کی تنقیص میں نکلتا رہتا ہے اور جسکا نام شریعت مطہرہ نے نفاق رکہا ہے۔ باقی ہماری بحث کا خلاصہ تو یہ شعر ہے جو امام ابو یوسف رح کی طرف منسوب ہے۔ حسبي من الخيرات ما اعددته ؛ يوم القيمة في رضى الرحمان ؛ دين النبي محمد خير الورى ؛ ثم اعتقادي مذهب النعمان ؛ یعنے قیامت کے روز خدائے قدوس کی خوشنودی کیلئے مجھے یہ سامان کافی ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں ہوں اور اسکے سمجھنے کیلئے امام ابو حنیفہ رح کے مسلک کا مقلد ہوں وصدق من قال۔ فلعنة ربنا اعداد رمل ؛ على من رد قول ابي حنيفة ؛ اور اسی طرح تمام ائمہ دین رحمہم اللہ کے متعلق بہی یہ عقیدہ ہے۔ والشافعي ومالك ونعمان ؛ واحمد بن حنبل وسفيان ؛ وغيرهم من سائر الائمة ؛ على الهدى والاختلاف رحمة (قال) ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ اس وعدہ پر وما مواعيدها الا الاباطيل کہیں صادق نہ آجائے لہذا تعین حکم ضروری ہے (قلت) مجتہد صاحب آپکا یہ فقرہ کہ (تعین حکم ضروری ہے) اسقدر قابل مضحکہ ہے کہ عقلمندوں کے علاوہ اسیر بلہ و صبیان بہی ہنستے ہیں۔ جب تعین حکم مناظرہ کیلئے ضروری تہا تو قبل تعین جناب نے یہ تحریری مناظرہ اپنے قول کے مطابق کیسے شروع کر دیا۔ سچ ہے دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔ آپکی تو یہ حالت ہو رہی ہے سہ کہہ رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ ؛ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ رہی وعدہ کی بات تو ہم تو بحمد اللہ ابتک اس وعدہ پر قائم ہیں اور اسکو عملی جامہ پہنا رہے ہیں جو آپکے لئے سوہان روح ہو رہا ہے ہاں میری طلبی پر آپکا مناظرہ کا جہوٹا وعدہ کرنا اور پہر حیدر آباد کو فرار ہو جانا ان شعروں کا صحیح مصداق ہے سہ

فقلت لها عديني منك وعدا ؛ فقالت في غد منك المزار ؛ ولما جئت مقتضيا اجابت ؛ كلام الليل يمحوه النهار ؛ اس لئے ہمیں تو یقین ہے کہ وما دعاء یکم الا الاباطیل (یہ صدا گنبد کی ہے جیسی کہے ویسی سنے) (قال) ماشاء اللہ گریز کے حیلے آپ کو خوب یاد ہیں (قلت) آپکی ان تمام ہذیانات و خرافات کا جواب کافی و وافی مدلل دیا جا چکا۔ ان باتوں کو مکرر سہ کرر بیان کرنے سے جو ذلت و رسوائی آپ کو ہو چکی ہے وہ دور نہیں ہو سکتی اور انشاء اللہ العزیز یہ آپکی تلخی قیامت تک رفع نہ ہو سکیگی۔ انجمن اہل حدیث کا جواب میری طرف سے انجمن نعمانیہ اور انجمن نواب دیا خاں جو کہ حنفیوں کی انجمنیں ہیں ایسا مدلل دے چکی ہیں کہ جسکا جواب آجتک انجمن اہلحدیث کے ممبران سے نہ ہو سکا۔ رہا میرا خود جواب دینا تو اہل عقل کے نزدیک ہمیشہ سوال و جواب برابر والوں سے ہوا کرتا ہے کوئی جاہل کندہ ناتراش اگر آپسے سوال و جواب کرنے لگے تو اگر آپ عاقل ہیں تو یہی فرمائینگے کہ گفتگو ہمیشہ برابر والے سے ہوتی ہے۔ اسی لئے میں نے اس غلغشا کو دور کرنیکے لئے بذات خود جناب کو اپنے مذہب کا عالم سمجھتے ہوئے دعوت مناظرہ دی مگر افسوس کہ آپنے اس سے گریز کیا اور چند حیلے حوالہ کے بعد فرار ہو گئے۔ اب اہل انصاف خود غور کریں کہ گریز کس نے کیا (قال) یہ حیلہ گریزی نہیں تو اور کیا ہے (قلت) اسکا مفصل جواب گذر چکا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے یہ الفاظ اس وقت لکہے ہیں جبکہ آپ کو میدان میں آنیکے لئے بلا رہا تہا اور آپ گریز کر رہے تہے اور اہل عقل کے نزدیک دو شخصوں کے دوران گفتگو میں کسی تیسرے کا دخل دینا جہالت ہے۔ میں نے اسی کو منع کیا تہا جیساکہ آپکی شکست کے دوران میں پیش آیا معلوم

ایسا ہوتا ہے کہ جناب باسقدر عاجز ہیں کہ اصل محرک یعنی مولوی احمد صاحب پر ہی اپنی افتاد کو بھی ڈالنا چاہتے ہیں مگر افسوس کہ
انہوں نے آپکی اس بات کو قبول نہ کیا اور یہاں آکر خاموش اور حسرت کے ساتھ وہ بھی واپس تشریف لیگئے سچ ہے ؎ سیہ بختی میں کب کوئی
کسیکا ساتھ دیتا ہے؛ کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا انسان سے رہتا ہے۔ رہا گریز کا معاملہ سو گریز تو گھر چھوڑ کر حیدرآباد فرار ہوجانیکا نام
ہے نہ کہ میدان میں موجود رہنے کا نام (قال) هذا ما اردنا ایراده فی جواب المولوی حفظ الرحمان (قلت) صدق
القائل فی مثل ایرادک هذا الو لم اسق هذا وهذا وذا، بای شیئ کنت املاء الکتاب۔

کیا اس زمانہ میں تقلید شخصی بقول حضرت شاہ صاحب واجب ہے!

(حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ انصاف میں ارشاد فرماتے ہیں)

وبعد المائتین ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لا يعتمد على مذهب
مجتهد بعينه وكان هذا هو الواجب فی ذلک الزمان وسبب ذلک الخ انصاف صفحہ ۵۹ اور دو صدی
کے بعد لوگوں میں مجتہدین کا جدا جدا مذہب اختیار کرنا ظاہر ہوا اور ایسے بہت کم لوگ ہیں جو کسی مجتہدین کے مذہب پر
اعتماد نہ رکھتے ہوں اور اسوقت میں یہی پابندی مذہب کی واجب ہوگئی ہے اور اس کا سبب یہ ہے الخ

اس فیصلہ کو بیان کرنیکے بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے صفحہ ۷۰ تک اس فیصلہ کے بہت سے دلایل اور شواہد و نظائر پیش
کی ہیں جن میں سے کچھ ہم صفحات گذشتہ میں بیان کر آئے ہیں اور جو بدعت وغیرہ کا الزام کہ پر جہلا لگاتے ہیں اس کا نہایت عمدہ رد کیا ہے۔
یہاں حضرت شاہ صاحب نے کان هذا هو الواجب فی ذلک الزمان یعنی اس زمانہ میں تقلید شخصی ہی واجب ہے فرما کر ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمادیا ہے اسکے
بعد اسی قاعدہ کے ماتحت میں ایک جزئی بیان فرماتے ہیں۔ **حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نزدیک عام ہندوستانیوں پر تقلید مذہب حنفی واجب ہے**۔ اذ كان لانسان جاهلا فی بلاد الهند وبلاد ما وراء النهر وليس هناک عالم شافعی ولا مالكی
ولا حنبلی ولا كتاب من كتب هذه المذاهب وجب عليه ان يقلد لمذهب ابی حنيفة ويحرم عليه ان يخرج من مذهبه لانه
حينئذ يخلع من عنقه ربقة الشريعة ويبقی سدى مهملا بخلاف ما اذا كان فی الحرمين فانه تيسر هناک معرفة جميع
المذاهب صفحہ ۷۰، ۷۱، جب جاہل آدمی ہندوستان کے یا ماوراء النہر کے شہر میں رہتا ہو اور وہاں نہ تو کوئی عالم شافعی اور نہ مالکی اور نہ
حنبلی موجود ہو اور نہ انکے مذاہب کی اسجگہ کتابیں ہوں تو اس شخص پر ابو حنیفہ کو مذہب ہی کی تقلید کرنا واجب ہے اور اسکو اس مذہب سے باہر نکلنا
حرام ہے اس لیے کہ وہ ایسا کرنیسے اپنی گردن سے شریعت کا پھندا نکالکر مہمل اور بیکار رہجائیگا بخلاف اس صورت کے جبکہ حرمین میں ہو کیونکہ اسکو
وہاں سب مذہبوں کا پہچاننا ممکن ہے۔ **حضرت شاہ صاحب** کی ان دونوں عبارتوں کے دیکھنے سے معلوم ہوگیا کہ یہ دو مسئلہ ہیں۔ ایک
تقلید شخصی کے وجوب فی ہذا الزمانہ کا مسئلہ ہے۔ اور دوسرا فقط امام ابوحنیفہ ہی کی تقلید کا مسئلہ۔ پہلے مسئلہ کو حضرت شاہ صاحب نے ایک
قاعدہ کلیہ کے طور پر بیان کرکے اسکو مدلل و واضح کردیا ہے، اور جو دلایل بیان فرماتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ ہندوستان کے لیے ہی مخصوص
نہیں ہے بلکہ اس فیصلہ ہو الواجب فی ذلک الزمان سے تمام عالم اسلامی مراد ہے۔ اور جب ہی قل من کان لا یعتمد علی مذہب مجتہد بعینہ کا
ربط صحیح ہوسکتا ہے۔ لہذا یہ مسئلہ تو تقلید شخصی کے وجوب بالغیر کا تھا۔ اب اسی کلیہ کے ماتحت دوسرا مسئلہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر ہندوستان

یا بعض دیگر مقامات پر جہان کے شہرون اور بستیون مین شافعی مالکی حنبلی عالم نہین اور وہان انکے مذہب کی کتابین بھی نہ ملتی ہون کہ انکے ذریعہ سے ہی روزمرہ
کی ضروریات جو مسائل مین پیش آتی ہین پوری کرسکین تو ان مقامات پر تقلید شخصی نہین ہے بلکہ امام ابو حنیفہؒ ہی کی فقط تقلید کرنا واجب ہے اور ان کی
تقلید سے نکلنا حرام ہے ایسے مقامات مین نہ شافعی ہونا درست اور نہ حنبلی اور نہ مالکی۔ بخلاف حرمین کے کہ وہان چارون مذاہب اب موجود ہین اور
وہان ہر ایک مذہب کی پہچان بغیر کسی دقت کے حاصل ہے۔ یہ ہے حضرت شاہصاحب رحمہ اللہ کا اصل مطلب جسکو مجتہد صاحب نے اپنی پرانی عادت
کے مطابق غلط کرنا چاہا ہے اور دونون مسئلون کو آدھی عبارت پیش کرکے ایک ہی کرنا چاہتے ہین۔ مگر اسکے باوجود پھر بھی مجتہد صاحب بے سوچے
سمجھے ایک ایسی بات لکھہ گئے جس نے انکے دعوی ابطال وجوب تقلید شخصی اور اسکے کفر و شرک ہونیکو خاک مین ملا یا فرماتے ہین (قال) لہذا
تقلید مذہب ابی حنیفہ رحمہ اللہ یا کسی اور مذہب معین واحد کی حضرت شاہ صاحب کے پاس بھی ضروری اور واجب رہی (قلت) اول تو آپ نے
جو کچھ سمجھا ہے وہ صحیح نہین صحیح وہ ہے جو ہمنے بیان کیا ہے۔ اسکے علاوہ آپکا دعوی تو تہا کہ تقلید شخصی کا وجوب باطل و عاطل ہے اور
تقلید شخصی کا واجب جاننا تشریع جدید ہے اور تشریع جدید کفر ہے۔ جسکا مطلب یہ ہوا کہ تقلید شخصی کو جو شخص بھی کسی وقت واجب
کہے وہ باطل شی کا مرتکب ہے اور کافر ہے۔ اور اسجگہ آپ تسلیم کرتے ہین کہ حضرت شاہ صاحب نے اپنے زمانے تک اس تعین مذہب واحد کو واجب
سمجھا اور لوگون کو اسکا فتوی دیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان کے بیشتر حصہ مین جب سے اسلام یہان آیا ہے شاہ صاحب کے زمانہ تک حنفیت ہی
کا سلسلہ جاری رہا ہے تو گویا حضرت شاہ صاحب اسی وجوب کے ایک دو یا دس پچاس سال نہین بلکہ صدیون تک کیلئے قائل ہے اور اتنے زمانے
تک اسی کا حکم فرماتے رہے جو کل ملاکر تقریباً آٹھہ سو نو سو سال ہونگے۔ اب فرمائیے کہ آپکے دعوے کے مطابق حضرت شاہ صاحب نور اللہ مضجعہ کن
مین داخل ہے۔ نعوذ باللہ من الجہل والحماقۃ۔ یہ سب آپکی آزادی مذہب کا نتیجہ ہے۔ افسوس صد افسوس (قال) اب چونکہ بحمد اللہ ہندوستان
مین حرمین کی طرح مذاہب اربعہ کی تمام کتابین متون و شروح حدیث و کتب اسماء الرجال کافی ووافی موجود ہین لہذا تقلید مذہب ابی حنیفہؒ (الی)
واجب نہ رہی (قلت) یہ آپکی غلط فہمی اور کج فہمی کا باعث ہے کہ سیدھی بات بھی آپ کی سمجھ مین نہین آتی یا قصداً عادت قدیمہ سے کام لے رہے ہین
مین دریافت کرتا ہون کہ اس کافی ووافی موجود ہین سے آپکی کیا مراد ہے۔ اگر یہ مراد ہے کہ بعض علماء کی کتبخانون یا مدرسہ عربیہ کے بعض کتبخانون یا
بمبئی و سورت کے کسی تاجر کے یہان یہ کتابین مل سکتی ہین تو حضرت شاہصاحب کا یہ مطلب نہین اس لئے کہ خود حضرت شاہصاحب کے زمانہ مین بھی بہت سے
کتبخانون مین یہ کتابین سب موجود تہین اور اس قسم کا سارا ذخیرہ خود حضرت شاہصاحب کی سارے خاندان مین موجود تہا صرف مطبوع و قلمی
کا فرق ہے یا انتہا لکھی و بیشی کا فرق ہے اور اس سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہین پڑتا اس لئے کہ ہندوستان کے تمام صوبون مین اب بھی بجز علاقہ
ملا بار یا خاص شہر بمبئی یا ایک دو دیگر بستیون کے علاوہ نہ شافعی مالکی حنبلی علما موجود ہین جو انسے کوئی شخص مسائل دریافت کرسکے اور نہ انکی اس
طرح کتابین ہی ملتی ہین کہ عوام روزمرہ کے تمام مسائل انسے پورے کرسکین ہان یہ ممکن ہے کہ یوپی کے لوگونکو اگر مسائل روزمرہ مین حنفی مسائل کے علاوہ
معلوم کرتے ہون تو دس پانچ روپیہ صرف کرکے دوسرے شہرون کا سفر اختیار کیا کرین یا کلکتہ کے مسلمان مدراس شہر مین جاکر شافعی قاضی سے مسائل پوچھا
کرین برار۔ بہار۔ اندہرا۔ یوپی۔ سی پی۔ مدراس پنجاب وغیرہ تمام صوبون کا باستثنا چند شہرون یا ایک خاص علاقہ کے سبکا یہی حال ہے اور
ان چند شہرون مین بھی شافعی عالم تو مل بھی جائیگا لیکن مالکی یا حنبلی کا ملنا تو الشاذ کالمعدوم کے درجہ مین ہے اور انکی فقہ کی کتابونکا بھی یہی
حال ہے اسی لئے حضرت شاہصاحب نے فی الہند نہین فرمایا فی بلاد الہند فرمایا ہے۔ رہا صحاح ستہ یا دیگر کتب حدیث تو حضرت شاہ صاحب کا مطلب
انسے ہرگز نہین ہے بلکہ معرفۃ جمیع المذاہب سے انکے مذاہب کی جزئیات کی کتابین مراد ہین ورنہ تو یہ تمام کتابین احادیث و اسماء الرجال کے ان کے
زمانہ مین بھی ہر جگہہ موجود تہین یہ آپکی مراد شاہصاحب کی مراد کے بالکل خلاف ہے اور اگر آپکی مراد یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے بعد اب حنفی علماء کثرہم اللہ تعالی

اور انکی مذہب کی کتابونکی طرح ہر بستی اور ہر قریہ مین دوسرے مذاہب کی کتابین اور انکے علماء بھی اسی طرح وافر ہین کہ ہر شخص بغیر دقت اور شدت کے مزدور یار وز مرہ کو پورا کر سکتا ہے تو یہ بالکل خلاف واقعہ ہے اور تجربہ کے خلاف بدیہی البطلان ہے لہذا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ارشاد کے مطابق تو اب بھی ہندوستانیون پر یہ تقلید اوسی طرح واجب ہے جیسا کہ انکے زمانہ مین واجب تھی اور بعض خاص خاص مقامات جو اس سے مستثنیٰ ہو رہے ہیں پہلے بھی مستثنیٰ تھے اصل حکم مین کوئی فرق نہین آتا اس لئے کہ ملابار کے علاقہ مین حضرت شاہ صاحب کے زمانہ مین بھی تقلید مذہب شافعی موجود تھی۔ **اب ناظرین** رسالہ انصاف کرین کہ حضرت شاہ صاحب کا فیصلہ تجربہ مشاہدہ اور دلائل کے ماتحت کسی کے حق مین ہے۔ مجتہد صاحب کو چونکہ معلوم تھا کہ اگر ان تیرہ روبرو جانبین کی گفتگو سے میری چالاکی اور مکر و زور کا پول کھل جائیگا اس لئے باوجود میرے منظور کر لینے اور میدان مین طلب کرنیکے بھی وہ حضرت شاہ صاحب کے اس فیصلہ پر راضی ہوئے اور اپنے مقلدین سے نیز روڈ مسجد مین بھی صاف کہدیا کہ ہم حضرت شاہ صاحب کی ہر بات ماننے کو تیار نہین ہین اس لئے کہ وہ حنفی ہین اور ہم غیر مقلد۔ مجتہد صاحب گھر مین دبک کر کسی نے بھی آجتک کسی کو شکست نہین دی اس لئے لفظ شکست سے بار بار دل خوش نہ کیجئے اور اپنے منہ میان مٹھو نہ بنئے اس فتح و شکست کے مسئلہ کو تو اہل بہار م سیٹ پر ہی چھوڑ دیجئے اور انکو مشاہدہ کو نہ جھٹلائیے انہون نے میری پکار اور آپکے فرار دونون کو سنا اور دیکھا ہے لہذا اس فیصلہ کو انہی کے ہاتھ مین رہنے دیجئے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین والعاقبۃ للمتقین۔

مجتہد صاحب کو خاکسار نے تین مرتبہ چیلنج دیا کہ میدان مین آکر متنازعہ فیہ مسائل پر گفتگو فرما لیجئے اور بستی مین جو تفرقہ آپنے پیدا کر رکھی ہے اسکو ختم فرما دیجئے لیکن تینون مرتبہ مجتہد صاحب میدان مین نہ آئے اور مکان ہی مین چھپے بیٹھے رہے ہر شکست کے بعد تین اشتہار مجتہد صاحب کی شکست کے متعلق شائع کئے گئے جو بوجہ طول ہونیکے یہان درج نہین کئے گئے البتہ آخری اشتہار جو مختصر ہے شایع کیا جاتا ہے جو مجتہد صاحب کے حیدرآباد کو فرار ہونیکے وقت شایع کیا گیا اور ان تک بھی پہنچا دیا گیا۔ وما علینا الا البلاغ ؛

ابو القاسم محمد حفظ الرحمن غفرلہ (داعی اسلام) سیوہاروی۔ دیوبندی۔ مقیم پرنابٹ۔ مدراس،

---

۷۸۶ / ۹۲

نقل اشتہار فراری مولوی صاحب من گوس

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ؕ

جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کا فرار :۔ افسوس صد افسوس کہ امام غیر مقلدین مجتہد بے بدل جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب جو تقریری مناظرہ کے میدان سے تین مرتبہ شکست کھاکر تحریر کیطرف شامل ہوئی تھے باوجود میرے ان کو مطلع کر دینے کے کہ جواب تحریر سے قبل فرار کا ارادہ نہ فرمائیگا آج بحسرت و یاس اس میدان سے بھی جانبر ہوا کر یہ شعر پڑھتے ہوئے ؎ نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن ؛ بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچہ سے ہم نکلے ؛ حیدرآباد کو فرار ہوگئے۔ اور اپنی شکست سے ساری جماعت غیر مقلدین کو ذلیل کر گئے اور قصبہ مین فتنہ و فساد برپا کر کے خود فرو ہوگئے سچ ہے ؎ جواز قومے یکے بے دانشی کرد ؛ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را۔ چونکہ ہمارا رسالہ چھپکر شایع ہونیوالا ہے (انشاء اللہ) لہذا اس خوف و دہشت سے مولوی صاحب موصوف نے بھاگنا ہی مناسب سمجھا۔

ابو القاسم محمد حفظ الرحمن صدیقی۔ دیوبندی۔ (داعی اسلام)

یاسین پریس ترملکیری روڈ مدراس مین طبع ہوا۔

صحت نامہ کتاب حفظ الرحمن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
[illegible]	۲	بین	میلا	۴۱	۱	باضنہ	باصلہ	۸۱	۱	جیساکہ چیونٹی ہاتی کے سامنے	جیساکہ ہاتھی کے سامنے چیونٹی
"	۱۹	اتباع ہے	اتباع	=	۱۸	تفصلہ	تفصیلیہ	=	۲۱	تعلیط	تغلیط
"	"	کھ	ہے	=	۱۰	عام نہین	عام ہین	۸۳	۱۳	دواحتمال	ذواحتمال
۳	۲	گیگئی	کی گئین	۴۴	۱۴	مناقضہم	فناقضہم	=	۱۶	لمہ یقل	لم یقل
"	۱۹	ابتدائی	ابتدا	۴۵	۳	النخفی	النخعی	۸۵	۱۳	والواجب	الواجب
۱۲	۶	نہتا	نہ تہا	=	۹	کبیان	بن کیسان	۸۷	۱۶	آپ کو	آپ نو
[illegible]	۱۱	نعمت خان	نعمت خان کو	۴۶	۱۱	لطرق	الطرق	۸۸	۱۳	سبقہ	سبعہ
[illegible]	۲	اس جلسہ	اسی جلسہ	۴۷	۱۵	شراہد	شواہد	۸۹	۲	ناجا	ناجائز
[illegible]	۵	عمہ	ذمہ	۴۹	۴	اسپراور	اسپرنقل	=	۱۶	ہے	ہین
[illegible]	۷	نعبن	تعئین	۵۰	۲۱	کس	کسی	۹۰	۶	تقلید	تقلید مطلق
[illegible]	۱۷	مناظرہ	میدان مناظرہ	۵۱	۵	العلماء	للعلماء	۹۱	۶	ہوا	ہوا ہذا
[illegible]	۱	چاہئین	چاہیئے	=	۱۸	مذاہب تھے	مذاہب جمع کئے گئے	۹۳	۱۲	زیر	وزیر سے
[illegible]	۵	کیئے	کی	۵۶	۱۶	حکمات	کلمات	۹۷	۲۰	صاجبہ	صاحب
[illegible]	۱	فریبٹون	فریبیون	=	۱۹	کافتنۃ	کافیۃ	[illegible]	۱۳	شرک	مشرک
[illegible]	۲	سے	ہین	۵۹	۱	فدوسنی	قدوسی	=	۱۵	اس سے	اسلئے
[illegible]	۱۸	چھلکئے	لگے	۶۰	۹	حدیث کے	حدیث	۹۹	۶	نراصل	لم تصل
[illegible]	۲	لینا	لیناہے	=	۲۰	مما	فی ما	۱۰۱	۲۰	فعل نہین	فعل ہین نہین
[illegible]	۱۳	جہریہ آمین	جہریۃ آمین	۶۱	۱۳	ہم الزام کو دیتے تھے مقصود اپنا نکلا	ہم الزام انکو دیتے تھے قصہ اپنا نقل آیا	۱۰۲	۲	سکہ	کے
[illegible]	۱	وجو	وجود	۶۳	۲۱	انبہ	ابنہ	=	۶	بقاء	بقاء وسنیۃ
[illegible]	۳	رحمت اللہ	رحمہ اللہ	=	=	الابنۃ	للابنۃ	۱۰۳	۲	پر	پھر
[illegible]	۱	کئنے	کئے	=	=	الاحت	والاخت	۱۰۴	۱۰	عمل کر کے کیا توجہ	عمل نہ کرنیکی کیا توجیہ
[illegible]	۳	مدہبی	مذہبی	۶۵	۱۶	ہوگئے	ہوگے	۱۰۵	۱	مرعی	مدعی
۲۹	۱۲	القضوی	نقصوئی	۶۸	۱	صاحبہ	صاحبیہ	=	۹	سے	ہین
"	۱۴	سے	ہے	=	۲۰	بدین	ہذین	۱۰۹	۱۶	چرون	چیزون
"	۱۵	پہنچی	پہنچتی	۷۲	۱	ہین	ہے	۱۱۱	۱۰	پکہر	پہر
۳۳	۴	مصلحتہ	مصلحتہ	۷۳	۱۳	شخصی	شخصہ	۱۱۴	۲	ترک ہی	ترک کیے ہی
۳۵	۱۶	جبری	بجری	۷۴	۱۱	السلف	زمانہ سلف	=	۳	مستغید	مستبعد
۳۶	۲۱	یستغنحون	یستغنون	=	۱۶	لمذاہب	المذاہب	۱۱۷	۸	نفقۃ	نفقہ
۳۷	۱۵	قضل	فصل	۷۵	۱۵	خلف	خالف	۱۱۸	۱	یعود	یفود
"	"	الکتب	لکتب	۷۶	۵	متنع	منع	۱۲۰	۲۰	الاصبح	الاصبغ
۳۸	۱۸	تحقیق	تخصیص	۷۷	۶	لم یبین	لم یتبین	۱۲۲	۱۱	یادہی	اور دہی
۳۹	۸	مستغل	مستقل	۷۷	۱۵	تضریح	تخریج	۱۲۳	۱۸	جائین	جاسیے
"	۱۴	عالم	مجتہدانہ								

صحت نامہ کتاب حفظ الرحمٰن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۲	۱۶	تقضی	تقتضی	۱۶۱	۱	قوّه	فوه	۱۹۳	۲۱	مجتہد با	مجتہد بنا دینا
۱۴۲	۱۳	سنیة	سنت	=	۱۶	بن مهموں	بن عباس	۱۹۴	۲	کا	انکا
۱۴۳	۱۳	الحضرمنی	الحضرمی	۱۶۴	"	الاخبار	الاخیار	۱۹۵	۱۶	آپ کے	آپ کی
۱۴۳	۷	اس سے تمام	اس تمام	۱۶۵	۴	آینده ذرا	آئنده	=		رد نا ممکن ہے	رد کرنا ممکن نہین
۱۴۳	۵	دعوی	دعوے	"	۷	ملیا مٹ	ملیامیٹ	۱۹۶	۱۲	بیچاره	بیچارے
=	۱۱	دعوی کا عدم ثبوتہ	دعوی کا عدم	"	۹	مضف	منصف	"	۱۴	ہن اسکا	ہین اسکا
۱۴۳	۹	ابوحنیفہ رح	ابوحنیفہ رح کا	"	۱۱	ہے کہ	ہے	"	۱۶	تبارہون	تیارہون
=	۱۹	الجماعه	الجماعة	۱۶۶	۲	دعوی	دعوے	۱۹۷	۸	معارضہ	معارضے
=	۲۰	جماعه	جماعة	۱۶۷	۸	ضعیف	ضعف	"	۱۰	کردی	کردیے
۱۴۴	۶	ابن حیان	ابن حبان	۱۶۸	۱۴	الطاعن	الطاعن	۱۹۸	۳	کہ بغیر	بغیر
=	"	سوره	سورة	۱۶۸	۵	اور آپکے اپنے	اور اپنے ان	=	۴	داخل ہین	داخل نہین
=	۳	عینوها	عینوها	=	۱۸	انتتین	لعنتان	=	۱۲	مسلم مسلم	مسلّم
"	۴	التفسیر	التفسیر	۱۶۹	۴	بقاء	لقاء	۱۹۹	۲	مضر	مفر
"	۱۰	متقتض	متقتضی	۱۷۰	۱۴	سحنة	ستہ	=	۲۰	انجمن نواب	جماعت مسجد نواب
۱۴۵	۱۶	قرآنی	قرآن	۱۷۳	۱	اور	اوراز	۲۰۰	۱	تبلیغ	تبلیغ کی
=	۲۰	ہے	ہے	۱۷۴	۴	طحاوی بن احمد	طحاوی بن	=	۱۷	ہی	بہی
=	۱۶	لفرق	الفرق	۱۸۱	۴	الصابح	المسابیح	=	۲۱	جرح	الجرح
۱۴۹	۱	حاصل بالاستدلال	حاصل الاستدلال	=	۱۰	انہی	انکو	۲۰۱	۱۰	بلہ	ابلہ
۱۵۰	۱۶	استین	ان ...	=	۱۱	متسبین	منتسبین	۲۰۲	۲	آئی	آئی
۱۵۱	۲۱	معازی	مغازی	۱۸۲	۱۱	زنانخانہ	زنانخانہ	=	۲۵	وکالمعدوم	کالمعدوم
۱۵۲	۱۱	لشباهبه	اشباهه	۱۸۳	۸	کر	کو	۲۰۳	۵	کہ فیصلہ	کا فیصلہ
=	۱۲	بده	یده	=	۱۹	یہ ہیں	یہ نہین	=	=	کس	کسی
=	۱۳	ابن الحق	ابن اسحاق	=	۲۰	ہما تلم	ہمارا	=	۲	شامل	مائل
۱۵۳	۱۸	ابن الحق	ابن اسحاق	۱۸۵	۱۰	تقل	نقل	۲۰۵	۲	التضعیف لابی حنیفہ	تضعیف ابی حنیفہ
۱۵۴	۶	عوده	عروة	=	۱۲	الخیر	الخبر			ٹائیٹل صفحہ دوم	
۱۵۵	۲	جابر بن الاول	جابر الاول	۱۸۷	۱۵	بتمع	جمیع	۲	۲	تویدور مدارس	بمدارس
۱۵۶	۲	سعد بن الکوفی	سعد الکوفی	۱۸۹	۱۴	اان	لان	"	۱۱	باالحدیث	بالحدیث
۱۵۸	۸	تخصص	تخصیص	۱۹۰	۱۰	کادیانی	قادیانی	"	۱۸	المعتصبین	المتعصبین
۱۵۹	۲۰	انکر	آکر	=	۱۱	لقول	بقول				
۱۶۰	۶	چاہیے کہ ایا	چاہیے کہ آیا	=	۱۵	یلغوا	بلغوا				
=	۱۲	حدیت	حدیث	=	۱۹	رحمة اللہ	رحمہ اللہ				
=	۱۶	صل	قبلی	۱۹۲	۴	ہونے	ہونے پر				
=	۶	ششا	شیئا	=	۱۴	اول	اور				

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی چوتھی اور آخری شکست اور مناظرہ سے فرار

(چند ضروری باتیں)

(۲) اس دورۂ نازک میں جبکہ مسلمانوں کی سیاسی، اقتصادی، مذہبی، تمام مشکلات پیش نظر ہیں اور مسلم قوم دشمنان اسلام کی جانب سے سخت خطرہ میں ہے اس کتاب کا وجود بطرز موجودہ خود میرے لئے شاق ہے اسلئے کہ میرے یہاں آنیکا مقصد اصلی صرف تبلیغ اسلام تعلیم ترجمہ کلام مجید اور اصلاح رسوم تھا اور اسی لئے چند دنوں کے واسطے اس طویل سفر کو اختیار کیا تھا اور یہاں آکر کچھ اپنا کام بھی شروع کردیا تھا کہ چند ناعاقبت اندیش (غیر مقلدین) کو یہ بات بھی نہایت گراں گذری کہ ایک حنفی مسلمان کیوں اس کام کو کرنے آیا ہے اسلئے ان کے نام نہاد مجتہدوں نے میرے اس نیک مقصد میں جو رکاوٹیں پیدا کیں وہ کتاب کی تمہید سے بخوبی معلوم ہوجائیگی میں نے اولا تو بہت کچھ ٹالا لیکن جب دیکھا کہ میں اصل مقصد بغیر سنگ راہ کے دور کئے ہوئے چل ہی نہیں سکتا تب مجبوراً اس بحث کو چھیڑنا پڑا جو واقعی اکسیر ثابت ہوئی الحمد اللہ کہ یہ بحث مجتہد صاحب کی فراری کے بعد ختم ہوگئی اور اصل کام شروع کردیا گیا شاید ہماری یہ بات ناظرین کرام کے نزدیک فرقہ وارانہ اختلاف پر محمول ہو مگر ان حضرات کی ذہنیت اس مضمون سے اچھی طرح معلوم ہوسکتی ہے جو ان ہی مولوی احمد صاحب کے نام سے اخبار خلافت جلد ۶ نمبر ۱۵ میں شایع ہوا ہے اور جسپر آرٹیکل بھی لکھا جاچکا ہے جو چار ماہ تک اس تفصیہ پر فہماد اور تفریق بین المسلمین کے علمبردار رہ چکے ہیں اور معتبر ذریعہ سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جہاں یہ مضمون لکھا گیا ہے اس جلسہ ہمارے حضرت مجتہد صاحب بھی شریک جلسہ تھے مضمون چونکہ طول طویل ہے اسلئے اس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں انکو دیکھئے اور ان نام نہاد مدعیان عمل بالحدیث کی ذہنیت پر افسوس کیجئے مضمون میں نجدی سلطان ابن سعود سے ان حضرات کا اسطرح خطاب ہے۔

(۱) آپ اس معاملہ میں ملامت کرنیوالوں سے نہ ڈرتے اور نہ ملحدوں اور بدعتیوں سے دبتے اور مرعوب ہوتے ہیں لیکن آپکے دشمن نہیں بلکہ خدا اور رسول کے دشمن ہیں جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہے خدا کے نور کو اپنے پھونکوں سے بجا دینا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالٰے کافروں کے علی الرغم اپنے نور کو مکمل کریگا۔ گویا ان کے نزدیک نجدیوں کے مخالف تمام مسلمان کافر ہیں۔ (۲) اس کے مان لینے کے بعد خلافت کمیٹی اور جمعیۃ علماء کو موتمر میں شرکت کا کوئی حق نہیں رہتا کیونکہ یہ لوگ مفسد ہیں مسلمانوں کے نفاق کے باعث ہوتے ہیں اللہ کے دین متین کو خراب کرتے ہیں موحدین کے لشکر کی تحقیر و تذلیل کرتے ہیں۔ (۳) امیر المومنین ہم پر رحم اور کرم کیجئے اور خلافت و جمعیۃ العلماء کے وفود کو دعوت نہ دیجئے اس لئے کہ وہ اہل توحید کے دشمن ہیں ان کے قلوب میں کجی ہے وہ لوگ آپ سے کسطرح راضی نہیں ہوسکتے جیسا کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے یہود و نصارٰی تمہاری اتباع سے اسوقت تک نہیں کرسکتے جبتک تم ان کے دین کے متبع نہ ہوجاؤ۔ ناظرین یہ غیر مقلدین اور ان کے مجتہدین کی ذہنیت کا صحیح نقشہ گویا ان کے نزدیک جو ابن سعود کی غلط اور بیہودہ سیاست کا بھی مخالف ہو وہ ملحد کافر یہود و نصارٰی کے مثل اور مشرک ہے

نعوذ باللہ من شر الجاہلین و ہفواتہم۔

(۲) مجھے بہت افسوس ہے کہ میں نے یہ کتاب جو کہ صرف چار روز میں لکھ دی تھی تو پیداور ہ۔ اس کے مطابع اور کاتبوں کی گوناگوں فتوتوں کی بدولت جلد نہ چھپ سکی اور اسکی طباعت میں تین ماہ صرف ہو چکے جسمیں میری غریب الوطنی اور عدم تعارف کو بھی بہت کچھ دخل ہے پھر غنیمت ہے کہ لفظی غلطیوں سے پرے ناظرین کرام اسکی تصحیح کیلئے خود اپنے ذوق سلیم کو تکلیف دیکر تصحیح فرمالیں کیونکہ صحت نامہ بجز مستقل فرصت چاہتا ہے۔ مگر میں پھر بھی جناب کاتب رحمت اللہ صاحب کی اس محنت و کوشش کی داد دائے اور تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جنہوں نے باوجود اپنے مطبع کی مشکلات کے اس قلت میں اس ضخیم کتاب کو مکمل کر دیا میں ان کی اس جانفشانی کا تہ دل سے ممنون ہوں۔

(۳) اور سب سے زیادہ اس کا افسوس ہے کہ حریف مجتہد صاحب یہ سنکر کہ میری کتاب کا جواب لکھا جا رہا ہے اور پھر میرے اطلاع دینے کے باوجود بھی [illegible] روز حیدر آباد کو فرار ہو گئے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالکر رفو چکر ہو گئے حالانکہ میں باوجود غریب الوطن ہونے کے انکی فرمائش کے مطابق انکی کتاب [illegible] انتظاری میں رکا رہا اور اب جواب بھی لکھکر اور اسکو شایع کر کے الحمد اللہ پوری کامیابی کیساتھ اپنا کام ختم کر چکا وما علینا الا البلاغ

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

(۴) جب مجتہد صاحب شکست اٹھا کر حیدر آباد کو بھاگے تو مصداق منہدی (جلے ہوئے اینٹیں مارا کرتے ہیں) چلتے ہوئے میل پٹی اسٹیشن [illegible] ایک موضع میں اپنے ایک عزیز کے یہاں بیٹھکر مغلظ گالیوں کا ایک خط مجھکو عربی میں لکھا اور قرآن کریم میں جو کفار کے نام آئے ہیں ان سے [illegible] کیا اور اسطرح معاذ اللہ اپنے دعویٰ عامل بالحدیث ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا خاکسار نے بھی عربی میں ایک طویل خط اسکے جواب میں حیدر آباد لکھکر بھیجدیا جہاں کہ اب مجتہد صاحب بعد فراری مقیم ہیں جسکا خلاصہ یہ تھا کہ میں نے آپکو حق کے فیصلے اور اتحاد بین المسلمین کے لئے دعوت دی تھی [illegible] اسکو منظور نہ کیا اور راہ فرار اختیار کی اب آپ گالیوں اور فحش باتوں پر اتر آئے اور قرآن کریم اور احادیث کی تعلیم سے منہ موڑ کر مغلظ سنانے لگے جو علماء کی شان تو کیا شریف انسانوں کی شان کے بھی خلاف ہے۔ مگر میں چونکہ بحمد اللہ قرآن کریم و احادیث شریف کے احکامات ہی کا مطیع اور فرمانبردار ہوں اس لئے میں آپ کی ان گالیوں کا جواب ترکی بہ ترکی نہیں دینا چاہتا بلکہ دعا کرتا ہوں کہ خدائے قدوس آپ کو آپ کی ہر گالی اور مغلظ کلام کے عوض میری جانب سے دس دس نیکیاں عطا فرمائے اور آپ کی اس غلطی کو جو جوش غضب میں سرزد ہوتی ہے معاف کرے اور آپ کو صراط مستقیم دکھائے۔

(۵) اس کتاب کا نام مجتہد صاحب کے طرز کے مطابق صمصام الحق المبین علی راس امام المتعصبین رکھنے کا خیال تھا لیکن اپنا مذہب چونکہ اہل حق کے تابع ہے اسلئے مجتہد صاحب کے گندہ اور مغلظ طرز کو چھوڑ کر وہی مناسب سمجھا جو سر ورق پر مزین ہے۔

الحق احق ان یتبع

مطبوعات
مکتبہ دارالعلوم و شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۲ جلدیں
فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد ۱۳
فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد ۱۴
فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد ۱۵
فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد ۱۶
مناہل العرفان
مبادی الفلسفہ
تسہیل الاصول
قصائد منتخبہ من دیوان المتنبی
باب الادب من دیوان الحماسہ
مفتاح العربیہ حصہ اول
مفتاح العربیہ حصہ دوم
تاریخ دارالعلوم اردو مکمل
تاریخ دارالعلوم انگریزی مکمل
سوانح قاسمی مکمل
علماء دیوبند کا دینی رخ ومسلکی مزاج
علماء دیوبند عربی

انتصار الاسلام مع تشریح و تسہیل
ختم نبوت کامل
ردمرزائیت کے زریں اصول
نیک بیبیاں نماز کہاں پڑھیں
ادلہ کاملہ مع تسہیل وتشریح
ایضاح الادلہ مع تسہیل
بریلویت طلسم فریب یا حقیقت
دارالعلوم دیوبند عربی
حیات اور کارنامے حضرت نانوتویؒ
حیات اور کارنامے حضرت گنگوہیؒ
خیر القرون کی درسگاہیں
تدوین سیر ومغازی
اجودھیا کے اسلامی آثار
مختصر سوانح ائمہ اربعہ
اوثق العریٰ فی تحقیق الجمعۃ فی القریٰ
عہد رسالت (غارِ حرا سے گنبد خضرا تک)
قرآن محکم

مطبوعات

مکتبہ دارالعلوم و شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند

احسن القریٰ فی توضیح اوثق العریٰ	درمنثورہ اول دوم
شیوخ الامام ابی داؤد السجستانی	افکار عالم مکمل
علماء دیوبند خدماتہم فی الحدیث	تصفیۃ العقائد
ہدایۃ المعتدی فی قراءت المقتدی	مسئلہ ختم نبوت اور قادیانی وسوسے
آئینہ حقیقت نما مع تحقیق وتخریج	قادیانی اور دوسرے کافروں میں فرق
دارالعلوم کا فتویٰ اور اس کی حقیقت	حسن صحیح مکمل ۳ جلد
نکاح وطلاق عقل وشرع کی روشنی میں	دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی نقوش
اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ	خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات
قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ	تقریر دل پذیر
اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف	محاضرہ ردقادیانیت
قرآنی پیشن گوئیاں	محاضرہ رد رضاخانیت
مخطوطات اول دوم	محاضرہ ردشیعیت
اسرائیل	محاضرہ ردغیر مقلدیت
نظریہ دو قرآن پر ایک نظر	محاضرہ ردمودودیت
حکمت قاسمیہ	محاضرہ ردعیسائیت
اجتماع گنگوہ	محاضرہ ردہندوازم
دو ضروری مسئلے	مجموعہ ہفت رسائل



MAKTABA DARUL-ULOOM

DEOBAND-247554 (U.P.)INDIA